

حبط اعمال کا باعث افعال شنیعہ

سید علی عمران رضوی
ایڈووکیٹ

حلقہٴ اربابِ فکر و نظر پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

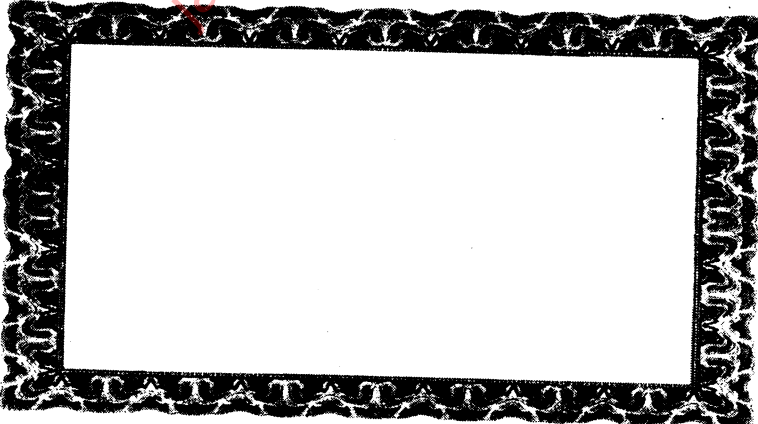
ناشر : حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان،
تھرڈ فلور، اسحاق ٹیلرز بلڈنگ، 186- نیوانارکلی، لاہور۔

فون: 37324311 : 37320114

فیکس: 37324378

ویب سائٹ: www.fikronazar.org

کمپوزنگ : سید محمد حسن رضا کاظمی
پروف ریڈنگ : سید محمد منصور علی
پرینٹنگ : سید اختر حسین نقوی
سن اشاعت : 2013ء
تعداد : 1000
ہدیہ : 400 روپے
طابع : امتیاز فیاض پرینٹنگ پریس، اردو بازار، لاہور۔





عکس

باب	عنوان	صفحہ نمبر
ابتدائیہ	حجۃ اعمال	1
اول	حجۃ اعمال کا باعث افعال شنیعہ	8
دوم	شرک	15
سوم	انبیاء کو قتل کرنا	28
چہارم	آیات اللہ کا انکار	41
پنجم	ارتداد	68
ششم	اللہ کی راہ سے روکنا	77
ہفتم	معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے خواہاں افراد کا قتل	85
ہشتم	جہاد سے جی پُرانا	103
نہم	ماہِ حرام میں لڑنا	142

151	مسجد حرام سے روکنا	دہم
156	مکہ سے اخراج	یازدہم
158	فتنہ انگیزی	دوازدہم
165	نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا	سیزدہم
174	اہل شرک کا مساجد کو آباد کرنا	چہار دہم
179	دنیا کی رنگینیوں میں کھوجانا	پانزدہم
198	مال دنیا میں مست انسانوں کی پیروی کرنا	شانزدہم
201	یہود و نصاریٰ سے دوستی	ہفدہم
338	”لقاء الآخرة“ کا انکار	ہیجدہم
369	حیط اعمال کے نتائج و عواقب	نوزدہم
372	حیط اعمال سے بچاؤ کیسے ہو؟	ہستم
374	کتابیات	

حُبِّ اَعْمَالِ

تِلَاوۃ

اللہ جل شانہ سورۃ الملک میں موت و حیات کی تخلیق کا مقصد بایں الفاظ بیان کرتا ہے:

”الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمُ
اَحْسَنُ عَمَلًا ط“ (آیت ۲)

یعنی انسان کو زندگی اس لیے ملتی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو دکھلا سکے کہ وہ اس کی بندگی میں سب سے اچھا عمل کیا انجام دیتا ہے۔ ”اَحْسَنُ“ اسم تفضیل ہے جو عربی میں اسم صفت کی سب سے آخری ڈگری ہے۔ ’حسن‘ کی منزل پر بہت سے اعمال نہیں ہیں، بلکہ تمام اعمال میں سے سب سے حسین عمل جو مالک کو پسند ہو۔

انسان عمر بھر نیک اعمال کی گٹھڑی کو بڑے سے بڑا کرنے میں مشغول رہتا ہے، مگر اس طرف دھیان نہیں دیتا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان اعمال پہ حسد کی نظر جمائے ہوئے ہے۔ یہ وہی ہے جو صدور الناس (انسانوں کے سینوں) میں وسوسے ڈالتا ہے اور اُن سے ایسی ایسی حرکات سرزد کرواتا ہے کہ ان کے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

آئیے دیکھیں، کیسے؟

کڑا کے کی سردی پڑ رہی ہے۔ صاحبزادے بڑی محنت سے وضو کر کے سردی سے کانپتے کانپتے مسجد پہنچے۔ مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد گھر لوٹے تو ابا جان نے کہا: بیٹا! جب تم نماز کے لیے جا رہے تھے، میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا کہ

میری کھانسی والی دوائی ختم ہو چکی ہے۔ اب ذرا تکلیف کرو اور دوائی لے آؤ۔ میاں صاحبزادے باوجود سردی کے گرم ہو گئے، اور بڑی تنگ مزاجی سے بولے: آپ کو تو بہانہ چاہیے وقت بے وقت تنگ کرنے کا۔ اب اس سردی میں میں دوبارہ نکلنے سے تو رہا۔ آج کی رات ایسے تیسے نکال لیے، کل دوائی آ جائے گی۔ ابا جان نے کھانتے کھانتے نمناک آنکھوں کو لحاف میں چھپا لیا۔ شفقتِ پدری نے صاحبزادے کو کچھ سنانے سے روک لیا۔ مگر ان دونوں کا خالق نہیں رُکا۔ اُس کو صاحبزادے کی حرکت بہت بُری لگی۔ اُس نے فوراً کہا:

”وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا
أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا“ (سورہ بنی
اسرائیل، آیت ۲۳)

(اور تمہارے پروردگار نے قطعی حکم دے دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی تمہارے پاس بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں، تو تم اُن دونوں کو اُف تک نہ کہو اور نہ اُن کو جھڑکو، اور اُن کے لیے بہت اچھی بات کہا کرو۔)

رسالتِ مآب ہمارے لیے ”اُسوۂ حسنہ“ ہیں۔ اُن کے اقوال و افعال ہمارے لیے واجبِ اطاعت ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی بلاچون و چرا اطاعت کا حکم بایں الفاظ دیا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ٥“
(سورة الحجرات، آیت ۲)

یعنی اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نہ تو نبیؐ کی آواز سے بلند کرو، اور نہ ہی اُن
سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے
اعمال حبط ہو جائیں گے، اور تمہیں شعور بھی نہیں ہوگا۔

ایک شخص نماز پڑھتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، حسبِ نصاب زکوٰۃ
ادا کرتا ہے، خمس کی ادائیگی میں بھی ڈنڈی نہیں مارتا؛ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
میں بھی حسبِ توفیق سعی کرتا ہے،

سُكَّر

کسی ایک امر میں بھی ختمی مرتبتؑ کی حدیث یا اُن کی سنت کو نظر انداز کر کے اپنی
مرضی کرتا ہے، تو اس کی مثال حکمِ رسولؐ پر حکم بننے کی ہے جو اتنا بڑا گناہ ہے کہ انسان کو
شعور بھی نہیں ہوتا اور اُس کے کل کے کل اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔

”المخجذ“ کے مطابق ”حِطّ“ کے معنی ہیں — بے کار ہونا، خراب
ہونا، برباد ہونا۔ ”حِطّ“ کا تعلق جب عمل سے ہو تو اس کے معنی ہوں گے اعمال
بے کار ہو جانا؛ اکارت جانا؛ ضائع ہو جانا۔

حبط شدہ اعمال اپنی حیثیت ہی کھودیتے ہیں یعنی ”null and void“
ہو جاتے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔ کوئی عمل ایسا نہیں جو انہیں بحال کرا سکے۔ اسی لیے

جن کے اعمال حط ہو جائیں وہ خسارہ پانے والوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ روزِ حشر نہ تو اُن کے لیے کوئی میزان قائم ہوگی (کیونکہ اُن کے اعمال تو دنیا ہی میں باطل ہو چکے)، اور نہ ہی شفاعت کے لیے وہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے۔ اُن کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم ہوگا۔

اس لیے ایسے افعال کے بارے میں جاننا از حد ضروری ہے، جو اعمال کو حط کر دیتے ہیں۔ یہ حبلی انسانوں سے شیطان اتنے غیر محسوس اور پُر فریب انداز میں کرواتا ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی بے شعوری میں وہ اپنی کارروائی ڈال کر چل دیتا ہے۔

ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمائیے!

شیخ صدوقؒ کتاب الامالی میں حضرت سلمان فارسیؓ سے نقل کرتے ہیں:

”ابلیس چند ان لوگوں کے پاس سے گزرا جو امیر المؤمنین علیہ السلام کو گالیاں دے رہے تھے، وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا، ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے جو ہمارے سامنے بیٹھ گیا؟

اس نے کہا: میں ابو مرہ ہوں۔ انہوں نے کہا: ہماری باتوں کو سنا ہے۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو، اپنے مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ کو برا بھلا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا: تجھے کیسے معلوم کہ وہ ہمارا ولیؑ امر ہے؟ اس نے کہا تمہارے پیغمبر کا کلام ہے کہ اس نے فرمایا:

”من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه و

عاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله“

(جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے خدا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ؛ جو اس سے دشمنی رکھے، تو اس سے دشمنی رکھ؛ جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔)

پھر انہوں نے اس سے کہا: کیا تو حضرت علیؑ کے شیعوں اور مولائیوں میں سے ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ان کی ولا نہیں ہے، میں ان کے شیعوں میں سے نہیں ہوں۔ جو بھی ان کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے میں اس کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاتا ہوں۔

انہوں نے کہا: علیؑ علیہ السلام کے متعلق کوئی حدیث نہیں کہو گے؟ اس نے کہا: اے وہ گروہ! جنہوں نے اپنے عہد کو توڑا اور ظلم کیا اور دین سے خارج ہو گئے، غور سے سنو تا کہ تمہارے لئے کچھ کہوں۔ میں نے جنوں کے درمیان بارہ ہزار سال خدا کی عبادت کی۔ جب وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے تو میں نے اپنی تنہائی کی خدا کے سامنے شکایت کی۔ مجھے دنیا سے آسمان پر لے گئے۔ وہاں بھی میں نے فرشتوں کے ساتھ بارہ ہزار سال خدا کی عبادت کی۔ جب میں خدا کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول تھا، اچانک ایک نور جس کی چمک اور روشنی بہت زیادہ تھی ہمارے سامنے سے گزرا۔ تمام فرشتوں نے اس نور کے لئے سجدہ کیا، اور انہوں نے کہا: ”سبوح قدوس“ پاک اور منزہ ہے خدا۔ یہ نور کسی فرشتہ مقرب یا پیغمبر مرسل کا ہے، تو اس وقت ندا آئی: یہ نور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی طینت کا نور ہے۔

(مناقب اہل بیتؑ، حصہ اول، صفحات

۱۹۴ تا ۱۹۵)

اس واقعہ میں شیطان نے علیؑ پر سب و شتم کرنے والوں کو علیؑ کی حقیقت

سے آشنا کر کے اُن کے جرم کو ناقابلِ معافی بنا دیا۔ ہو سکتا تھا کہ علیؑ کی حقیقت سے نا آشنائی کے باعث اُن کی معافی کی کوئی راہ نکل آتی، مگر جب شیطان نے انہیں علیؑ کے بارے میں کھول کھول کر بیان کر دیا، تو اس کے بعد علیؑ پر سب و شتم اُن کو قہر و غضب الہی سے نہیں بچا سکتا۔ حدیثِ ختمی مرتبت ہے:

”مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي“

(جس نے علیؑ کو گالی دی، اُس نے مجھے گالی دی)

(”سیرتِ حضرت امیر معاویہ“، صفحہ ۵۰۳)

یہ واقعہ عہدِ معاویہ کا ہے جب امام العالمین علیؑ ابن ابی طالبؑ پر اعلانیہ تبرا کیا جاتا تھا۔ امام علیؑ پہ چونکہ اتمامِ نعمت ہوا، اس لیے ان سے حسد کے ناتے جلنے والے بے شمار تھے، اور وہ اپنے حبیبِ باطن کا اظہار علیؑ پر سب و شتم کی شکل میں کرتے تھے۔ یہ سب ستاب غدیرِ خم پہ موجود تھے جب رسالتِ نبویؐ نے فرمایا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّ ابْلِيسَ أَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ
بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوهُ فَتَحْبِطَ أَعْمَالُكُمْ وَتَزُلَّ أَقْدَامُكُمْ
فَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهْبَطَ إِلَى الْأَرْضِ بِخَطِيئَةٍ
وَاحِدَةٍ وَهُوَ صَفْوَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَيْفَ بَكُمْ وَأَنْتُمْ
أَنْتُمْ وَمِنْكُمْ أَعْدَاءُ اللَّهِ۔“ (”خطبہ غدیر“، صفحہ 16)

(لوگو! ابلیس نے آدمؑ کو حسد کے سبب جنت سے نکلوایا، تو تم علیؑ سے حسد نہ کرنا ورنہ تمہارے کل اعمال حبط ہو جائیں گے اور تمہارے قدم ڈمگ جائیں گے۔ آدمؑ صرف ایک ترکِ اولیٰ کی وجہ سے زمین پر اتارے گئے تھے، حالانکہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے تو پھر تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جس

حال میں تم ہو، جو کچھ ہو، اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں۔)
 مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّمَا أَكْمَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ دِينَكُمْ
 بِإِمَامَتِهِ، فَمَنْ لَمْ يَأْتَهُ بِهِ وَبِمَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ مِنْ
 وَلَدِي مِنْ صُلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَغَرَضَ عَلَى
 اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
 وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ، لَا يُخَفَّفُ اللَّهُ عَنْهُمْ
 الْعَذَابَ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ (”خطبہ غدیر“، صفحہ 14)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عز و جل نے دین کو اس کی
 امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد
 قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام
 ہوں، ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو ان میں
 سے ہوگا جن کے کل اعمال حبط اور بے نتیجہ ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ
 جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے
 گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

علیٰ سے حسد کے باعث تمام حاسدین و سباب کے کل اعمالِ صالحہ تو بموجب فرمانِ
 رسالت حبط ہو چکے، اب اُن کے گُن گانے اور کارنامے گنوانے کا کیا فائدہ؟
 اللہ نے قرآن میں وہ افعالِ شنیعہ گنوائے ہیں، جو نیک اعمال کو حبط کر دیتے
 ہیں۔ آئیے، ہم اپنا محاسبہ کریں کہ ہم بھی تو شیطان کے بہکاوے میں آکر ایسے
 کسی فعل کا ارتکاب تو نہیں کرتے۔

باب اوّل

حُبّ اعمال کا باعث افعالِ شنیعہ

رَبِّ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ فَرَمَاتَا هِيَ:

”ذَلِكَ هُدًى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ط وَ
لَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ (سورۃ
الانعام، آیت ۸۸)

((صراطِ مستقیم)) اللہ کی طرف سے ہدایت کا راستہ ہے۔ بندوں میں سے
جو اس راستے پر چلتے ہیں وہ اسی سے ہدایت پاتے ہیں۔ اگر کوئی شرک کا
ارتکاب کرتا ہے، تو اس کے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔)

”إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ
النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ
نَصِيرِينَ ۝“ (سورۃ آل عمران، آیات ۲۱-۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو
ناحق قتل کرتے ہیں اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان
کو بھی قتل کرتے ہیں۔ پس تو انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے۔ یہ وہ
لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط (اکارت) ہو گئے، اور
اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

”وَالَّذِينَ كَذَبُوا بَايَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝“ (سورۃ
الاعراف، آیت ۱۳۷)

(اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے اعمال
ضائع ہو گئے۔ کیا ان کو سوائے اس کے جو وہ عمل کرتے تھے، کچھ اور بدلہ دیا جائے گا؟)
”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا ۚ ذَٰلِكَ
جَزَاءُ أَتْمِهِمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَتِي وَرُسُلِي
هُزُؤًا ۝“ (سورۃ الکہف، آیات ۱۰۵ تا ۱۰۶)

(یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے
انکار کیا، پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے
دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔ یہ ان کا بدلہ جہنم اس لیے ہوگا کہ انہوں نے
کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا خول بنا لیا تھا۔)

”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ
تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝
يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ
فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ
اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۖ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ

حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۖ وَمَنْ
يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۗ
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝“ (سورۃ البقرہ، آیات ۲۱۶-۲۱۷)

(تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناکوار ہے اور شاید تم ایک چیز کو
نا پسند کرو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو
در آں حالیکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، اور خدا تو جانتا (ہی) ہے مگر تم نہیں
جانتے ہو۔ (اے رسول!) وہ تم سے حرمت والے مہینہ کی بابت پوچھتے ہیں
کہ اس میں لڑنا کیسا ہے؟ کہہ دو کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، اور (یاد
رکھو کہ) خدا کی راہ سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجد الحرام سے روکنا اور
اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد
برپا کرنا خونریزی سے بڑھ کر ہے، اور وہ برابر تم سے لڑائی کرتے رہیں
گے۔ یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ کر
دیں۔ اور (یاد رکھو) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا
پھر مر جائے گا اس حالت میں کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال
دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ
اسی میں رہنے والے ہیں۔)

”وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي
الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ۝“ (سورۃ المائدہ، آیت ۵)

(اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا، اور

وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَرَى
أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ
مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ
نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ
بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا
فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِيمِينَ ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهْلُؤَلَاءِ
الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأُصْبِحُوا خُسْرَيْنِ“ (سورة المائدہ،
آیات ۵۱ تا ۵۳)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو، تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ
ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ
یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کی
راہنمائی نہیں کرتا۔ پس (اے رسول!) جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے
تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ اُن کے بچ سُرعت سے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم
ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ پڑے۔ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ
(نمایاں) فتح یا اپنی طرف سے کوئی اور امر لے آئے۔ پھر یہ (منافق) جو
کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، اُس پر نادم ہوں، اور وہ لوگ جو

ایمان لا چکے کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اتنی سخت قسمیں کھاتے تھے، کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن کے اعمال ضائع ہو گئے، پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔)

”مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ“ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

(مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجد کو آباد کریں جبکہ ان کے ہر نفس سے (بدیہی حقیقتوں — توحید، نبوت اور امامت) کی تکذیب عیاں ہے۔ (اس کفر کے باعث) ان کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں، اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔)

”كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَ أَوْلَادًا ۖ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِهِمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ ۚ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ“ (سورۃ التوبہ، آیت ۶۹)

(مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے کہ وہ قوت میں تم سے فزوں تر تھے، اور مال اور اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ پس انہوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا۔ پھر تم نے اپنے حصہ سے ویسا ہی نفع اٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے والوں

نے اپنے حصہ سے نفع اٹھایا تھا اور تم نے ویسی تاویلیں گھڑیں، جیسی انہوں نے گھڑی تھیں۔ انہی لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو گئے، اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

”مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَتْهَا نَافِ الْيَهْمِ
اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۚ وَحَبِطَ مَا
صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝“ (سورہ ہود،
آیات ۱۵-۱۶)

(جو کوئی دنیا کی زندگی اور اُسی کی زینت چاہتا ہے ہم اس (دنیا) میں ہی انہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا (بدلہ) دے دیں گے، اور انہیں اُس میں کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی) آگ کے اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب ضائع ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝“ (سورہ الحجرات، آیت ۲)

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو کہ تمہارے اعمال حبط (اکارت) ہو جائیں، اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔)

مندرجہ بالا آیات کا مطالعہ کرنے سے جو افعال حیث اعمال کا باعث نظر آتے

ہیں، درج ذیل ہیں:

- (۱) شرک؛ (الانعام، ۸۸)
- (۲) انبیاء کو قتل کرنا؛ (آل عمران، ۲۱)
- (۳) آیات اللہ کا انکار؛ (آل عمران، ۲۱؛ الاعراف، ۱۳۷؛ الکہف، ۱۰۵)
- (۴) ارتداد (یعنی اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لینا)؛ (البقرہ، ۲۱۷؛ المائدہ، ۵)
- (۵) اللہ کی راہ سے روکنا؛ (البقرہ، ۲۱۷)
- (۶) معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے خواہاں افراد کا قتل؛ (آل عمران، ۲۱)
- (۷) جہاد سے جی پھراننا؛ (البقرہ، ۲۱۶)
- (۸) ماہ حرام میں لڑنا؛ (البقرہ، ۲۱۷)
- (۹) مسجد حرام سے روکنا؛ (البقرہ، ۲۱۷)
- (۱۰) مکہ سے اخراج؛ (البقرہ، ۲۱۷)
- (۱۱) فتنہ انگیزی؛ (البقرہ، ۲۱۷)
- (۱۲) نبی کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا (الحجرات، ۲)
- (۱۳) اہل شرک کا مساجد کو آباد کرنا؛ (التوبہ، ۱۷)
- (۱۴) دنیا کی رنگینیوں میں کھوجانا؛ (ہود، ۱۵-۱۶)
- (۱۵) مال دنیا میں مست انسانوں کی پیروی کرنا؛ (التوبہ، ۶۹)
- (۱۶) یہود و نصاریٰ سے دوستی؛ (المائدہ، ۵۱-۵۳)
- (۱۷) ”لقاء الآخرة“ کا انکار؛ (الاعراف، ۱۳۷؛ الکہف، ۱۰۵)

آئیے، اب ان افعال شنیعہ کا تفصیلی جائزہ لیں، جو انسان کے اعمال صالحہ

پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

باب دوم

شُرک

اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کہنے کو تو ہم اس امر کی شہادت بھی متعدد بار دیتے ہیں کہ:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“

(تَشہِد نماز)

کیا ہم اُسے ایسا مانتے بھی ہیں؟ — ہرگز نہیں!
کیوں؟

اس لیے کہ ہم اپنے ہر کام میں اُس کی رضا کا خیال نہیں کرتے، بلکہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اُس کی رضا پر مقدم جانتے ہیں۔

اُسے وحدہ لا شریک ماننے کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب ہے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اُس کے احکامات کی اطاعت کریں۔ اُس کے احکامات ہم تک اُس کے آخری نبی حضرت محمدؐ کے ذریعے پہنچے۔ اس لیے حضرت محمدؐ کے احکامات کی اطاعت بھی واجب ٹھہری کیونکہ اُن کے احکامات دراصل احکاماتِ الہیہ ہیں۔ ان احکاماتِ الہیہ کی اطاعت کیسے ہو؟ اس کے لیے ہم میں کوئی ایسا رول ماڈل ہونا چاہیے جو ہمیں احکاماتِ الہیہ کی اطاعت کر کے دکھائے اور ہم اُس کی اتباع کرتے ہوئے احکاماتِ الہیہ کو بجالائیں۔

اللہ نے قرآن میں احکاماتِ الہیہ کی تفہیم و اتباع کے لیے حسبِ ذیل

منشور دیا ہے:

”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ
الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (سورۃ
الاعراف، آیت ۱۵۷)

(ترجمہ: پس وہ لوگ جو اس (رسول) پر ایمان لائے، ان کی عزت و تکریم
کی، ان کی نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے،
فلاح پانے والے ہیں۔)

یعنی —

- (۱) رسول پر ایمان؛
 - (۲) رسول کی عزت و تکریم؛
 - (۳) رسول کی نصرت؛ اور
 - (۴) اُس نور کی اتباع جو رسول کے ساتھ نازل ہوا۔
- پہلے تین کام رسول کے حوالے سے ہیں اور چوتھا کام اُس نور کے حوالے سے ہے، جو
رسول کے ساتھ نازل ہوا۔

رسول پر ایمان کا مطلب ہے کہ صرف اور صرف رسول کو اللہ وحدہ لا شریک
کا فرستادہ نمائندہ سمجھا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور کو خدائی پیامبر نہ سمجھا جائے۔ اگر ہم
حضرت محمدؐ کے مقابل کسی اور کو بھی اللہ کا پیغمبر، کسی بھی معنی میں، مانتے ہیں، تو یہ بھی شرک
ہوگا کیونکہ ہم نے اُس کے واحد نمائندہ کے مقابل کسی اور کو لا کھڑا کیا۔ اس لیے:

”أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

لازم ٹھہرا۔ صرف زبان کی حد تک نہیں، بلکہ ایمان کی حد تک۔

جب ہم ایمانی اعتبار سے حضرت محمدؐ کو اللہ کا واحد نمائندہ سمجھیں گے تو ہم پہ

لازم ہوگا کہ ہم ان کے تمام احکامات کی عزت و تکریم کریں۔ احکامات کی عزت و تکریم کا تقاضا ہے کہ اُن کے حکم پر سر تسلیم خم کریں۔ ان کے احکامات کے سامنے اپنی کسی رائے کو دخل نہ دیں، ان کے احکامات میں اپنی رائے کو شریک کر لینا، بھی شرک ہوگا۔

”رسول“ کی نصرت“ سے مراد ہے کہ جب رسول، اللہ کے دشمن — طاغوت، کے خلاف کھڑے ہوں تو ہم رسول کے پیچھے صف آراء ہوں۔ رسول کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ رسول جہاں کھڑا کریں، وہیں رہیں۔ رسول بلائیں تو فوراً واپس آئیں۔ رسول کو میدان جنگ میں اکیلا چھوڑ کر بھاگیں نہیں۔ جہاد سے جی نہ چرائیں۔ رسول کے حکم پر جہاد دراصل اللہ وحدہ لا شریک کی حکومت ہی کے قیام کے لیے ہے۔ اس لیے جہاد سے پہلو تہی بھی شرک ہے۔

اب یہ تینوں کام یعنی رسول پر ایمان؛ رسول کی عزت و تکریم؛ اور ان کی نصرت، کیسے کرنی ہیں؟ — مذکورہ آیت نے بتلایا ہے کہ اُس نور کی اتباع میں جسے اللہ نے رسول کے ساتھ نازل کیا ہے — یہ نور کیا ہے؟ — کچھ اہل اسلام کا خیال ہے کہ اس سے مراد ”قرآن“ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نور ہدایت ہے، مگر اس آیت میں جس ”نور“ کا ذکر ہے، اُس سے مراد ”قرآن“ نہیں ہے — کیوں؟ — اس لیے کہ قرآن ایک صامت کتاب ہے۔ مجرّد احکامات کا ایک مجموعہ ہے۔ احکامات کی ”اطاعت“ ہوتی ہے، ”اتباع“ نہیں۔ ”اتباع“ عمل کی ہوتی ہے۔ ”اتباع“ کے لیے لازم ہے کہ کوئی ایسا رول ماڈل ہو، جس کی سیرت و کردار احکامات الہیہ کے مطابق ہو، اور ہم اپنے افعال کو اُس رول ماڈل کے افعال کے مطابق ڈھالیں۔ ایسا رول ماڈل یقیناً قرآن نہیں ہو سکتا۔ ایسا رول ماڈل تو وہ ہو سکتا ہے جو نوع بشری میں ہم میں موجود ہو۔ وہ ہمیں کر کے دکھائے کہ رسول پر ایمان کیسے لانا

ہے؛ رسولؐ کی عزت و تکریم کیسے کرنی ہے؛ رسولؐ کی نصرت کیسے کرنی ہے؟ اگر ایسا رول ماڈل نہیں ہوگا تو ہر کوئی احکاماتِ الہیہ کی اطاعت اپنے اپنے انداز میں کرے گا۔ متفرق انداز الگ الگ فرقوں کو تو جہنم دے سکتے ہیں، ایک اُمتِ واحدہ کو نہیں، جو اللہ وحدہ لا شریک پر یقین رکھتی ہو۔ اگر ہمیں اپنے اعمال کو متفرق ہونے سے بچانا ہے تو لازم ہے کہ اُس نور کی اتباع کریں جسے اللہ نے اتباع کے لیے رول ماڈل بنا کر رسولؐ کے ساتھ نازل کیا ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے اُس نور کا پتہ ”خطبہ غدیر“ میں یوں دیا ہے:
مَعَاشِرَ النَّاسِ! آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَ النُّوْرَ الَّذِیْ
اَنْزَلَ مَعَهٗ [مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهَا فَنَرُدَّهَا
عَلٰی اٰذْبَارِهَا۔] (سورۃ النساء، آیت ۴۷)

مَعَاشِرَ النَّاسِ! النُّوْرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ
ثُمَّ مَسْلُوْکُ فِیْ عَلَیْ ثُمَّ فِی النّٰسْلِ مِنْهُ اِلٰی الْقَائِمِ
الْمَهْدِی الَّذِیْ یَاْخُذُ بِحَقِّ اللّٰهِ وَ کُلِّ حَقٍّ هُوَ لَنَا
لَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلٰی الْمُقْصِرِیْنَ
وَ الْمُعَانِدِیْنَ وَ الْمُخَالِفِیْنَ وَ الْخَائِنِیْنَ وَ الْاِثْمِیْنَ
وَ الظّٰلِمِیْنَ مِنْ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ ۔

(لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو رسولؐ کے ساتھ اتارا گیا ہے، قبل اس کے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشت کی طرف پھیر دیں۔

لوگو! اللہ کی طرف سے نورِ ہدایت میری ذات میں ہے، پھر وہ علیؑ

کو منتقل ہوگا، پھر اس کی نسل میں مہدی قائم تک رہے گا، جو اللہ کے حق کی بابت مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اس لئے کہ خدائے عز و جل نے ہم کو حجت قرار دیا ہے، تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آئینین اور ظالمین پر۔)

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۷-۱۸)

اگر ہم اللہ کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں؛ اُس کے فرستادہ بندے حضرت محمدؐ کو اللہ کا رسولؐ مانتے ہیں، تو ہم پر لازم ہے کہ ہم رسولؐ کے ساتھ نازل ہونے والے ”نور“ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اتباع کریں۔ اس اتباع میں توحید کی بقاء ہے۔ اگر ہم سب اپنے اعمال کو علیؑ کی اتباع میں انجام دیں گے، تو ہم ایک امتِ واحدہ کی شکل میں ابھریں گے۔ فرقہ فرقہ نہیں ہوں گے۔ یہی وحدت توحید کا تقاضا ہے۔ یہی وحدت حکومتِ الہیہ کا قیام ہے۔

آئیے دیکھیں — کیسے؟

اُحد کا میدان ہے۔ اکیسے علیؑ رسولؐ کا دفاع کر رہے ہیں۔ کفر کا بھرپور حملہ بھی رسولؐ کا بال بیکانہ کر سکا۔ جب اکیسے علیؑ کفر کا وارپلٹ چکے، تو رسولؐ نے پوچھا کہ علیؑ! جب سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے، تو تم کیوں نہیں گئے؟ علیؑ نے محض ایک جملے میں رسولؐ کے حوالے سے مسلمانوں پر واجب تمام کاموں کو واضح کر دیا — فرمایا: کیا میں آپؐ کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیتا!

رول ماڈل ہو، تو ایسا!

علیؑ نے ایک جملے میں سمجھا دیا کہ رسولؐ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ رسولؐ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگیں نہیں۔ رسولؐ کی عزت و تکریم کا تقاضا ہے کہ رسولؐ

نے جہاں کھڑا کیا، وہیں کھڑے رہیں، جب تک رسولؐ کا حکم نہ ہو، ورنہ نہ چھوڑیں؛ جب رسولؐ پکار پکار کر بلا رہے ہوں، تو نصرتِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ فوراً واپس پلٹیں، نہ کہ جان کے خوف سے بھاگتے ہی چلے جائیں۔

ذرا سوچئے تو!

اگر اُحد میں مسلمانوں کی نظریں اللہ کے فرستادہ رول ماڈل علیؑ ابن ابی طالبؑ پر جمی رہتیں اور وہ اپنے افعال میں علیؑ کی اتباع کرتے تو کیا اُحد کا نقشہ وہ ہوتا، جو قرآن نے کھینچا ہے۔ دڑے والوں کی نظر علیؑ پر رہتی تو دڑے سے نہیں ہٹتے کیونکہ علیؑ تو ابھی میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی نظریں علیؑ پر رہتیں تو کیا وہ میدان چھوڑ کر بھاگتے — ہرگز نہیں! — کیونکہ علیؑ تو ڈٹے ہوئے ہیں۔

اُحد کی شکست نے مسلمانوں کے دانت کھٹے کئے، مگر کفر کی ہمت بندھائی۔ کفر مسلمانوں کی کمزوری جان گیا کہ وہ مالی غنیمت کو دیکھ کر رسولؐ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ کفر آج تک اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

دیکھا آپ نے! جس طرح توحید کا تقاضا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے احکامات کی اطاعت کی جائے، اسی طرح اطاعتِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ علیؑ کی اتباع کی جائے تاکہ منشائے الہی کے مطابق احکاماتِ الہیہ کی اطاعت ہو۔ اگر کوئی علیؑ کی اتباع سے منہ موڑتا ہے تو وہ نہ رسولؐ کی اطاعت میں ہے، نہ اللہ کی۔

علیؑ کی اتباع رسولؐ اللہ کے عہد رسالت کے بعد کا کام نہیں ہے، بلکہ علیؑ کی اتباع عہد رسالت ہی میں رسولؐ پر ایمان لانے والے ہر مسلمان پر واجب ہے — خواہ کوئی بھی ہو! اس لیے علیؑ نے عہد رسالت میں یا بعد کسی کی اتباع یا بیعت نہیں کرنی۔ جو بھی رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے اُس پر واجب ہے کہ وہ صرف اور صرف علیؑ کی اتباع

کرے۔ صرف اور صرف علیؑ کی اتباع ہی اسے وحدۃ لا شریک تک لے جاسکتی ہے۔
صرف اور صرف اسی اتباع میں احکامات الہیہ کی اطاعت ہے۔

اگر کوئی علیؑ کی اتباع سے منہ موڑتا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ
علیؑ کی اتباع حکم الہی ہے۔

اگر کوئی علیؑ کی جگہ کسی اور کو بٹھاتا ہے تو بھی شرک کا ارتکاب کرتا ہے،
کیونکہ رسولؐ نے حکم الہی علیؑ کی اطاعت و اتباع کو لازم قرار دیا ہے:

”فَاعْلَمُوا يَا مَعَاشِرَ النَّاسِ! أَنَّ اللَّهَ قَدْ نَصَبَهُ لَكُمْ وَلِيًّا وَ
إِمَامًا، مُفْتَرَضَةً طَاعَتُهُ عَلَى الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَ
عَلَى التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، وَعَلَى الْبَادِي وَالْحَاضِرِ وَ
عَلَى الْأَعْجَمِيِّ وَالْعَرَبِيِّ وَالْحَرِّ وَالْمَمْلُوكِ وَالصَّغِيرِ
وَالْكَبِيرِ وَعَلَى الْأَبْيَضِ وَالْأَسْوَدِ وَعَلَى كُلِّ مُوَحِّدٍ،
مَاضٍ حُكْمُهُ، جَائِزُ قَوْلُهُ، نَافِذُ أَمْرُهُ، مَلْعُونٌ مَنْ
خَالَفَهُ، مَرْحُومٌ مَنْ تَبِعَهُ، وَمَنْ صَدَّقَهُ فَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ،
وَلِمَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَأَطَاعَ لَهُ۔“ (“خطبہ غدیر“، صفحات ۸۷)

(اے لوگو! سمجھ لو کہ اللہ نے علیؑ کو یقیناً تمہارے واسطے ایسا ولی اور ایسا امام مقرر کر
دیا ہے، جس کی اطاعت مہاجرین و انصار پر اور ان پر لازم ہے جو نیکی میں ان کے
تابع ہیں، ان پر بھی جو جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان پر بھی جو شہروں میں آباد ہیں۔
اسی طرح ہر عجمی پر اور ہر عرب پر، آزاد پر بھی اور غلام پر بھی، ہر چھوٹے بڑے پر، ہر
گورے کا لے پر، اور ہر اس شخص پر جو خدا کی توحید پر ایمان رکھتا ہے، اس کا حکم
جاری ہوگا، اس کی بات ماننا واجب ہوگا، اس کا فرمان نافذ ہوگا۔ جو اس کی مخالفت

کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ رحمت کا مستحق وہ ہوگا جو اس کی پیروی کرے گا اور جو اس کی تصدیق کرے گا ایسے شخص کو اللہ نے قابلِ مغفرت قرار دیا ہے، اور اس شخص کو بھی جوئی کی بات سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا۔

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّهُ آخِرُ مَقَامٍ أَقُومُهُ فِي هَذَا الْمَشْهَدِ فَاسْمَعُوا وَاطِيعُوا وَانْقَادُوا لِأَمْرِ رَبِّكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ وَلِيُّكُمْ وَالْهُكْمُ، ثُمَّ مِنْ دُونِهِ رَسُولُهُ مُحَمَّدٌ وَلِيُّكُمْ أَلْقَائِهِ الْمُخَاطَبُ لَكُمْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِي عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ وَإِمَامُكُمْ بِأَمْرِ اللَّهِ رَبِّكُمْ ثُمَّ الْإِمَامَةُ فِي ذُرِّيَّتِي مِنْ وَلَدِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، يَوْمَ تَلْقَوْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا حَلَالَ إِلَّا مَا أَحَلَّهُ اللَّهُ وَلَا حَرَامَ إِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللَّهُ عَرَّفَنِي الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَأَنَا أَفْضَيْتُ بِمَا عَلَّمَنِي رَبِّي مِنْ كِتَابِهِ وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ إِلَيْهِ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۸)

(اے لوگو! یہ آخری موقعہ اور مقام ہے کہ میں سب کے سامنے اسے قائم مقام بناتا ہوں۔ سُنو اور اطاعت کرو اور اپنے رب کا حکم مانو، کہ خداوندِ عزَّ و جل تمہارا معبود اور تمہارا ولی ہے۔ اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو تم سے بات کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد اللہ کے حکم سے، جو تمہارا رب ہے، علیؑ تمہارا ولی اور امام ہے۔ پھر قیامت کے دن تک امامت میری ذریت میں رہے گی، جو اس (علیؑ) کے صلب سے ہوگی، یہ سلسلہ اس دن تک جاری رہے گا جب تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے آخرت میں

حاضر ہو گے۔ کوئی چیز حلال نہ ہوگی، سوائے اس کے جسے اللہ نے حلال قرار دیا اور کوئی چیز حرام نہ ہوگی، سوائے اس کے جسے اللہ نے حرام قرار دیا۔ مجھے اللہ نے حرام و حلال کی معرفت دی اور میں نے اس (علیؑ) کے سپرد کر دیا، کتاب کا علم جو میرے رب نے مجھے دیا تھا، اور حلال و حرام کا علم۔

رسالتِ آج نے علیؑ سے تمسک کی تاکید بایں الفاظ فرمائی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! لَا تَضْلُوا عَنْهُ وَلَا تَنْفَرُوا مِنْهُ وَلَا تَسْتَنْكِفُوا مِنْ وَلَايَتِهِ، فَهُوَ الَّذِي يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَيَعْمَلُ بِهِ وَيُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَيَنْهَى عَنْهُ وَلَا تَأْخُذْهُ فِي اللَّهِ لَوْمَةٌ لَائِمٌ، ثُمَّ إِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالَّذِي قَدَى رَسُولَ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَالَّذِي كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا أَحَدٌ يَغْبُذُ اللَّهَ مَعَ رَسُولِهِ مِنَ الرِّجَالِ غَيْرُهُ۔“ (”خطبہ غدیر“، صفحہ ۹)

(لوگو! اس سے بہک کر اور طرف نہ جانا۔ اس سے الگ نہ ہونا اور اس کو حاکم بنانے سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہی حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور یہی حق پر عمل کرے گا اور یہی باطل کو مٹائے گا۔ اور یہی باطل سے باز رکھے گا، اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے نہ روک سکی گی۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ یہی پہلا شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا، اور جس نے رسولؐ پر اپنی جان فدا کی، اور رسولؐ کے ساتھ ہو کر اللہ کی عبادت ایسی حالت میں کرتا رہا کہ کوئی اس کے سوا مردوں میں سے رسولؐ اللہ کا ساتھی نہ تھا۔)

اسی لیے ہر موحّد پر لازم ہے کہ وہ اللہ کو وحدہ لا شریک ماننے، اور حضرت محمدؐ کو اللہ کا فرستادہ رسولؐ ماننے کے بعد، بلا فصل علیٰ ابن ابی طالبؑ کو اللہ کا ولی اور رسولؐ کا وصیؑ مانتے ہوئے شہادت دے کہ:

”أَشْهَدُ أَنْ عَلِيًّا وَلِيُّ اللَّهِ وَصِيُّ رَسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَتُهُ بِلاَ فَضْلِ“

اللہ کی توحید کی شہادت؛ حضرت محمدؐ کی رسالت کی شہادت؛ اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کی شہادت — وہ ”شہادات“ ہیں، جن کی کامل ادائیگی سے انسان حکومتِ الہیہ کو اپنے اوپر نافذ کرتا ہے۔ اگر کسی ایک شہادت کی ادائیگی میں بھی بخل سے کام لے گا، تو شرک کا مرتکب ہوگا، کیونکہ ان ”شہادات“ کی ادائیگی اللہ وحدہ لا شریک کے حکم سے ہے، اور اس میں کوئی بھی فرد بشر اپنی رائے کو داخل نہیں کر سکتا۔ شرک ظلمِ عظیم ہے۔ سورہ لقمنؑ میں حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ“ (آیت ۱۳)

اسی لیے اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے:

”ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ (آیت ۸۸)

”صراطِ مستقیم“ اللہ کی طرف سے ہدایت کا راستہ ہے۔ بندوں میں سے جو

اس راستے پہ چلتے ہیں وہ اسی سے ہدایت پاتے ہیں۔ اگر کوئی شرک کا ارتکاب کرتا ہے، تو اُس کے تمام اعمال اکارت (حبط) ہو جاتے ہیں۔ اس لیے شرک، خفی ہو یا

جلّی، اس سے بچنا از حد لازم ہے۔

شرک سے بچنے کے لیے پھر اسی رول ماڈل کی ضرورت پڑے گی، جو کہتا ہے کہ:

”ما اشركت بالله طرفته عینی“

(میں نے اللہ کے ساتھ پلک جھپکانے میں بھی شرک نہیں کیا)

یہ کون ہے؟ — وہی نور، جو رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا — علی ابن ابی طالب۔

حضرت ادیم نقویؒ اس قول علیؑ کی وضاحت کرتے ہوئے ”محالس

الصادقین“ میں رقمطراز ہیں:

”جہاں عوام اس کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اتنی دیر کو بھی بُت پرستی نہیں کی جتنی کہ پلک جھپکانے میں دیر لگتی ہے۔ اب اگر اس کا یہ ہی مطلب ہے تو ہر وہ بچہ جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے یہ ہی دعویٰ کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ پیدا ہی مسلمان کے گھر میں ہوا ہے۔ اُس سے بُت پرستی کا کیا واسطہ۔ تو اگر امیر المؤمنینؑ نے بھی یہی بات کہی ہے تو اس میں اُن کی کوئی فضیلت ہوئی۔ لہذا ظاہر ہے کہ اس بات کا ہرگز ہرگز یہ مفہوم صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب عوام کے تصور سے بہت بالاتر ہے۔ جب تک کیفیاتِ نفس کا مطالعہ نہ کیا ہو یا نہ کریں اس کا مفہوم حقیقی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

سنیے! جسمِ انسان میں بے شمار کام ہر وقت ہوتے رہتے ہیں مثلاً حرکتِ قلب، دورانِ خون، معدہ و جگر و آنتوں، گردوں، پھیپھڑوں وغیرہ کے کام۔ یہ افعال اضطراری کہلاتے ہیں اور نفس ان کا قائل ہے لیکن اُس کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ سب حرکات کیفیتِ لاشعوری میں جاری رہتی ہیں۔ زندگی کے اور تمام کام جو امورِ دنیا کے متعلق ہیں اگر غیر ارادی اور لاشعوری میں صادر ہوں گے تو قرآن و حدیث کی رُو سے ان

کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ہی ہوائے نفس ہے۔ جناب امیر المومنین فرماتے ہیں سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں عبادت کی جاتی ہے وہ ہوائے نفس ہے۔ اب مولّا کے فرمان کا مطلب سمجھ میں آسکتا ہے کہ پلک جھپکانے کا شرک سے کیا تعلق ہے۔ اب سمجھیں اور غور کریں کہ جسم انسانی کے اندر تمام اعضاء و جوارح کے سب کام ہر دم اور ہر لحظہ غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہو رہے ہیں۔ ان میں کوئی کام ایسا نہیں ہے جس پر انسان کو کچھ بھی اختیار حاصل ہو۔ مثلاً دل کی دھڑکن پر اور خون کے رگوں میں دوڑنے پھرنے پر انسان کو کیا اختیار ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک پلک جھپکنے کا کام ہی ایسا ہے جو غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہوتا رہتا ہے مگر اُس پر انسان کو اختیار بھی حاصل ہے۔ پس اگر اُس کو فریضہ فطری سمجھ کر اراداً پلک جھپکائے تو یہ اللہ کی عبادت حقیقی ہوگی اور اگر غیر ارادی ولا شعوری طور پر یہ فعل صادر ہو تو یہ ہی شرک باطنی اور شرک خفی ہوگا۔ تو مولّا کا مفہوم تو یہ ہے کہ غیر ارادی ولا شعوری طور پر میں نے کبھی پلک بھی نہیں جھپکائی یعنی اگر میری پلک تک جھپکی ہے تو میں نے اُسے فریضہ فطری سمجھ کر رضائے الہی کے حصول کے لیے ہی جھپکایا ہے۔ یہ ہے مولّا کا عمل اور یہ ہے اُن کا راستہ۔ اب چلے مولّا کے راستے پر اور کہیے ”اھدنا الصراط المستقیم“۔ (صفحات ۲۹-۳۰)

علیٰ چونکہ شرک سے مکمل حد تک دور ہے، اس لیے رسالتِ آباء نے علیؑ کے راستے کو ”صراطِ مستقیم“ قرار دیا:

”یا علیؑ! الصراط صراطک“

(اے علی! تیرا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے)

”نَحْجُ الْأَسْرَارَ مِنْ كَلَامِ حَیدَرِ کَرَارِ“

(جلد اول، صفحہ ۱۲۰)

اَبُ امّتِ مسلمہ کی شومئی قسمت ہے یا تجاہلِ عارفانہ کہ وہ ہر نماز میں ”اٰهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ“ کی خواہش کا اظہار تو کرتی ہے، مگر اس ”صراط“ پر چلنے سے اس لیے انکاری ہے کہ وہ علی کا راستہ ہے۔
علی کے ہوا کون جانتا ہے کہ حقیقی اسلام کیا ہے؟

علی فرماتے ہیں:

”لَا نُسَبِّنُ الْإِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا أَحَدٌ قَبْلِي:
الْإِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ وَالتَّسْلِيمُ هُوَ الْيَقِينُ؛ وَ
الْيَقِينُ هُوَ التَّصَدِيقُ؛ وَالتَّصَدِيقُ هُوَ الْإِقْرَارُ؛ وَ
الْإِقْرَارُ هُوَ الْآذَاءُ؛ وَالْآذَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔“ (نَحْجُ

البلاغہ، صفحہ ۸۴۲)

(میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ اسلام سر تسلیم خم کرنا ہے، اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔)

اَب آپ سمجھے کہ شرک سے بچاؤ کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہوئے اس کے احکامات کو بلاچون و چرا تسلیم کریں، ورنہ سب اعمال جھٹ ہو جائیں گے۔

باب سوم

انبیاء کو قتل کرنا

اللہ کو انسان کی ہدایت اسقدر عزیز ہے کہ اُس نے پہلا انسان ہی نبی بنا کر زمین پر اُتارا۔ مگر اس نبی کو بطور ”خليفة اللہ“ زمین پر اُتارنے سے قبل جب مخلوقِ سماوی — جنوں، سے کہا کہ اُسے سجدہ کریں، تو سب نے سجدہ کیا سوائے عزراہیل کے۔ عزراہیل نے آدم سے حسد کی بناء پر اُسے سجدہ نہ کیا۔ اللہ نے اُس کی اس سرتابی کو ”تکبر“ کا نام دیا، اور اُسے راندہ بارگاہ قرار دے دیا۔ عزراہیل، جو حکمِ سجدہ تک جتن ہوتے ہوئے، اپنی عبادت گزاری کی بناء پر فرشتوں کا بھی سردار تھا، سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ”ابلیس“ بن کر کافرین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقوعہ کو سورۃ البقرہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

”وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ط
اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝“ (آیت ۳۴)
(اور) (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمام مخلوقِ سماوی کو کہا کہ آدم

☆ ”وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۖ اَتَّخَذُوْهُ وَذَرِیَّتَهُ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ۖ بَشَرٌ لِّلظٰلِمِیْنَ ۝“ (سورۃ الکہف، آیت ۵۰)

(اور) (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے مخلوقِ سماوی سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا، پس اُس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر اُسے اور اس کی اولاد کو سر پرست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے یہ کیا ہی برا بدل ہے۔)

کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کر دیا اور غرور میں آ گیا، اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔
راندہ بارگاہ رب العزت قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنی عبادت کا صلہ مانگا۔ ملاحظہ فرمائیے، سورۃ الاعراف:

”قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا
فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ
يُبْعَثُونَ ۝“ (سورۃ الاعراف، آیات ۱۳-۱۴)

((خدا نے)) فرمایا کہ تو اس جگہ سے اتر جا۔ تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے، پس تو نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے۔ وہ بولا: مجھے اس دن تک مہلت دے جبکہ لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔

صلہ لگیا:

”قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝“ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۵)
((خدا نے)) فرمایا: یقیناً تجھے یوم (بعث) تک مہلت دی جاتی ہے۔

صلہ پا کر ابلیس بولا:

”قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِيمَ ۖ ثُمَّ لَا يَنَالُهُمْ مِّنْ يِّنٍ أَيْدِيهِمْ وَ مِنْ
خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ
أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝“ (سورۃ الاعراف، آیات ۱۶-۱۷)

(وہ بولا چونکہ تو نے مجھے ناامید کر دیا میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان سب کے لیے (راستہ مارنے) بیٹھوں گا۔ پھر میں اُن کے پاس ان کے

آگے سے، اور اُن کے پیچھے سے، اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے ضرور آؤں گا، اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

”قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْذُومًا مَّدْحُورًا لِمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ“ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۸)

[خدا نے] فرمایا تو یہاں سے ذلیل راندہ ہو کر نکل جا۔ البتہ جو بھی اُن میں سے تیری پیروی کرے گا، میں ضرور (اُن اور) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ [ابلیس چونکہ آدم سے حسد کی بناء پر تکبر کر کے اس انجام کو پہنچا، اس لیے اُس نے اولادِ آدم سے بدلہ لینے کی ٹھانی، اور اللہ تعالیٰ سے یوں گویا ہوا:

”قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَخْتَنَّكَ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا“ (سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۶۲)

[اور] کہنے لگا بھلا دیکھ تو کیا یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر بزرگی دی ہے۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک ڈھیل دے دے تو میں اُس کی اولاد کو سوائے قلیل تعداد کے ضرور قابو میں کر لوں گا۔]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا وَاسْتَفْزِرْ مِنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصُوتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَ

شَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدَّهُمْ ط وَمَا
يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ
عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ط وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۝“ (سورہ بنی
اسرائیل، آیات ۶۳-۶۵)

[خدا نے] کہا چلا جا، پس جوان میں سے تیری پیروی کرے گا، پھر یقیناً جہنم
ہی تم سب کی سزا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ اور ان میں سے جن کو تو پھسلا سکتا ہے، اپنی
آواز سے پھسلا لے، اور اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا لے، اور اُن
کے مالوں اور اولاد میں شرکت کر اور اُنہیں وعدے دے، اور جو وعدہ اُنہیں
شیطان دیتا ہے وہ سوائے دھوکہ کے کچھ نہیں ہوتا۔ یقیناً جو میرے بندے ہیں
اُن پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، اور تیرا پروردگار کارساز ہونے کو کافی ہے۔]
ابلیس نے اللہ کے خالص بندوں کی بابت اپنی شکست کو تسلیم کیا:

”قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝“ (سورہ ص، آیات ۸۲-۸۳)

(وہ بولا پس تیری عزت کی قسم! ضرور میں اُن سب کو گمراہ کر دوں گا، سوائے
تیرے مخلص بندوں کے۔)

مگر دیگر انسانوں پر ابلیس کا بس چل گیا:

”وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝“ (سورہ سبأ، آیت ۲۰)

(اور یقیناً ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ پس سوائے مومنوں کے
ایک گروہ کے سب نے اس کی پیروی کر لی۔)

یہ ”مومنین“ اور ”مخلصین“ کون ہیں، جو شیطان کے بہکا دوں سے مامون ہیں؟

رسالتِ آج نے خطبہِ غدیر میں واضح فرمایا کہ ”مومنِ خالص“ کون ہیں:

”أَلَا إِنَّهُ لَا يُبْعَضُ عَلِيًّا إِلَّا شَقِيٌّ وَلَا يَتَوَلَّى عَلِيًّا إِلَّا تَقِيٌّ،

وَلَا يُؤْمِنُ بِهِ إِلَّا الْمُؤْمِنُ مُخْلِصٌ -“ (”خطبہِ غدیر“، صفحہ ۱۶)

(خبردار رہو کہ علیؑ سے سوائے شقی کے اور کوئی بغض نہ رکھے گا، اور سوائے خدا

کے پسندیدہ بندے کے کوئی اور علیؑ کا دوست نہ بنے گا، اور سوائے مومن

خالص کے کوئی اس پر ایمان نہ لائے گا۔)

مومنینِ مخلصین کے علاوہ دیگر انسان شیطان کا شکار کیوں ہوئے؟

اس کا جواب انتہائی آسان ہے کہ انہوں نے اُس نور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

کی اتباع چھوڑ کر جسے اللہ نے حضرت محمدؐ کے ساتھ نازل کیا تھا، اُس ہوائے نفسانی کی

اتباع کی، جسکی اتباع سے اللہ نے سختی سے روکا تھا:

”لَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط“ (سورۃ

ص، آیت ۲۶)

(ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔)

اس ہوائے نفسانی کی پیروی نے انسانوں کو اُن کا مقصدِ خلقت:

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝“ (سورۃ

الذٰرِیٰۃ، آیت ۵۶)

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری

عبادت کریں۔)

یعنی صرف اور صرف عبادتِ الہی، بھلا دیا، اور وہ عبادتِ الہی کو چھوڑ کر اپنی ہوائے

نفسانی کی بیماری میں جُت گئے، اور اللہ کی راہ سے ہٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کا مقصد خلقت یاد دلانے اور ان کے نفوس کو ہوئی دھوس سے پاک کرنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ مندرجہ ذیل آیہ کریمہ بھٹ انبیاء کے اس مقصد پر روشنی ڈالتی ہے:

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴)

(بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے بھیجا ان میں ایک
رسول جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور
انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

اسی مضمون کی کئی اور آیات بھی ہیں، مثلاً

”كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا
وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (سورۃ
البقرہ، آیت ۱۵۱)

(جیسا کہ تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت
کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (سورۃ
الجمعة، آیت ۲)

(وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اُمّ القریٰ یعنی مکہ والوں میں ان ہی میں سے

ایک رسول مبعوث کیا کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

تزکیہ نفس کے لئے ہزاروں انبیائے کرام مبعوث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ انسان دنیا میں آنے کے بعد اس کی رنگینیوں میں کھو کر چند دن کی عارضی زندگی کو بہت کچھ سمجھ بیٹھا، اور آخرت کی ابدی زندگی کو بھلا بیٹھا۔ جب آخرت کی زندگی کا تصور اس کے دل و دماغ سے محو ہو گیا تو اس کا نفس خوابِ غفلت میں چلا گیا اور اُس نے اللہ کی عبادت کو عبث جانا کیونکہ اس کی جزا و سزا کا تعلق تو آخرت سے ہے اور غافل نفس کی پیروی میں دنیاوی جاہ و جلال اور مال و دولت حاصل کرنے میں لگ گیا۔ اس کی یہ خواہشات اسے اس قدر اندھا کئے رکھتی ہیں کہ جب اسے ہوش آتی ہے تو خود کو قبر میں پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۚ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝“ (سورۃ
الحکاثہ، آیات ۲۱)

(تمہیں تو کثرتِ (مال و منال اور جاہ و جلال) کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں)۔

جو انسان اندھا دھند ہو اُسے نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اس پر انبیاء کی تعلیمات کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا:

”اَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهٰهٗ هُوَ ۚ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ
وَکِیْلًا“ (سورۃ الفرقان، آیت ۴۳)

(اے رسول! کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی ہوئے نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ پس آپ اُس کے امور درست کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟)

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں: ایک گروہ وہ ہے، جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے ان پر عمل کر کے اپنے نفس کو ہوئی وہوس سے پاک رکھا اور اپنے خالق و معبود حقیقی کی خالص عبادت کی۔ پس یہی گروہ راہِ حق پر گامزن ہے اور ”حزب اللہ“ (اللہ کی جماعت) ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کی پروا نہ کرتے ہوئے ”ہوائے نفس“ کی پیروی جاری رکھی، اور انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اپنا دشمن جانا اور ان کی مخالفت کی۔ اس سے وہ مشرک ہوئے اور ”حزب اللہ“ کو اپنا دشمن گردانتے ہوئے اس کے خلاف برسرِ پیکار رہے (اور ہیں)۔ یہ گروہ ”حزب الشیطان“ ہے۔ اس گروہ نے انبیائے کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا کیونکہ وہ انہیں اپنی راہ کا روٹہ سمجھتے تھے۔ اس گروہ نے انبیاء اور ان کے پیروکاروں پر اس حد تک عرصہ حیات تنگ کیا کہ اکثر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ قصہ مختصر کہ اس گروہ نے ہر وہ تدبیر کی جس سے اس کی دانست میں ”حزب اللہ“ کا اس دنیاوی جنت سے قلع قمع ہو جائے اور ان کے خوابیدہ نفس پر دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کے تصور کا کچھ لگانے والا کوئی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

”أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِّقَانَا كَذَّبْتُمْ وَفَرِّقَانَا تَقْتُلُونَ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۸۷)
(جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس
کوئی حکم لے کر آیا تو تم اڑ بیٹھے۔ پھر تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض
کو جان سے مار ڈالا۔)

لیکن وہ خالقِ مطلق ہی کیا جو مخلوق کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ اُس نے ہزاروں سال تک انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ کی تشریف آوری ہوئی۔ حزب الشیطان نے سلسلہ نبوت کی اس آخری کڑی کو ختم کرنے کے لئے بھی وہی ہتھکنڈے استعمال کئے جو اس سے قبل آزما چکے تھے، اور جب خاتم المرسلین کی شہادت ہو گئی تو اس گروہ نے سکون کا سانس لیا کہ اب قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس طرح اب ان کا راستہ صاف ہے اور قیامت تک اب انکی حکومت ہوگی، لیکن وہ بھول گئے تھے کہ خاتم المرسلین نے اپنے آخری خطبہ حج کے بعد جمع مسلمانوں کے سامنے غدیر خم کے مقام پر حکم خداوندی سے اپنا وصی و جانشین مقرر کیا تھا جس نے شرع اسلام یعنی احکامات الہیہ کی حفاظت کرنی تھی اور یوں حزب الشیطان کے خلاف برسرِ پیکار رہنا تھا۔ حزب الشیطان کے لیڈروں نے سب کچھ بھلا کر اور اُمت کو جانشینِ رسولؐ سے متعلق مغالطے میں ڈال کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیاوی شان و شوکت کو حاصل حیات سمجھتے ہوئے نبیؐ کے جانشین اور محافظِ دین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔

اللہ تعالیٰ نے حزب الشیطان کی کارستانیوں کو سورہ محمد میں یوں بیان فرمایا ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۖ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ۚ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝“ (۲۵-۲۶)

(یقیناً وہ لوگ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اپنے پچھلے دین کی طرف پھر گئے۔ شیطان نے انہیں فریب دیا، اور دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی۔ یہ اس لیے ہوا کہ ان لوگوں نے (حضرت محمدؐ پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے سے) منہ موڑا، اور کہا کہ اس کی اطاعت صرف بعض اُمور میں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ان کے دلوں میں پوشیدہ سازشوں کو جانتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد میں ”حزب اللہ“ کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ“ (آیت ۲)

(اور جو ایمان لائے، اعمالِ صالحہ انجام دیئے، اور اُس ”حق“ پر ایمان لائے جو حضرت محمدؐ کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی تمام برائیاں محو کر دیں اور ان کی حالت سنوار دی۔)

ان صاحبانِ ایمان کے برعکس ”حزب الشیطان“ کی پہچان یہ بتائی گئی ہے:

”الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالُهُمْ“ (آیت ۱)

یعنی وہ کفر اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اُن کی اپنی کارستانیوں کے باعث ان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں — وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

”ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اتَّبَعُوْا الْبَاطِلَ“ (آیت ۳)

اس لیے کہ وہ (کافر) باطل کی اتباع کرتے ہیں۔

چپکے

اہل ایمان اُس ”حق“ کی اتباع کرتے ہیں، جسے حضرت محمدؐ کے رب نے اُن پر نازل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳:

”أَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَبِّهِمْ ط“

حضرت محمدؐ پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے ”حق“ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں ”نور“ کہہ کر اس کی اتباع کا حکم دیا ہے:

”فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (آیت ۱۵۷)

اور رسولؐ خدا نے اس کی وضاحت خطبہ غدیر میں یوں فرمائی ہے:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! النُّورُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ ثُمَّ مَسْلُوكٌ فِيَّ عَلَيَّ ثُمَّ فِي النَّسْلِ مِنْهُ إِلَى الْقَائِمِ الْمَهْدِيِّ الَّذِي يَأْخُذُ بِحَقِّ اللَّهِ وَلِكُلِّ حَقٍّ هُوَلْنَا لِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلَى الْمُقْصِرِينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَالْمُخَالِفِينَ وَالْخَائِنِينَ وَالْآثِمِينَ وَالظَّالِمِينَ مِنْ جَمِيعِ الْعَالَمِينَ -“

(لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو رسولؐ کے ساتھ اتارا گیا ہے، قبل اس کے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشت کی طرف پھیر دیں۔

لوگو! اللہ کی طرف سے نور ہدایت میری ذات میں ہے، پھر وہ علیؑ کو منتقل ہوگا، پھر اس کی نسل میں مہدی قائم تک رہے گا، جو اللہ کے حق کی بابت

مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اس لئے کہ خدائے عزوجل نے ہم کو حجت قرار دیا ہے، تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آئینین اور ظالمین پر۔)

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۷-۱۸)

یہی نور یعنی علی ابن ابی طالب ”حق“ ہے، جو اللہ نے حضرت محمد پر نازل کیا، اور حضرت محمد نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”الْعَلِيُّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ۔۔۔۔“

(علی حق کے ساتھ ہے، اور حق علی کے ساتھ۔۔۔۔)

اس ”حق“ سے منہ موڑنے والوں کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، چاہے ان کی کثرت کتنی ہی کیوں نہ ہو:

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ“ (سورہ محمد، آیت ۹)

(یہ اس لیے ہے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ تعالیٰ نے (حضرت محمد پر) نازل کیا۔ (اس ناگواری کی بناء پر) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط کر دیئے۔) اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد ہی میں ”حزب الشیطان“ کے حصول اقتدار کے نتائج و عواقب بھی بیان کر دیئے:

”فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ تَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ“ (سورہ محمد، آیت ۲۲-۲۳)

(اگر انہوں نے اقتدار حاصل کر لیا، تو یہ نافرمان ہو جائیں گے، زمین پر

كَأَنَّهُا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ
لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَ
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ۝ (سورہ نور، آیت ۳۵)

(اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو، وہ قندیل ایسی ہو گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ زیتون کے برکت والے درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے، اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ وہ نور علی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چاہنے والے کو نور سے ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فاما اراده الله اصعة ففتق نوري فخلق منه
العرش فنور العرش من نوري و نوري من نور
الله و انا افضل من العرش ثم فتق نور علي
فخلق منه الملائكة فنور الملائكة من نور علي
و نور علي ابن ابي طالب من نور الله فعلي
افضل من الملائكة ثم فتق نور بنتي فاطمة
فخلق منه السموات والارض فنور السموات

مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اس لئے کہ خدائے عز وجل نے ہم کو حجت قرار دیا ہے، تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آئینین اور ظالمین پر۔)

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۷-۱۸)

یہی نور یعنی علی ابن ابی طالب ”حق“ ہے، جو اللہ نے حضرت محمدؐ پر نازل کیا، اور حضرت محمدؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”أَلْعَلِّيَّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ“۔۔۔۔

(علیٰ حق کے ساتھ ہے، اور حق علیٰ کے ساتھ۔۔۔۔)

اس ”حق“ سے منہ موڑنے والوں کے اعمال جبط ہو جاتے ہیں، چاہے ان کی کثرت کتنی ہی کیوں نہ ہو:

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَاحْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ“ (سورہ محمد، آیت ۹)

(یہ اس لیے ہے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ تعالیٰ نے (حضرت محمدؐ پر) نازل کیا۔ (اس ناگواری کی بناء پر) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال جبط کر دیئے۔) اللہ تعالیٰ نے سورہ محمدؐ ہی میں ”حزب الشیطان“ کے حصول اقتدار کے نتائج و عواقب بھی بیان کر دیئے:

”فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقْطَعُوا أَرْحَامُكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ“ (سورہ محمدؐ، آیت ۲۲-۲۳)

(اگر انہوں نے اقتدار حاصل کر لیا، تو یہ نافرمان ہو جائیں گے، زمین پر

فساد پھیلانے کے، اور رشتوں کی بھی پروا نہیں کریں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ یہ بہرے اور اندھے ہیں۔)

ان کے اعمال کی حبطی کی اطلاع سورہ محمد ہی میں یوں دی گئی ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا
الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَنْ يَضُرُّوا
اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَسَيُحِطُّ أَعْمَالُهُمْ“ (سورہ محمد، آیت ۳۲)

(وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اور رسول کی مخالفت کی، بعد اس کے کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ وہ ان کے اعمال حبط کر دے گا۔)

باب چہارم

آیات اللہ کا انکار

”آیت“ سے مراد ہے ”نشانی“۔ قرآن مجید کے ایک مکمل جملے کو بھی ”آیت“ کہتے ہیں۔ ”آیات“ آیت کی جمع ہے۔ قرآن مجید کے تین یا اُس سے زائد جملوں کو ”آیاتِ قرآنی“ کہتے ہیں۔ ”آیات اللہ“ سے مراد ہے ”اللہ کی نشانیاں“۔ ”آیات اللہ“ سے مراد آیاتِ قرآنی نہیں!

آئیے، دیکھیں ”اللہ کی نشانیاں“ کیا ہیں؟
حدیثِ قدسی ہے:

”كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف فخلقت
الخلق لكة اعراف“

(میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اس لیے میں نے ایک مخلوق کو خلق کیا، جو میری پہچان بنے۔)
اولین مخلوق جس کو اللہ جل شانہ نے خلق کیا، وہ نورِ محمدؐ ہے۔ رسالتِ مآبؐ

فرماتے ہیں:

”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“

(اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا۔)

نورِ محمدیؐ کی خلقت کے بعد، ختمی مرتبتؐ آیہ مبارکہ:

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوهٖ
فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ

كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ
لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَ
يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ۝“ (سورہ نور، آیت ۳۵)

(اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو، وہ قندیل ایسی ہو گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ زیتون کے برکت والے درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے، اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ وہ نور علی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چاہنے والے کو نور سے ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فاما اراده الله اصعة ففتق نوري فخلق منه
العرش فنور العرش من نوري و نوري من نور
الله و انا افضل من العرش ثم فتق نور على
فخلق منه الملائكة فنور الملائكة من نور على
و نور على ابن ابى طالب من نور الله فعلى
افضل من الملائكة ثم فتق نور بنتي فاطمة
فخلق منه السموات والارض فنور السموات

والارض من نور فاطمة و نور فاطمة من نور الله
 و فاطمة افضل من السموات و الارض ثم فتق
 نور الحسن فخلق منه الشمس و القمر فنور
 الشمس و القمر من نور الحسن و نور الحسن من
 نور الله و الحسن افضل من الشمس و القمر ثم
 فتق نور الحسين فخلق منه الجنة و حور
 العيون فنور الجنة و حور العين من نور الحسين
 و نور الحسين من نور الله و الحسين افضل من
 الجنة و حور العين۔“

(پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صنعتِ کاملہ کو ظاہر فرمانا چاہا تو میرے نور کو
 شگافتہ کیا اور اس سے عرش کو خلق فرمایا۔ پس نورِ عرش میرے نور سے ہے اور
 میرا نور نورِ خدا سے ہے پس میں عرش سے افضل ہوں۔ پھر خدا نے نورِ علیؑ
 کو مشتق کیا اور اس سے ملائکہ خلق فرمائے۔ پس نورِ ملائکہ نورِ علیؑ سے ہے اور
 نورِ علیؑ نورِ خدا سے ہے۔ پس علیؑ ملائکہ سے افضل ہیں۔ پھر میری بیٹی فاطمہؑ
 کے نور کو شگافتہ کیا تو اس سے آسمان و زمین بنائے۔ پس نورِ فاطمہؑ نورِ خدا
 سے ہے، لہذا فاطمہؑ زمین و آسمان سے افضل ہے۔ پھر نورِ حسنؑ کو مشتق
 کیا اور اس سے شمس و قمر بنائے۔ پس نورِ شمس و قمر نورِ حسنؑ ہے اور نورِ حسنؑ
 نورِ خدا سے ہے۔ پس حسنؑ شمس و قمر سے افضل ہے۔ پھر خدا نے نورِ حسینؑ
 کو مشتق کیا اور اس سے جنت اور حوریں بنائیں اور نورِ جنت و حورِ العین
 نورِ حسینؑ سے ہے، اور نورِ حسینؑ نورِ خدا سے ہے۔ پس حسینؑ جنت اور

حورالعین سے افضل ہے۔)

(”امتزاج نور و طین“، صفحات ۳۳-۳۴)

اس حدیث رسولؐ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جو مخلوق اپنی پہچان کے لیے خلق کی، وہ نورانی مخلوق مشتمل بر —

- (۱) حضرت محمدؐ؛
- (۲) حضرت علیؑ؛
- (۳) حضرت فاطمہؑ؛
- (۴) حضرت حسنؑ اور
- (۵) حضرت حسینؑ،

ہے۔ انہیں کے نور کا صدقہ دیگر مخلوقات عالم ہیں۔ اسی مخلوقِ اوّل کو اللہ جلّ شانہ نے اپنی پہچان کا باعث ہونے کے ناتے ”آیات اللہ“ — اللہ کی نشانیاں، قرار دیا ہے۔ یہی ”آیات اللہ“ اس کی تمام صفات کی مظہر ہیں۔ اللہ کو نہ کسی نے دیکھا، نہ دیکھنا ہے۔ انہیں ”آیات اللہ“ کو دیکھ کر اللہ کو سمجھنا ہے۔ اسی لیے ہمہ وقت ان ”آیات اللہ“ سے متمسک رہنے کا حکم دیا گیا، تاکہ ان کے وسیلے سے قرب الہی حاصل ہو۔ اسی کے پیش نظر حکمِ ربی ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ

الْوَسِيلَةَ“ (سورۃ المائدہ، آیت ۳۵)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ کی راہ اختیار کرو) اور اُس تک

پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔)

خالق اور مخلوق کے مابین رابطے کا ذریعہ یہی ”آیات اللہ“ ہیں۔ ان سے منہ موڑ کر کوئی

خالق کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔

ان ”آیات اللہ“ کی پہچان ابھی ہم نے صرف ان پانچ ہستیوں — محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ تک کی ہے۔ اگر ہم ان کی اصل تعداد جاننا چاہیں، تو ذرا سی کوشش سے جان سکتے ہیں۔

رسالت مآبؐ نے حدیث: ”اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِي“ میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے ”نور“ کو خلق کیا ہے، بلکہ اس نور کو اپنی طرف نسبت دے کر فرمایا ہے: ”نوری“ — ”میرے نور“ کو۔ لفظ ”نوری“ درج ذیل حروف کا مجموعہ ہے:

ن، و، ر، ی

بہ لحاظِ ابجد ان حروف کے اعداد ہیں:

ن	=	۵۰
و	=	۶
ر	=	۲۰۰
ی	=	۱۰

ان کا حاصل جمع آتا ہے — ۲۶۶، جس کا جملِ صغیر بنتا ہے: ”۱۳“، اور جملِ اصغر بنتا ہے: ”۵“۔ لہذا ان کی کل تعداد ہے چودہ، یعنی —

خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ؛

امام العالمین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ؛

سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ؛

حضرت امام حسنؑ بن علیؑ؛

- ✽ حضرت امام حسینؑ بن علیؑ؛
- ✽ حضرت امام علیؑ بن حسینؑ؛
- ✽ حضرت امام محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ؛
- ✽ حضرت امام جعفرؑ بن محمدؑ؛
- ✽ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ؛
- ✽ حضرت امام علیؑ بن موسیٰؑ؛
- ✽ حضرت امام محمدؑ بن علیؑ؛
- ✽ حضرت امام علیؑ بن محمدؑ؛
- ✽ حضرت امام حسنؑ بن علیؑ؛ اور
- ✽ حضرت امام محمدؑ بن حسنؑ۔

ان میں اوّل — حضرت محمدؐ، پیغمبرِ آخر الزمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مصیبتِ خالق کے نتائج و عواقب سے ڈرانے، اور اللہ کی شریعت کی شرح کے لیے بھیجا، لہذا انہیں ”مُنذر“ (ڈرانے والا) قرار دیا، اور ان کے دیئے ہوئے دینِ الہی کی حفاظت کے لیے امام علیؑ تا امام مہدیؑ کو ”ہَاد“ قرار دیا۔ ختمی مرتبت خطبہٴ غدیر میں فرماتے ہیں:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! اَلَا وَاِنِّیْ مُنْذِرٌ وَّ عَلِیٌّ هَادٍ“ (”خطبہٴ غدیر“، صفحہ ۲۳)

(لوگو! یاد رکھو کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔)

اسی قولِ پیغمبرؐ کی تصدیق کرتے ہوئے، امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

”الآيَاتُ هُمْ الْآئِمَّةُ وَالتَّذْرُهُمُ الْانْبِيَاءُ“

(”أصول کافی“، جلد دوم، کتاب حجت،

باب ۷، حدیث ۱، صفحہ ۷۵)

(آیات سے مراد ہم آئمہ ہیں اور نذر (ڈرانے والے) سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں)۔

مولائے متقیان علی ابن ابی طالب سے جناب طارق ابن شہاب نے ”امام“ کی تعریف پوچھی، تو امام نے فرمایا:

”الْإِمَامُ كَلِمَةُ اللَّهِ وَحُجَّةُ اللَّهِ وَوَجْهُ اللَّهِ وَنُورُ اللَّهِ وَحَبَابُ اللَّهِ وَآيَةُ اللَّهِ.....“

(”نسخ الاسرار من کلام حیدر کزائر“، جلد

اول، صفحہ ۱۰۹)

(امام کلمۃ اللہ، حجتہ اللہ، وجہ اللہ، نور اللہ، حجاب اللہ، اور ”آیت اللہ“ ہوتا ہے)

پس یہ طے ہوا کہ ”آیات اللہ“ سے مراد منصوص من اللہ آئمہ طاہرین ہیں، جن کا کام بعد از پیغمبر تحفظ دین ہے۔ حزب الشیطان کا وتیرہ رہا ہے کہ وہ شارحین شریعت — انبیاء، کو قتل کرتی، اور اُن کے بعد اوصیائے انبیاء کا انکار کر دیتی، تاکہ عامۃ الناس محافظان شریعت سے بے خبر رہیں، اور حزب الشیطان کے سرخیل شریعت کو اپنی ہوئے نفس کے مطابق ڈھال لیں۔ حزب الشیطان کی انہی چیرہ دستیوں کے باعث جب پیغمبر آخر کا وقت شہادت قریب آنے والا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے انتہائی زور دے کر فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کی امامت سے متعلق جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اُس کا فوراً ابلاغ کر دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو سمجھئے کہ آپ نے

رسالتؐ کا کچھ کام انجام دیا ہی نہیں۔ بالفاظِ دیگر اگر آپؐ اپنے بعد کے نظامِ امامت کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں قائم نہیں کرتے، تو دین کی محافظت کا کوئی انتظام نہیں ہوگا، اور دین نامکمل رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی رسالتِ مآبؐ نے امامتِ علیؑ کا اعلان کیا، اللہ نے تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط“ (سورۃ المائدہ، آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم

پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔)

چونکہ تکمیلِ دین اعلانِ امامتِ علیؑ سے ہوئی، اس لیے رسالتِ مآبؐ نے خطبہ

غدیر میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّمَا اكْمَلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ دِينَكُمْ

بِإِمَامَتِهِ، فَمَنْ لَّمْ يَأْتَمْ بِهِ وَبِمَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ مِنْ

وُلْدِي مِنْ صُلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَغَرَضٌ عَلَى اللَّهِ

عَزَّ وَجَلَّ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ

هُمْ خَالِدُونَ، لَا يُخَفِّفُ اللَّهُ عَنْهُمْ الْعَذَابَ وَلَا

هُمْ يُنْظَرُونَ۔“ (”خطبہ غدیر“، صفحہ ۱۳)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس کی

امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد

قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام

[illegible]

کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے لئے ایک ایسی چیز چن لے جو اس کے لئے بہترین ہو۔ (۵۷)

[illegible]

(۱) - گویا، تہذیب و تمدن، انسانی زندگی، و ساری چیزیں جو انسان کے لئے مفید و نفع بخش ہیں، ان کے لئے انسان نے جو کچھ کرنا چاہا ہے، وہ کر لیا ہے۔
 (۲) - گویا، تہذیب و تمدن، انسانی زندگی، و ساری چیزیں جو انسان کے لئے مفید و نفع بخش ہیں، ان کے لئے انسان نے جو کچھ کرنا چاہا ہے، وہ کر لیا ہے۔
 (۳) - گویا، تہذیب و تمدن، انسانی زندگی، و ساری چیزیں جو انسان کے لئے مفید و نفع بخش ہیں، ان کے لئے انسان نے جو کچھ کرنا چاہا ہے، وہ کر لیا ہے۔

[illegible]

کی خبریوں لی گئی ہے:

”الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا
نَقِيمَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنَاهُ“

((یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی دنیا کی زندگی کی سب کوشش ضائع ہو گئی
اور وہ یہی گمان کرتے ہیں کہ یقیناً وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ
ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا،
پس ان کے اعمال بے کار ہو گئے۔ اس لیے ہم ان کے لیے قیامت کے
دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔)

اس آیت کی تفسیر میں مولا امام رضاؑ فرماتے ہیں:

”یہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں میں سب سے زیادہ گھائے میں ہیں۔ ان کی
دنیا میں اعمال نیک کے لیے کی گئیں تمام تر کوششیں رائیگاں اور بیکار ثابت
ہوئی ہیں۔ یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نیک کام کر رہے ہیں (حالانکہ ایسا
نہیں)۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں (نشانوں) کو
جھٹلایا اور کافر ہو گئے۔ (حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت کو ٹھکرا کر)
انہوں نے اپنے رب کی ملاقات کا بھی انکار کیا (کیونکہ علیؑ ابن ابی طالبؑ
کی ولایت و امامت کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار ہے)
چنانچہ ان کے تمام اعمال حبط کر لیے گئے (یعنی ضائع اور تباہ ہو گئے) لہذا
اب قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے کوئی میزان عمل مقرر نہیں کیا جائے

گا۔ (اس لیے کہ ان کے پاس ایسے اعمال ہی نہیں جنہیں تولا جاسکے) اور یہی جہنم کی آگ کے کتے ہیں۔“

(عُیُونُ الْأَجْبَارِ الرَّضَا، صفحات ۵۲۸-۵۲۹)

”آیات اللہ“ کو جھٹلانے والوں کی قدح میں اور اُن کے انجام کے بارے میں دیگر آیات قرآنی ملاحظہ فرمائیے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورة البقرة، آیت ۳۹)

(اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، وہی دوزخ والے ہوں گے، اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔)

﴿وَبَاءُ وَبَغَضٍ مِّنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾ (سورة البقرة، آیت ۶۱)

(اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔)

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ (سورة آل عمران، آیت ۴)

(بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے۔)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ
نَصْرَيْنِ ۝“ (سورہ آل عمران، آیات ۲۱-۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان کو بھی قتل کرتے ہیں، آپؐ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے، اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

”وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَةَ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلُهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا“ (سورۃ النساء، آیت ۱۴۰)

(اور یقیناً وہ کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جس وقت تم یہ سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کا ٹھٹھا اڑایا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں غور کریں ورنہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں (ایک جگہ) اکٹھا کرنے والا ہے۔)

”وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّ وَ بُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۚ مَنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۖ“ (سورۃ الانعام، آیت ۳۹)

(اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ اندھیروں میں بہرے اور گونگے



وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

(- میں نے سنا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(سورۃ الانفال آیت ۴۰)

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

(- میں نے سنا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(سورۃ الانفال آیت ۴۰)

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

(- میں نے سنا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

ای اور ان کے لئے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(سورۃ الانفال آیت ۴۰)

وَالَّذِينَ فِي الْأَنْفَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمْ شَيْءٌ

(- میں نے سنا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

أَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أَنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۝“ (سورة الاعراف، آیت ۶۳)

(پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے اس کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بے شک وہ کوردل قوم تھی۔)

”فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝“ (سورة الاعراف، آیت ۷۲)

(پس ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دی اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ مومن نہیں تھے، ان کی ہم نے نسل قطع کر دی۔)

”وَالَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝“ (سورة الاعراف، آیت ۱۸۲)

(اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا عنقریب ہم انہیں درجہ بدرجہ (گرفتار) کریں گے، ایسے طور پر کہ وہ کچھ نہ سمجھیں گے۔)

”فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ۝“ (سورة یونس، آیت ۱۷)

(پس اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ موٹ بہتان باندھا، یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ یقیناً (ایسے) مجرم فلاح نہیں پاتے۔)

”وَتِلْكَ عَادٌ فَفُتَّ جَحْدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ

وَاتَّبِعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ وَاتَّبِعُوا فِي هَذِهِ
الدُّنْيَا لَعْنَةً“ (سورہ ہود، آیت ۵۹-۶۰)

(اور یہ عادت تھے جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا تھا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور انہوں نے ہر سرکش و عناد رکھنے والے کی پیروی کی تھی۔ اس دنیا میں ہی ان کے پیچھے لعنت لگادی گئی تھی۔)

”قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝
قَالَ كَذٰلِكَ اٰتٰنَا فَانْسِيْنٰهَا ۝ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ
تُنْسٰی ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ
بَاٰیٰتِ رَبِّهِ ۝ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی ۝“ (سورہ
طہ، آیات ۱۲۵-۱۲۷)

(وہ کہے گا اے میرے پروردگار جب میں (دنیا میں) دیکھنے والا تھا تو تو نے مجھے اندھا کیوں محسوس کیا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تھیں تو تم نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور اس طرح آج تمہارا بھی کچھ خیال نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح ہم اسے سزا دیا کرتے ہیں جس نے زیادتی کی ہو اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لایا ہو، اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔)

”وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝“ (سورہ
لقمان، آیت ۳۲)

(اور سوائے ہر بدعہد اور ناشکرے کے ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔)

”وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

الْخٰسِرُونَ“ (سورہ زمر، آیت ۶۲)

(اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے (خاسرون) ہیں۔)

چونکہ رسالتمآبؐ اس سے باخبر تھے کہ حزب الشیطان امام علیؑ تا امام مہدیؑ — آیات اللہ کا انکار کرے گی، اور ان کے مقابل اپنے خود ساختہ اماموں کو کھڑا کرے گی، اس لیے آپؐ نے ”خطبہ غدیر“ میں واضح کر دیا کہ:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي آئِمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنْصَرُونَ - إِنَّ اللَّهَ وَآنَا بَرِيَانٍ مِنْهُمْ - إِنَّهُمْ وَأَشْيَاعُهُمْ وَاتَّبَاعُهُمْ وَأَنْصَارُهُمْ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلِبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ فِي صَحِيفَتِهِ -“

(”خطبہ غدیر“ صفحات ۱۸-۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحاب صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

رسالتمآبؑ یہ بھی جانتے تھے کہ غدیرِ خم پہ امام علیؑ تا امام مہدیؑ کی بیعت کرنے والے شیطان کے بہکاوے میں آکر اس بیعت کو توڑ دیں گے، اس لیے آپؑ نے متنبہ کیا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! فَاتَّقُوا اللَّهَ وَبَايعُوا عَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْأَئِمَّةَ كُلَّمَا طَبِقَتْ بَاقِيَةُ يَهْلِكُ
اللَّهُ مَنْ غَدَرَ وَيَرْحِمُ اللَّهُ مَنْ وَفَى وَ”فَمَنْ نَكَثَ
فَإِنَّمَا يَنْكُثْ عَلَى نَفْسِهِ“ (سورۃ الفتح، آیت ۱۰)۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۳۱)

(لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان آئمہؑ سے جو کلمہ باقیہ ہیں، بیعت کر لو، (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا، اللہ اسے ہلاک کرے گا، اور جو وفا کرے گا، اللہ اس پر رحم فرمائے گا) ”اور جو اس بیعت کو توڑ دے گا، اس توڑنے کا ضرر اسی کی ذات پر پڑے گا۔“ (بیعت پہ قائم رہنے والوں کے لیے رسالتِ مآبؑ نے ”جنات النعیم“

کی بشارت دی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! السَّابِقُونَ إِلَى مُبَايَعَتِهِ وَمُؤَالَاتِهِ
وَالتَّسْلِيمِ عَلَيْهِ بِأَمَارَةِ الْمُؤْمِنِينَ أُولَئِكَ هُمُ
الْفَائِزُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۳۲)

(لوگو! جو علیؑ سے بیعت کرنے میں، ان سے دوستی رکھنے میں، اور ان کو امیر المؤمنین تسلیم کرنے میں سبقت کرنے والے ہوں گے، وہی

”جنات النعیم“ کے حقدار ہوں گے۔)

”جنات النعیم“ کا ترجمہ بالعموم مترجمین قرآن نے نعمتوں والی جنت کیا ہے، جو سراسر غلط ہے، کیونکہ جنت ہے ہی نعمتوں والی جگہ۔ کوئی ایسی جنت نہیں ہو سکتی جہاں زحمتیں ہوں۔ دنیا کے قید خانے میں ثابت قدمی سے زحمتیں برداشت کرنے کے صلے ہی میں تو جنت ملے گی۔ پھر اُس میں بھی زحمتیں ہوں، تو جنت کا کیا فائدہ؟

پھر یہ ”جنات النعیم“ ہے کیا؟

اس کو سمجھنے کے لیے ”نعیم“ کو سمجھنا پڑے گا۔ ”نَعِیمٌ“ کا ترجمہ ”نعمتیں“ کیا جاتا ہے، جو سراسر غلط ہے۔ ”نَعِیمٌ“ جمع کا صیغہ نہیں، بلکہ واحد مذکر ہے، اور اسم صفت کی آخری ڈگری اسم تفضیل ہے۔ اسم تفضیل میں کوئی بھی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور اس سے زیادہ اس صفت کا حامل اور کوئی نہیں ہوتا۔ لہذا ”نَعِیمٌ“ سے مراد ایسا واحد مرد ہے، جس پر تمام نعمتوں کا اتمام ہوا۔ جب ہم اتمامِ نعمت کا سوچتے ہیں تو ہمارے ذہن میں آیت اکمال الدین:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (سورۃ المائدہ، آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم

پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔)

آتی ہے، جو بتلا رہی ہے کہ ولایت و امامت نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے اعلان و اشہاد پر نہ

صرف تکمیلِ دین کا اعلان کیا گیا، بلکہ اللہ نے اتمامِ نعمت کا اعلان و نشان بھی کیا۔ جس

پر اتمامِ نعمت ہو، اُسے ”نَعِیمٌ“ کہا جاتا ہے، یعنی امام العالمین علی ابن ابی طالب۔

اسی ”نعیم“ سے منسوب جنات کو ”جنات النعیم“ کہا جاتا ہے، جہاں اس ”نعیم“ کی

اتباع کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

”نعیم“ کی مذکورہ شرح کے ثبوت میں ہم ”عُيُونُ أَتْبَارِ الرِّضَا“ مؤلفہ شیخ صدوقؒ میں منقول حدیث ذیل پیش کرتے ہیں:

”محمد بن یحییٰ الصولی سے ہی مروی ہے کہ ہمیں ابی زکوان قاسم بن اسماعیل نے بتایا کہ انہیں ابراہیم بن عباس الصولی نے سن ۲۲۷ ہجری میں یہ روایت سنائی کہ ایک دن ہم حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امامؑ نے فرمایا: ”دنیا میں نعیم حقیقی نہیں ہے“ چنانچہ اس موقع پر امامؑ کے پاس جو فقہاء موجود تھے ان میں سے بعض نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ“

(ترجمہ: پھر تم لوگوں سے سوال کیا جائے گا نعیم کے بارے میں۔)

لہذا قیامت کے دن جس ”نعیم“ کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ دنیا میں ہی نہیں؟ حالانکہ وہ نعیم ٹھنڈا پانی ہے۔ چنانچہ امام رضاؑ نے بلند آواز میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ ہیں جنہوں نے ”نعیم“ کی یہ تفسیر بیان کر کے اسے چند قسموں کا قرار دے دیا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ (نعیم) ٹھنڈا پانی ہے، ایک گروہ نے اسے پاکیزہ کھانے سے تعبیر کیا ہے، جبکہ تیسرے گروہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پُر سکون نیند ہے۔ حالانکہ میرے پدر بزرگوارؑ نے حضرت ابا عبد اللہ جعفر الصادقؑ کی یہ حدیث مجھے سنائی تھی کہ جب ”ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ“ (سورۃ التکاثر، آیت ۸) کے ضمن میں کچھ لوگوں

نے آپؐ کی خدمت میں اسی طرح کے اقوال بیان کیے تو امام جعفر صادقؑ نے غضبناک ہو کر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ان چیزوں کے بارے میں ہرگز سوال نہیں کرے گا جو اس نے انہیں اپنے فضل و کرم خاص کی وجہ سے عنایت فرمائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کردہ ان نعمات کے بارے میں سوال کر کے ان پر اپنا احسان نہیں بتائے گا جو اس نے انہیں ان کی ضروریات زندگی کے لیے فراہم فرمائی ہیں۔ اس لیے کہ خود مخلوق میں کسی کو اس کی ضرورت کی کوئی چیز اگر فراہم کی جائے تو اس کے حوالے سے اسے جتنا معیوب اور فعلِ قبیح تصور کیا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ خدا اپنی مخلوق پر ایسی نعمتوں کے عطا کرنے پر اپنا احسان بتائے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ وہ ”نعیم“ جس کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے سوال کرے گا وہ ہم اہل بیتؑ کی محبت و ولایت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن توحید اور نبوت کے بارے میں سوال کرنے کے بعد اپنے بندوں سے سوال کرے گا اور جس جس نے ہماری محبت و ولایت کا حق و فادا کیا ہوگا اسے اس بہشتِ نعیم کی طرف لے جایا جائے گا جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس کے بعد میرے پدرِ بزرگوارؑ نے آباؤ اجداد کے حوالے سے جناب رسولِ خدا کی یہ حدیث نقل فرمائی کہ آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی ہے اور اس کے بعد اس امر کا اقرار کہ تو (علیؑ) مومنین کا ولی اور امام ہے، جسے اللہ نے مقرر کیا۔ وہ پہلی گواہی (اقرارِ توحید و رسالت) ہے اور جسے میں (محمدؐ)

نے مقرر کیا وہ تیسری ولایت کی گواہی و اقرار ہے، پس جو کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور اس پر عقیدہ و ایمان بھی رکھتا ہے اسی کو ”نعیم“ عطا کی جائے گی، جو ابدی ہے اور اس کے لیے زوال نہیں۔

محمد بن یحییٰ الصولی کہتا ہے کہ ابو زکوان جب میرے لیے یہ حدیث بیان کر چکا تو بغیر کوئی سوال کیے مجھے کہا کہ میں نے تمہارے لیے اس حدیث شریف کو اس لیے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث تمہارے نزدیک چند وجوہات کی بناء پر قابل اعتبار ہے جن میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ بصرہ میں تم نے احادیث بیان کرنے والوں میں سے مجھے ہی منتخب کیا تھا (یعنی مجھ سے ہی بیان حدیث کے لیے رجوع کیا تھا) جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہارے چچا ابراہیم بن عباس الصولی نے یہ حدیث میرے لیے بیان کی لہذا تم اپنے چچا کو ایک ذمہ دار فرد کے طور پر جانتے ہوئے اس پر اعتبار کرو گے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ میں لغت اور اشعار کے فن میں مہارت رکھنے کی بناء پر اسی شعبے میں مصروف رہتا ہوں، اور لغت اور اشعار کے علاوہ کسی دوسری چیز پر اعتبار نہیں رکھتا تھا، مگر ایک دن میں نے خواب میں جناب رسول خدا کی زیارت کی، اور دیکھا کہ لوگ آگے بڑھ کر آنحضورؐ کو سلام کر رہے ہیں، اور آپ ان کے سلام کا جواب بھی دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آگے بڑھ کر آنحضورؐ کو سلام کیا مگر آنحضورؐ نے میری طرف سے رخ پھیر لیا۔ جب میں نے دست بستہ عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کی امت میں سے نہیں ہوں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہو تو تم میرے امتی، لیکن افسوس کہ تم نے لوگوں تک وہ ”حدیثِ نعیم“ نہیں

پہنچائی جو تم نے ابراہیم سے سنی تھی۔ صولی کہتا ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جسے عامہ نے جناب رسول خدا سے نقل کیا ہے لیکن اس طرح کہ اس میں نہ تو ”نعیم“ کا ذکر ہے اور نہ ہی مذکورہ آیت (سورۃ التکاثر کی آیت ۸) کا ذکر ہے، بلکہ صرف یہ روایت منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا وہ توحید، نبوت (رسالت) اور علیٰ ابن ابی طالب کی ولایت کی شہادت ہے۔“ (صفحات ۵۵۲ تا ۵۵۳)

پیشتر اس کے کہ ہم اگلے موضوع پر گفتگو کریں، ایک وضاحت کرتے چلیں کہ ”آیت اللہ“ کی ترکیب آج کل انتہائی غلط انداز میں استعمال کی جا رہی ہے۔ ”آیت اللہ“ صرف اور صرف منصوص من اللہ معصوم امام ہیں۔ کوئی غیر معصوم فرد بشر، بھلے کتنا ہی برگزیدہ اور علمی اعتبار سے بالیدہ کیوں نہ ہو، ہرگز ہرگز ”آیت اللہ“ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح لفظ ”پیغمبر“ یا ”امام“ ہم اپنی مرضی سے کسی کی قابلیت کے پیش نظر استعمال نہیں کر سکتے، ایسے ہی ”آیت اللہ“ کسی غیر معصوم کے ساتھ چسپاں نہیں کر سکتے۔

”آیت اللہ“ نہ تو کوئی ڈگری ہے، جو کوئی شخص خاص تعلیمی درجے پر جا کر حاصل کر لے؛ نہ ہی یہ کوئی لقب ہے، جو معاشرہ کسی عالم و فاضل شخص کو عطا کر دے؛ نہ ہی یہ کوئی خطاب ہے، جو حکومت کسی علامہ و فہامہ شخص کو نواز دے۔ یہ تو فقط امتیازی خصوصیت ہے منصوص من اللہ معصوم امام کی۔ ان کا یہ prerogative کسی غیر معصوم انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوئی یونیورسٹی یا حوزہ علمیہ اس نام سے کوئی ڈگری جاری نہیں کر سکتی۔

کسی فرد بشر کا پیغمبر یا امام کی کسی امتیازی خصوصیت کو اپنے ساتھ چسپاں کرنا،

پیغمبرؐ یا امامؑ کی ہمسری کرنے کے مترادف ہے، جو سراسر جہالت پر مبنی اور گناہ عظیم ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں دارالعلوم دیوبند کا بانی محمد قاسم نانوتوی پہلا شخص ہے، جس نے اپنے ساتھ ”آیت اللہ“ کی ترکیب چسپاں کی۔ ان کے ہاں تو سب کچھ جائز ہے۔ جب اللہ کے بنائے ہوئے معصوم امامؑ کے مقابل خانہ ساز خلافت کا قیام جائز ہے، تو ہر مرتبے میں شرکت جائز ہوگی۔

ہنگو

انتہائی افسوس ہے ان پر جن کے مکتب میں نماز پڑھانے والے عالم کے لیے بھی لفظ ”امام“ کا استعمال ممنوع ہے، وہ اپنے ساتھ معصوم امام کے لیے مخصوص تراکیب کا استعمال کریں، اور اعتراض پر چپیں بجھیں ہوں، اور کہیں کہ ہم چونکہ ”نائب امام“ ہیں، اس لیے ہمارے لیے یہ روا ہے۔

جہاں تک نیابتِ امامؑ کا تعلق ہے، اس پر آخری امام حضرت محمد مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف نے اپنی توفیق مبارکہ میں یہ کہہ کر پابندی لگا دی کہ:

”اے علی بن محمد سمری سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری وفات پر تمہارے بھائیوں کو صبرِ عظیم کا ثواب عطا فرمائے اس لئے کہ اب تمہاری موت چھ دن میں واقع ہو جائے گی لہذا اپنے کام سمیٹ لو اور آئندہ اپنی وفات کے بعد کے لئے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرنے کی وصیت نہ کرنا کیونکہ اب غیبتِ تامہ واقع ہو چکی ہے اور بغیر حکمِ خدا اب ظہور نہ ہوگا، اور وہ بھی ایک طویل عرصے کے بعد، جب لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی اور آئندہ میرے شیعوں میں سے کچھ لوگ میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کریں

گے لیکن جو شخص خروج سفیانی سے قبل میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کرے وہ بہت بڑا جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے (یادر ہے اصل عبارت میں امام نے لفظ کذاب استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ایسے جھوٹے کے ہیں جس کے جھوٹ سے دین میں حرج واقع ہو جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ)۔“

(ماہنامہ تنظیم الاسلام، لاہور بابت ماہ

فروری 2009ء، صفحہ 26)

کسی غیر معصوم کے امام یا نائب امام بننے، کہلوانے اور کہے جانے پر سختی سے منع نہ کرنے پر انتہائی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اصول کافی، کتاب الحجّت، باب نمبر ۸۴ میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے:

(۱) جس نے امامت کا دعویٰ کیا در آنحالیکہ وہ اس کا اہل نہیں، تو وہ کافر ہے۔ (حدیث نمبر ۱)

(۲) جو نااہل امر امامت کا دعویٰ کرے گا، خدا اس کی عمر کو اس دنیا میں وبال بنا دے گا۔ (حدیث نمبر ۵)

(۳) تین شخصوں سے روز قیامت خدا کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی اُن کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا — اوّل، وہ کہ جس نے دعویٰ امامت کیا (کسی بھی معنی میں) حالانکہ وہ خدا کی طرف سے امام نہیں؛ دوسرے، وہ جس نے امام منصوص من اللہ سے انکار کیا؛ تیسرے، وہ جس نے ان دونوں کے لیے اسلام میں کوئی حصہ قرار دیا (یعنی جو کوئی ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھے، وہ بھی غرق ہوا۔) (حدیث نمبر ۲۱)

”ثواب الاعمال وعقاب الاعمال“ میں شیخ صدوق ”امام محمد باقر“ سے

روایت کرتے ہیں:

”میں اسلام میں ضرور اس رعیت پر عذاب نازل کروں گا کہ جو ایسے ظالم ’امام‘ کی اطاعت کرے کہ جو اللہ عزوجل کی جانب سے مقرر نہ ہو اگرچہ یہ رعیت اپنے اعمال میں نیک و پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو، اور میں اسلام میں اس رعیت کو ضرور معاف کر دوں گا کہ جو ایسے ہدایت کرنے والے امام کی اطاعت کرے کہ جو اللہ عزوجل کی جانب سے (معین شدہ) ہو، اگرچہ یہ رعیت اپنے اعمال میں ظالم اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔“ (صفحات 222-223)

کسی کا امام نہ ہوتے ہوئے، امامت کا دعویٰ کرنا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ ایسے مفتری کے لیے اللہ کی وعید ہے:

”وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝“ (سورۃ الزمر، آیت ۶۰)

[اور (اے رسولؐ) تو قیامت کے دن ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں؟]

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

”اس سے مراد وہ شخص ہے، جو امام نہ ہو، لیکن دعویٰ کرے کہ وہ امام ہے۔“

پوچھا گیا کہ اگر چہ وہ علوی وفاطمی (اولادِ فاطمہؑ علیؑ) ہی ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ بے شک اگر چہ وہ علوی وفاطمی ہی ہو۔

(تفسیر المتقین، صفحہ ۶۰۳)

ایسے مدعیانِ امامت کی خبر اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص میں یوں لی ہے:

”وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنصُرُونَ ۝ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ ۝“ (آیات ۴۱-۴۲)

(اور ہم نے اُن کو ایسے امام قرار دیا جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں، اور قیامت کے دن وہ کوئی مدد نہیں دیئے جائیں گے اور ہم نے اسی دنیا میں اُن کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بُرے حال والوں میں سے ہوں گے۔) انہی اماموں کی خبر رسالتِ آباء نے خطبہ غدیر میں بایں الفاظ دی تھی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنصُرُونَ۔ إِنَّ اللَّهَ وَأَنَا بَرِيَانٍ مِنْهُمْ۔ إِنَّهُمْ وَأَشْيَاعُهُمْ وَاتِّبَاعُهُمْ وَأَنْصَارُهُمْ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلِبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ أَلَا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ فِي صَحِيفَتِهِ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۸-۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے

اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔ دعا ہے کہ ربّ لم یزل ولا یزال ہمیں آئمہ معصومینؑ سے متمسک رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور جہنم کی طرف بلانے والے ”آئمہ“ کے سایے سے بھی محفوظ رکھے۔

باب پنجم

ارتداد

”ارتداد“ سے مراد ہے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لینا۔ ہر مسلمان سوچے گا کہ بھلا ایسے کوئی کیونکر کرے گا — مگر — ایسا ہو جاتا ہے جب مفادات پر زد پڑے۔ اسلام میں داخل ہوتے وقت لازم نہیں کہ ہر کوئی اسلام لانے کے نتائج کو پورے طور پر سمجھے اور ہر حکم الہی پر سر تسلیم خم کرنے کا عزم مصمم کر لے، اور اس سے کبھی نہ پھرے۔

بڑے بڑے لوگ اسلام میں آئے، مگر جب حسبِ منشاء فوائد سے محرومی نظر آئی، تو اللہ و رسولؐ کے احکامات سے منہ موڑ کر اپنی ہوائے نفسانی کی اتباع میں لگ گئے۔ اس اتباع نے انہیں اللہ کے راستے یعنی علیؑ کے راستے سے دور کر دیا۔ علیؑ سے دُوری اسلام سے دُوری ہے۔ اسی کا نام ”ارتداد“ ہے۔ اللہ نے ”آیہِ بلغ“ میں واضح کر دیا تھا کہ جو میرے پیغام سے دل تنگ ہوگا، وہ رسولؐ کو درپے آزار ہوگا۔ ایسے شخص کی ہدایت کا اللہ ذمہ دار نہیں ہے جو بعدِ اسلام کفر اختیار کر لے۔

ملاحظہ ہو آیہِ بلغ:

”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۗ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥“ (سورۃ المائدہ، آیت ٦٤)

(اے رسولؐ! پہنچا دیجئے جو آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا

ہے۔ اگر آپؐ نے یہ فعل انجام نہ دیا تو گویا آپؐ نے رسالت کا کوئی کام انجام دیا ہی نہیں۔ آپؐ کو اللہ کچھ مخصوص انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ ایسے انسانوں کی ہدایت کا ذمہ دار نہیں جو (اس پیغام کا انکار — جلی یا خفی طور پر کر کے) کفر اختیار کریں۔

ظاہر ہے غدیر خم پہ سبھی مسلمان تھے، مگر اُن میں وہ بھی تھے، جو پیغام غدیر سے ناراض ہونے والے تھے، اور ناراضی اس قدر متوقع تھی کہ وہ رسولؐ کو درپے آزار ہونے والے تھے، اور ولایتِ علیؑ کا انکار کرنے والے تھے۔ رسالتِ آپؐ نے ایسے لوگوں کی خبر خطبہ غدیر کے آغاز میں دی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! مَا قَصَرْتُ فِي تَبْلِيغِ مَا أُنْزِلَ إِلَيَّ
وَأَنَا مُبَيِّنٌ لَّكُمْ سَبَبَ هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ هَبَطَ إِلَيَّ مَرَارًا ثَلَاثًا يَأْمُرُنِي بِالسَّلَامِ مِنْ
رَبِّي وَهُوَ السَّلَامُ، أَنْ أَقُومَ فِي هَذَا الْمَشْهَدِ فَأَعْلِمَ
كُلَّ أَيْبَضٍ وَأَسْوَدٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخِي
وَوَصِيِّي وَخَلِيفَتِي وَالْإِمَامُ مِنْ بَعْدِي، الَّذِي
مَحَلُّهُ مِنِّي مَحَلُّ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ
بَعْدِي، وَهُوَ وَلِيُّكُمْ بَعْدَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَقَدْ أُنْزِلَ
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيَّ بِذَلِكَ آيَةً مِنْ كِتَابِهِ
”إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ“
(سورة المائدة، آیت ۵۵) وَعَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَقَامَ

الصَّلَوةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَهُوَ رَاكِعٌ يُرِيدُ اللَّهُ
عِزًّا وَجَلًّا فِي كُلِّ حَالٍ وَسَأَلْتُ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَنْ يَسْتَعْفِيَ لِي عَنْ تَبْلِيغِ ذَلِكَ إِلَيْكُمْ أَيُّهَا
النَّاسُ لِعِلْمِي بِقَلَّةِ الْمُتَّقِينَ وَكَثْرَةِ الْمُنَافِقِينَ
وَإِذْغَالِ الْآثِمِينَ وَخْتَلِ الْمُسْتَهْزِئِينَ بِالإِسْلَامِ -
الَّذِينَ وَصَفَهُمُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ بِأَنَّهُمْ "يَقُولُونَ
بِالْإِسْنَةِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَيَحْسِبُونَهُ هِينًا وَهُوَ
عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ" وَكَثْرَةُ إِذَا هُمْ لِي غَيْرَ مَرَّةٍ
حَتَّى سَمَوْنِي أَذْنَا وَزَعَمُوا أَنِّي كَذَّالِكَ لِكَثْرَةِ
مَلَأَرَمَتِهِ إِيَّايَ وَاقْبَالِي عَلَيْهِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ
عِزًّا وَجَلًّا فِي ذَلِكَ، "وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ
وَيَقُولُونَ هُوَ أَذُنٌ، قُلْ أَذُنٌ خَيْرٌ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ"، (سورة توبه، آيت ٦١) وَلَوْ شِئْتُ أَنْ
أَسْمِيَ بِأَسْمَائِهِمْ لَسَمَّيْتُ، وَأَنْ أُوْمِي إِلَيْهِمْ
بِأَعْيَانِهِمْ لَاؤُمَأْتُ، وَأَنْ أَذُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلَلْتُ وَ
لَكِنِّي وَاللَّهُ فِي أُمُورِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ، وَكُلُّ ذَلِكَ
لَا يَرْضَى اللَّهُ مِنِّي إِلَّا أَنْ أُبْلَغَ مَا أَنْزَلَ إِلَيَّ (ثُمَّ
تَلَا عَلَيْهِ السَّلَامُ) "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أَنْزَلَ
إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (فِي عَلَيٍّ) وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَفْصِلُكَ مِنَ النَّاسِ"، (سورة المائدة، آيت ٦٤)

(”خطبہ غدیر“ صفحات ۵-۷)

(ایہا الناس! جو کچھ اس نے نازل فرمایا میں نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی، اور اب میں اس آیت کی شان نزول بھی تمہارے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جبرائیلؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور یہ حکم لائے، سلام کے ساتھ میرے رب کی طرف سے جو خود سلام اور سلامی کا مبداء، کہ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر ہر گورے اور کالے کو یہ اطلاع دوں، کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ میرے بھائی، میرے وصی، میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں، جن کی منزلت اور نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی، فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد تم سب کا ولی ہے۔ اس بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں ایک آیت مجھ پر نازل فرما چکا ہے: ”سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں“ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اقامہ صلوٰۃ کیا اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دی۔ خداوند عز و جل کی خوشنودی اسے ہر حال میں مد نظر رہتی ہے اور میں نے جبرائیلؑ سے خواہش کی کہ خداوند تعالیٰ مجھے اس حکم کو تم لوگوں تک پہنچانے سے معاف رکھے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ متقین کی کمی ہے اور منافقین کی کثرت اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کا مکرو فریب، اور اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی حیلہ بازیاں بروئے کار۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے ”وہ اپنی زبان سے جو کچھ کہتے ہیں

وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے، اور یہ لوگ مجھے بارہا ذہنتیں دے چکے ہیں، یہاں تک کہ میرا نام رکھا اور کہا کہ یہ تو ”اُذُن“ (کانوں کا کچا یعنی جو کچھ کسی سے سُن لیتا ہے اُسی پر یقین کر لیتا) ہے اور یہ سمجھ لیا کہ میں ایسا ہی ہوں، اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی: ”اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ”اُذُن“ کہہ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم (ان لوگوں کے جواب میں جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں) یہ کہہ دو کہ وہ (نبیؐ) کان دے کر تو صرف وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (ورنہ) وہ تو صرف اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین (مخلصین کی باتوں) کا یقین کرتے ہیں۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ ان کے نام بتلاؤں تو بتلا سکتا ہوں، اور اگر یہ چاہوں کہ ان کی طرف اشارہ کر دوں تو کر سکتا ہوں۔ اور اگر یہ چاہوں کہ ان کا پتہ بتاؤں تو بتا سکتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں نے ان کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ بھی اس وقت نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں۔ (پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی) ”اے رسول! جو کچھ (علیؑ کے بارے میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا وہ پہنچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔“

مکرمین امامت علیؑ کے لیے رسالتِ آج نے سخت ترین عذاب کی وعید سنائی:
 ”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّهُ إِمَامٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَنْ يَّتُوبَ اللَّهُ
 عَلَى أَحَدٍ أَنْكَرَ وَلَا يَتَّهِ، وَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُ، حَتَّمَا
 عَلَى اللَّهِ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ بِمَنْ خَالَفَ أَمْرَهُ فِيهِ
 وَأَنْ يُعَذِّبَهُ عَذَابًا نُّكْرًا أَبَدًا لَا بَادَ وَ دَهْرًا الدُّهُورِ،
 فَاحْذَرُوا أَنْ تُخَالِفُوهُ فَتَصِلُوا نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ
 وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۹-۱۰)

(اے لوگو! یہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور اللہ کسی ایسے شخص کی توبہ قبول نہ
 کرے گا جو اس کی امامت کا منکر ہوگا، اور اللہ کی طرف سے یہی ہوگا کہ جو
 علیؑ کے حکم کی مخالفت کرے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے کہ اس کو ہمیشہ
 ہمیشہ کے لئے سخت سے سخت عذاب دے۔ پس تم اس کی مخالفت سے بچتے
 رہنا کہ کہیں اس آگ میں نہ چلے جاؤ جس کا ایندھن آدمی ہوں گے اور
 پتھر، اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔)

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! فَضْلُوا عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدِي
 مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى۔ بِنَا أَنْزَلَ اللَّهُ الرِّزْقَ وَبَقِيَ
 الْخَلْقُ۔ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ عَلَى مَنْ
 رَدَّ قَوْلِي هَذَا وَلَمْ يُوَافِقْهُ، إِنَّ جِبْرِئِيلَ أَخْبَرَنِي
 عَنِ اللَّهِ تَعَالَى بِذَلِكَ، وَيَقُولُ مَنْ عَادَى عَلِيًّا وَلَمْ
 يَتَوَلَّهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِي وَعَصِي فَلَنتُنْظَرُ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ

لَعْدٍ وَ اتَّقُوا اللَّهَ اَنْ تُخَالِفُوهُ۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا
اِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۱۱)

(لوگو! علیؑ کو بزرگ جانو، کہ وہ میرے بعد سب سے، وہ مرد ہو یا عورت، افضل ہے۔ ہمارے ہی سبب سے اللہ تعالیٰ رزق نازل فرماتا ہے اور اسی سے سب مخلوق کی زندگی و بقا ہے۔ جو شخص میرے اس قول کو رد کرے، وہ ملعون ہے، ملعون ہے، مغضوب ہے، مغضوب ہے، اگرچہ اس کے خیال کے موافق نہ ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جبریلؑ امین نے مجھے خدا کی طرف سے خبر پہنچائی ہے اور وہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے اور ان سے دوستی نہ رکھے اس پر میری لعنت ہوگی اور میرا غضب نازل ہوگا۔ تو ہر نفس کو غور کرنا لازم ہے کہ وہ کل کے لئے آگے کیا بھیجتا ہے۔ اللہ سے ڈرو، اور اس کی مخالفت نہ کرو، کہ ثابت قدمی کے بعد کہیں قدم لغزش نہ کر جائیں، بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔)

بیعت علیؑ سے روگردانی کا انجام رسالتاً نے بایں الفاظ بیان فرمایا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ بَايَعُوا عَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ الْآئِمَّةَ كَلِمَةً طَيِّبَةً بَاقِيَةً يُهْلِكُ
اللَّهُ مَنْ غَدَرَ وَ يَرْحِمُ اللَّهُ مَنْ وَفَى وَ ”فَمَنْ نَكَثَ
فَأَنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ“ (سورۃ الفتح، آیت ۱۰)

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۳۱)

(لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان آئمہؑ سے جو

کلمہ باقیہ ہیں، بیعت کر لو، (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا، اللہ اسے ہلاک کرے گا، اور جو وفا کرے گا، اللہ اُس پر رحم فرمائے گا” اور جو اس بیعت کو توڑ دے گا، اس توڑنے کا ضرر اسی کی ذات پر پڑے گا۔“)

ایسے ہی لوگ ہیں جن کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے:

”وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۖ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝“

(اور وہ برابر تم سے لڑائی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں، اور (یاد رکھو) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا، پھر مرجائے گا اس حالت میں کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔) رسول خدا نے بھی انہی الفاظ میں منکرینِ امامت علی کو حبطِ اعمال اور جہنم کی پیشگی وعید سنائی ہے:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّمَا اكْمَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ دِينَكُمْ بِإِمَامَتِهِ، فَمَنْ لَّمْ يَأْتِهِ بِهِ وَبِمَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ مِنْ وَلَدِي مِنْ صُلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَ عُرِضَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأُولَٰئِكَ

الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ لَهُمْ خَالِدُونَ، لَا يُخَفِّفُ اللَّهُ عَنْهُمْ الْعَذَابَ وَلَا لَهُمْ يُنْظَرُونَ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ ۱۴)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام ہوں، ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو ان میں سے ہوگا جن کے کل اعمال حبط اور بے نتیجہ ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

باب ششم

اللہ کی راہ سے روکنا

اللہ کی راہ ”صراطِ مستقیم“ ہے۔ ”صراطِ مستقیم“ علیٰ ابن ابی طالبؑ کا راستہ ہے۔ رسالتِ مآبؐ نے فرمایا:

”يَا عَلِيُّ! الصِّرَاطُ صِرَاطُكَ“

(”شیخ الاسرار من کلام حیدرِ کَرّار“،

جلد اول، صفحہ ۱۲۰)

(اے علیؑ! صراطِ مستقیم تیرا راستہ ہے)

اسی راستے پر چلنے کا اللہ نے حکم بھی دیا ہے، اور اس راستے سے روکنے والوں کے اعمالِ صالحہ نہ صرف حط کرنے کی وعید سنائی ہے، بلکہ وہ ہمیشہ جہنم میں بھی رہیں گے۔
ملاحظہ ہو ارشادِ خداوندی:

”وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(اور اللہ کے راستے پر چلنے سے نہ صرف روکتے ہیں، بلکہ (چلنے والوں کو)

کافر کہتے ہیں۔)

ایسے روکنے والوں کا انجام یوں بیان کیا گیا ہے:

”فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَ

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝“ (سورۃ

البقرہ، آیت ۲۱۷)

(یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی

لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔
 علیٰ کے راستے پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین حروفِ مقطعات میں بھی کی گئی ہے۔
 آئیے دیکھیں — کیسے؟
 قرآن مجید میں حسبِ ذیل 29 حروفِ مقطعات ہیں:

سورہ	آیت نمبر	حروفِ مقطعات
سورۃ البقرہ	۱	اَلَمْ
سورۃ آلِ عمران	۱	اَلَمْ
سورۃ العنکبوت	۱	اَلَمْ
سورۃ الروم	۱	اَلَمْ
سورۃ لقمان	۱	اَلَمْ
سورۃ السجدۃ	۱	اَلَمْ
سورۃ الاعراف	۱	اَلَمْص
سورۃ یونس	۱	اَلر
سورۃ ہود	۱	اَلر
سورۃ یوسف	۱	اَلر
سورۃ ابراہیم	۱	اَلر
سورۃ الحجر	۱	اَلر
سورۃ الرعد	۱	اَلْمَر

سورۃ مریمؑ	۱	کَہِیَیَعَصَ
سورۃ طہؑ	۱	طَہ
سورۃ الشعراءؑ	۱	طَسَمَ
سورۃ القصصؑ	۱	طَسَمَ
سورۃ النملؑ	۱	طَسَ
سورۃ یسؑ	۱	یَسَ
سورۃ صؑ	۱	صَ
سورۃ المؤمنؑ	۱	حَمَ
سورۃ حم السجدةؑ		حَمَ
سورۃ الزخرفؑ		حَمَ
سورۃ الدخانؑ		حَمَ
سورۃ الجاثیہؑ		حَمَ
سورۃ الاحقافؑ		حَمَ
سورۃ الشوریؑ	۲-۱	حَمَعَسَقَ
سورۃ قؑ	۱	قَ
سورۃ القلمؑ	۱	نَ

ان 29 حروف مقطعات میں سے مکررات کو نکال دیں، تو حسب ذیل

14 حروف مقطعات بنتے ہیں:



ان چودہ حروفِ مقطعات کے حروف کو اگر پھیلایا جائے، تو نتیجہ حسبِ ذیل
38 حروف ہوں گے:

الم	—	ا، ل، م
المص	—	ا، ل، م، ص
الر	—	ا، ل، ر
المرا	—	ا، ل، م، ر
کھیعص	—	ک، ھ، ی، ع، ص
طہ	—	ط، ہ
طسم	—	ط، س، م

طس	—	طس
یس	—	یس
ص	—	ص
حم	—	حم
ح، م، ع، س، ق	—	حمتسق
ق	—	ق
ن	—	ن

ان حروف میں سے مکررات کو نکال دیا جائے تو مندرجہ ذیل چودہ حروف بچیں گے:

”ا، ل، م، ص، ر، ک، ہ، ی، ع، ط، س، ح، ق، ن“

ان چودہ حروف سے صرف اور صرف حسب ذیل بامعنی جملہ بن سکتا ہے:

”صراط علی حق نمسکہ“

یعنی علی کا راستہ ہی حق ہے، اس پر ثابت قدم رہو۔

شیخ صدوقؒ اپنی تالیف ”ثواب الاعمال وعقاب الاعمال“ میں حدیث

ذیل درج کرتے ہیں:

”بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے علی علیہ السلام کو اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان

علم و نشانی قرار دیا ہے کہ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے

درمیان کوئی اور علم و نشانی نہیں ہے، پس جس شخص نے علی علیہ السلام کی پیروی کی

وہ مومن ہوگا، جس نے آپؐ کا انکار کیا وہ کافر ہوگا اور جس نے آپؐ کے سلسلے

میں شک کیا وہ مشرک ہوگا۔“ (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۶)

ایسے کافر و مشرک کی سزا دنیا ہی میں شروع ہو جاتی ہے۔ ختمی مرتبتؑ فرماتے ہیں:

”بیشک جنتِ مہربانِ علیؑ علیہ السلام کی مشتاق ہے اور اس کی روشنیِ مہربانِ علیؑ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ابھی دنیا میں ہی ہوتے ہیں اور جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوتے، اور بیشک (جہنم کی) آگ سخت غضبناک ہے اور اس کی مصیبت دشمنانِ علیؑ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ابھی دنیا میں ہی ہوتے ہیں اور (جہنم کی) آگ میں داخل نہیں ہوئے ہوتے۔“ (ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، صفحات ۲۲۳، ۲۲۴)

ولایتِ علیؑ کے اعلان و اشہاد میں اللہ کو کسی قسم کی کوئی بھی کوتاہی برداشت نہیں۔ ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہر ناصبی (دشمنِ اہل بیتؑ) اگرچہ وہ عبادت گزار اور اجتہاد و کوشش کرنے والا ہو منتقل ہو جائے گا اس آیت کی طرف: عَامِلَةٌ نَاَصِبَةٌ ۝ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً ۝ (سورہ غاشیہ: آیات: ۴، ۳)

(طوق و زنجیر سے مشقت کرنے والے تھکے ماندے دھکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)“ (ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۴)

ناصبی کی وضاحت فرماتے ہوئے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”ناصبی وہ نہیں ہے جو ہم اہل بیت سے دشمنی رکھے چونکہ تم کسی بھی شخص کو نہیں پاؤ گے جو یہ کہتا ہو کہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ سے دشمنی رکھتا ہوں، بلکہ ناصبی وہ ہے کہ جو تم سے دشمنی رکھتا ہو جب کہ وہ جانتا ہے کہ تم لوگ ہماری ولایت کے قائل ہو اور ہمارے شیعوں میں سے ہو۔“ (ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۴)

مولائے کائنات علیؑ ابنِ ابی طالبؑ فرماتے ہیں:

☆ ”سراج المؤمن معرفة حقنا۔“

(ہمارے حق کی معرفت مومن کے لئے چراغ ہے)

☆ ”أشد العمی من عمی عن فضلنا و ناصبنا العداوة

بلا ذنب سبق الیه منا الا انا دعونا الی الحق و

دعاه من سوانا الی الفتنة و الدنيا فآثرهما و نصب

البرائة منا و العداوة لنا۔“

(بدترین اندھا وہ ہے جو ہمارے فضائل سے اندھا رہے اور ہم سے دشمنی

رکھے باوجودیکہ ہم نے اس کا کوئی گناہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ ہم اس کو حق

کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کو فتنہ اور دنیا کی طرف بلا تے

ہیں، ہم سے بیزاری اختیار کرواتے اور ہم سے عداوت ڈلاتے ہیں۔)

☆ ”لنا رایۃ الحق من استضل بها کنة و من سبق الیها فازو

من تخلف عنها هلك و من فارقها هوی تمسک بها نجی“

(پرچم حق ہمارے ہاتھ میں ہے جو شخص بھی اس کے سایہ میں آجائے اس کو

اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ جس نے اس پر پیش دستی کی، وہ کامیاب ہے،

اور جس نے اس کی مخالفت کی، وہ ہلاک ہوا۔ جس نے اس سے جدائی

اختیار کی پستی میں گرا، اور جو اس سے متمسک ہوا، نجات پائی۔)

☆ ”لا تزلوا عن الحق ولا یة اهل الحق فان من

استبدل بنا هلك و فاتته الدنيا و خرج منها“

(حق اور اہل حق کی دوستی سے دست بردار نہ ہو۔ تحقیق جس نے دوسروں

کو ہم پر فضیلت دی، ہلاک ہوا، اور دنیا بھی اس کے ہاتھ سے گئی۔)

☆ ”من تمسک بنا لحق و من سلك غير (طريقتنا ح) طريقنا غرق“

(ہم سے جو تمسک ہوا وہ حق پر ہے، اور جس نے ہمارے غیر سے تمسک حاصل کیا، وہ غرق ہوا۔)

(نہج الاسرار من کلام حیدر کزار، جلد دوم، صفحات ۳۱ تا ۳۳)

مامون الرشید نے امام علی رضاؑ سے پوچھا کہ خدا کے اس قول سے کیا مراد ہے:
”الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا“ (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۱)

(وہ کافر جن کی نگاہیں ہمارے ذکر سے پردہ میں تھیں اور وہ کچھ سننا بھی نہیں چاہتے تھے۔)

حضرتؑ نے فرمایا کہ آنکھ کا بند ہونا یا بند کر لینا کسی چیز کے سمجھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی گفتگو یا ذکر کو آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا، بلکہ کان سے سنا جاتا ہے۔ لیکن یہاں پر حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ مثال دی ہے کہ جو لوگ حضرت علیؑ کی ولایت کے انکاری ہوتے ہیں وہ اندھوں کی مانند ہیں کیونکہ وہ چشم بینا نہیں رکھتے۔ جو اشیائے عالم کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا وہ خدا کی قدرت اور نشانیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوگا۔ اس لئے کہ یہ عقل کے اندھے پیغمبرؐ خدا کے اقوال جو حضرت علیؑ کی شان میں آپؐ نے فرمائے وہ سننے کی برداشت نہیں رکھتے۔ (عیون اخبار الرضاؑ، حصہ اول، صفحہ ۱۱۶)

باب ہفتم

معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے خواہاں افراد کا قتل

فطرتاً انسان جھنڈوں کی شکل میں زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے۔ اس طرح نہ صرف وہ خود کو محفوظ خیال کرتا ہے، بلکہ اس کی احتیاجات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں، کیونکہ مختلف افراد مختلف کاموں میں مہارت پیدا کر کے نہ صرف اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، بلکہ دوسرے افراد کے کام بھی آتے ہیں۔ اس طرح کے جھنڈ کو ”معاشرہ“ کا نام دیا جاتا ہے۔

معاشرہ چونکہ مختلف انخیال افراد کا مجموعہ ہوتا ہے، اس لیے ان کے درمیان اختلافات کا پیدا ہونا لازم ہے۔ ان اختلافات کے تصفیے کے لیے ہر معاشرے میں ایک نظام انصاف قائم کیا جاتا ہے، جو اس معاشرے کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق افراد کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں یہ نظام انصاف نہ ہو، تو اس معاشرے کو مسلسل لڑائی جھگڑے اور دنگ فساد سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ہر کوئی اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور دوسرے کے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ اس کا نام ”ظلم“ ہے۔ ظلم معاشرے کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اسی لیے مولانا علی نے فرمایا کہ ایک معاشرہ کفریہ تو قائم رہ سکتا ہے، مگر ”ظلم“ یہ نہیں۔

ظلم کو روکنے کے لیے خالق و مالک کائنات نے انسانوں کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعین اپنے انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف اور کتب میں کیا۔ آخری

دستورِ زندگی ”قرآن“ ہے۔ قرآن ایک صامت کتاب ہے جو انسانوں کے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے، مگر اس پر عمل کرانے کے لیے اُس نے جو نظام قائم کیا ہے، وہ مشتمل ہے ”ناطقِ قرآن“ پر۔ بالفاظِ دیگر قرآن دیگر کتبِ قوانین کی طرح خاموش احکامات کا مجموعہ ہے۔ ان احکامات کا نفاذ بولتا قرآن یعنی اولی الامر کرتا ہے۔ اس لیے اللہ نے رسولؐ کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کو واجب ٹھہرایا۔ ملاحظہ فرمائیے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (سورة النساء، آیت ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسولؐ و اولی الامر کی اطاعت کرو۔)
آیہ اطاعت میں اولی الامر رسولؐ کے ساتھ بلا فصل جڑا ہوا ہے۔ اس لیے اہل ایمان پہ بھی واجب ہے کہ وہ رسولؐ کے بعد بلا فصل اولی الامر سے تمسک کریں۔ غدیہِ خم پہ صحابہؓ کو اکٹھا کر کے رسالتِ مآبؐ نے حکمِ الہی سے اسی بلا فصل نظامِ اولی الامر کا تعارف کرایا۔ فرماتے ہیں:

”أَمَنَّا بِاللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَحُكْمِهِ فِي آيَاتِهِ
وَقَدْ بَلَّغْتُ الْآلَ وَقَدْ أَسْمَعْتُ الْآلَ وَقَدْ أَوْضَحْتُ الْآلَ
إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَأَنَا قُلْتُ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْآلَ
إِنَّهُ لَيْسَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أَخِي هَذَا وَلَا تَجُلُّ أَمَارَةً
الْمُؤْمِنِينَ بَعْدِي لِأَخِي غَيْرِهِ، (ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى
عِصْدِهِ فَرَفَعَهُ وَكَانَ مِنْذُ أَوَّلِ مَا صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ثُمَّ قَالَ) مَعَاشِرَ النَّاسِ! هَذَا عَلِيٌّ أَخِي

وَوَصَّيْ وَوَاعِيْ عِلْمِيْ وَخَلِيفَتِيْ عَلٰی اُمَّتِيْ وَ
 عَلٰی تَفْسِيْرِ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالدَّاعِيِ اِلَيْهِ وَالْعَامِلُ
 بِمَا يَرْضَاهُ وَالْمُحَارِبُ لِاَعْدَائِهِ وَالْمُوَالِيْ عَلٰی طَاعَتِهِ
 وَالنَّاهِيْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ خَلِيفَةُ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَامِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ
 وَالْاِمَامُ الْهَادِيْ وَقَائِلُ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ
 بِاَمْرِ اللّٰهِ اَقُوْلُ مَا يُبَدِّلُ الْقُوْلُ لَدِيْ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّيْ
 اَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ وَالْ مَنْ وَالَاهُ وَعَادَ مَنْ عَادَاهُ وَالْعَنْ مَنْ
 اَنْكَرَهُ وَاغْضَبَ عَلٰی مَنْ جَحَدَ حَقَّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْزَلْتَ
 عَلَيَّ اَنَّ الْاِمَامَةَ لِعَلِيِّ وَلِيْكَ عِنْدَ تَيَانِيْ ذٰلِكَ وَنُصْبِيْ
 اِيَّاهُ بِمَا اَكْمَلْتَ لِعِبَادِكَ مِنْ دِيْنِهِمْ وَاتَّمَمْتَ عَلَيْهِمْ
 نِعْمَتَكَ وَرَضِيْتَ لَهُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، فَقُلْتَ وَمَنْ يَتَّبِعْ
 غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ
 الْخٰسِرِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ بَلَغْتُ رِسَالَاتَكَ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۲-۱۳)

(یہ خدائے تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے امین ہیں اور اللہ کی زمین میں اسی کے مقرر کئے ہوئے حاکم۔ آگاہ رہو کہ میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ سمجھ لو کہ میں نے پہنچا دیا۔ ہوشیار رہو کہ میں نے سنا دیا، خبردار رہو کہ میں نے کھول کر بیان کر دیا۔ دیکھو خدائے عزّوجلّ نے فرمایا اور میں نے خدائے عزّوجلّ کی طرف سے سنا دیا۔ سمجھ رکھو کہ میرے اس بھائی کے سوا کوئی اور

[illegible]

فرمایا کہ ”جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہوگا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“ یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔

علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنا خلیفہ اور مومنین کا امیر مقرر کرنے کے بعد ان کی اطاعت کا حکم دیا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَرَنِي وَنَهَانِي وَقَدْ أَمَرْتُ عَلَيْكُمْ وَنَهَيْتُهُ فَعَلِمَ الْأَمْرَ وَالنَّهْيَ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْمَعُوا لِأَمْرِهِ تَسْلَمُوا وَأَطِيعُوا نَهْيَهُدُوا وَانْتَهُوا لِنَهْيِهِ تَرْشَدُوا وَسِيرُوا إِلَى مُرَادِهِ وَلَا تَتَفَرَّقُوا بِكُمْ السُّبُلُ عَنْ سَبِيلِهِ، أَنَا صِرَاطُ اللَّهِ الْمُسْتَقِيمِ الَّذِي أَمَرَكُمْ بِاتِّبَاعِهِ، ثُمَّ عَلَيٌّ مِّنْ بَعْدِي، ثُمَّ وَلَدِي مِّنْ صُلْبِهِ آئِمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۲۰-۲۱)

(اے لوگو! بے شک اللہ نے مجھ کو امر بھی فرمایا ہے اور نہی بھی فرمائی، اور میں نے علیؑ کو امر بھی کیا اور نہی بھی کی۔ علیؑ نے امر و نہی کا علم خدا کی طرف سے حاصل کیا، لہذا تم اس کے امر کو سنو، سلامت رہو گے، اور اس کی اطاعت کرو، ہدایت پاؤ گے۔ وہ جس بات سے تم کو روکے، اس سے رک جاؤ، صحیح راستے پر رہو گے، اور جدھر وہ لے جانا چاہتا ہے ادھر ہی چلو۔ مختلف راستے تم کو اس کے راستے سے ہٹا نہ دیں۔ میں خدا کا صراطِ مستقیم ہوں، جس کے اتباع کا خود خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ پھر میرے بعد

علیٰ (صراطِ مستقیم) ہیں۔ پھر میرے فرزند جو اس کے صلب سے ہیں؛ امام ہیں — ہادیانِ حق اور عادلانِ حق۔)

دیکھا آپ نے! سلامتی علیٰ اور اُن کے بعد آنے والے آئمہ کا حکم ماننے میں ہے۔ چونکہ یہ خالقِ عدل کے نمائندے ہیں، اس لیے ان کا ہر حکم عدل پر مبنی ہے۔ اسی لیے رسالتِ آب نے انہیں ”عادلانِ حق“ قرار دیا۔ یہی ”عادلانِ حق“ معاشرے میں عدل قائم کر سکتے ہیں۔ بعدِ شہادتِ ختمی مرتبت جب لوگوں نے اولی الامر اور عادلِ حق علیٰ ابن ابی طالبؑ سے منبرِ موڑ لیا تو جنابِ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ نے انہیں جھنجھوڑا، اور امام کی اطاعت و اتباع کرنے کی نصیحت کی:

”أَنْتُمْ عِبَادُ اللَّهِ وَ نُصِبُ أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ وَ حَمَلَةُ دِينِهِ وَ وَحْيِهِ، وَ أَمْنَاءُ اللَّهِ عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَ بُلْغَاءُهُ إِلَى الْأُمَمِ، وَ زَعَمْتُمْ حَقَّ لَكُمْ، لِلَّهِ فِيكُمْ وَ عَهْدٌ قَدَمَهُ إِلَيْكُمْ وَ بَقِيَّةُ اسْتِخْلَافِهَا عَلَيْكُمْ، كِتَابُ اللَّهِ النَّاطِقُ وَ الْقُرْآنُ الصَّادِقُ وَ النُّورُ السَّاطِعُ وَ الضِّيَاءُ الْأَمْعُ، بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهُ، مُنْكَشِفَةٌ سَرَائِرُهُ، مُنْجِلِيَّةٌ ظَوَاهِرُهُ، مُغْتَبِطٌ بِهِ أَشْيَاعُهُ، قَائِدٌ إِلَى الرِّضْوَانِ اتِّبَاعُهُ، مُؤَدٍّ إِلَى النَّجَاةِ اسْتِمَاعُهُ، بِهِ تَنَالُ حُجُجُ اللَّهِ الْمُنَوَّرَةُ وَ عَزَائِمُهُ الْمَفْسَّرَةُ وَ مَحَارِمُهُ الْمَحْذَرَةُ وَ بَيِّنَاتُهُ الْجَالِيَّةُ وَ بَرَاهِينُهُ الْكَافِيَّةُ، وَ فَضَائِلُهُ الْمُنْدُوبَةُ، وَ رُخَصُهُ الْمَوْهُوبَةُ وَ شَرَائِعُهُ الْمَكْتُوبَةُ۔“

(”خطبہ لئمہ“، صفحہ 35)

(اللہ کے بندو! اللہ کے امر و نہی کا اطلاق تمہیں پر ہے۔ اللہ کا دین اور اس کی طرف سے وحی تمہارے ہی لیے آئے ہیں۔ اللہ نے نہ صرف تمہیں اپنے نفوس کی ذمہ داری سونپی ہے بلکہ تمہیں اللہ کے پیغام کو اقوامِ عالم تک بھی پہنچانا ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ تم ان مناصبِ الہیہ کے لائق ہو (حالانکہ تم میں اب یہ صلاحیت نہیں رہی)۔ اللہ کا ایک عہد و پیمان (پیامِ غدیر) تمہارے ساتھ ہے جو تمہیں پہلے ہی بتایا جا چکا ہے۔ تمہارے درمیان اللہ کی ایک یادگار اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہے، جو کتابِ ناطق ہے، قرآنِ صادق ہے، اس سے نورِ ہدایت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، اس کی روشنی درخشاں ہے، اس کے دلائل بصیرت افروز ہیں، وہ اسرارِ الہی کو عیاں کرتا ہے، وہ ظواہر کی تشریح کرتا ہے۔ اس کے شیعہ قابلِ رشک ہیں، وہ اس کی اتباع میں جنت میں جائیں گے، جو اس کی بات پر کان دھرتا ہے وہ نجات پاتا ہے، اس کے باعث اللہ کی ججیت منور ہیں، وہی واجبات و محرمات کی شرح کرتا ہے۔ اس کے دلائل روشن اور براہین (منزلِ یقین تک پہنچانے کے لیے) کافی ہیں، اسی سے مستحبات کی فضیلت، مباحات اور شریعت کے ہر حکم کا پتہ چلتا ہے۔)

مگر کسی نے اس نصیحت کو گوشِ نیوش سے نہ سنا کیونکہ ہوئی وہوس اُن کے نفوس پر غالب آچکی تھی۔ جنابِ سیدہ نے اس صورتِ حال کو یوں بیان فرمایا:

”فَلَمَّا اخْتَارَ اللَّهُ لِنَبِيِّهِ دَارَ اَنْبِيَائِهِ وَمَاوِيْ اَصْفِيَائِهِ
ظَهَرَ فَيَنْكُرُكُمْ حَسِيكَةُ النِّفَاقِ وَ سَمَلُ جِلْبَابِ الدِّينِ وَ
نَطَقَ كَاظِمُ الْغَاوِيْنَ وَ نَبَغَ خَاوِلُ الْاَقْلِيْنَ وَ هَدَرَ
فَنِيْقُ الْمُبْطِلِيْنَ فَخَطَرَ فِيْ عَرَصَاتِكُمْ وَ اَطْلَعَ

الشَّيْطَانُ رَأْسَهُ مِنْ مَّغْرَزِهِ هَاتِفًا بِكُمْ، فَالْفَاكُمُ لِدَعْوَتِهِ
 مُسْتَجِيبِينَ وَ لِلْغَرَّةِ فِيهِ مَلَا حِظِينَ، ثُمَّ اسْتَنْهَضَكُمْ
 فَوَجَدَكُمْ خِفَافًا وَ أَحْمَشَكُمْ فَالْفَاكُمُ غَضَابًا، فَوَسَمْتُمْ
 غَيْرَ اِبْلَكُمْ وَ وَرَدْتُمْ غَيْرَ مَشْرِ بِكُمْ، هَذَا وَ الْعَهْدُ قَرِيبٌ
 وَ الْكَلَمُ رَحِيبٌ وَ الْجَرْحُ لَمَّا يَنْدُولُ وَ الرَّسُولُ لَمَّا
 يُقْبَرُ، اِنْتِدَارًا زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ [الَا فِي الْفِتْنَةِ
 سَقَطُوا وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ (سورہ توبہ، آیت
 ۴۹)] فَهِيَ هَاتِ مِنْكُمْ وَ كَيْفَ بِكُمْ وَ اَنَّى تُؤَفَّكُونَ۔“
 (”خطبہ لُئْمَ“، صفحات 42-43)

(پھر وہ وقت آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لیے انبیائے ماضی اور
 برگزیدہ بندوں کی آرا مگاہ کا انتخاب کیا یعنی آپؐ خالق حقیقی سے جا ملے، تو
 تمہارے دلوں میں پوشیدہ نفاق کے خار مغیلاں باہر نکل آئے، جن سے تمہارا
 دینی لبادہ تارتار ہو گیا۔ وہ لوگ جن کی زبانیں عہد رسالت میں جملہٴ اسلام
 میں گنگ تھیں، وہ اچانک اسلام کے علمبردار بن بیٹھے۔ پست اور گمنام لوگ
 ابھر آئے۔ باطل کے سورا پھر گر جنے لگے۔ وہ لوگ ریشہ دوانیاں کر کے
 تمہارے درمیان مقام و منصب پا چکے ہیں۔ شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر
 نکال کر تمہیں پکارا اور تمہیں اپنی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پایا۔ تم حصولِ جاہ و
 منصب کے لیے شیطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شیطان نے چاہا کہ تم
 حصولِ مقصد کے لیے اٹھو اور تم بڑی کمینگی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیطان

نے جب تمہارے اندر (ہم اہل بیت کے خلاف حسد، بغض اور دشمنی کے) جذبات کو بھڑکایا تو تم شعلہ بار ہو گئے۔ تم نے دوسروں کے اونٹوں پر اپنے نشان لگا دیئے یعنی تم (صاحب اقتدار ہو کر) اپنی حدود سے متجاوز ہو گئے۔ تم نے اپنا گھاٹ چھوڑ کر دوسروں کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا یعنی اُس منصب پر جا بیٹھے جس کے تم اہل نہیں ہو۔ (تم ان کارستانیوں کے مرتکب ہوئے) حالانکہ عہد رسالتمآب تمہارے بہت ہی قریب ہے، اور فرقتِ پیغمبرؐ کا زخم ابھی ہرا ہے، اور ہمارے دل پر (تمہارے سلوکِ بد کے) چر کے ابھی مندمل نہیں ہوئے۔ رسولؐ ابھی قبر میں بھی نہیں اتارے گئے تھے کہ تم نے (غصہ اقتدار میں) انتہائی جلدی کی اور بہانہ یہ بنایا کہ یہ جلدی فتنہ کے خوف سے کی گئی ہے۔ آگاہ رہو! یہ (اہل حکومت) گہرے فتنے میں پھنس چکے ہیں۔ [اور یقیناً جہنم کافروں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ (سورہ توبہ، آیت ۴۹)] تم (مہاجرین و انصار) سے یہ حرکتیں ہرگز متوقع نہ تھیں! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کہاں بھٹک رہے ہو؟

”ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا إِلَّا رَيْثَ أَنْ تَسْكُنَ نَفَرُهَا وَيَسْلَسَ قِيَادُهَا ثُمَّ أَخَذْتُمْ ثُورُونَ وَقُدَّتْهَا وَتَهَيَّجُونَ جَمَرَتَهَا وَتَسْتَجِيبُونَ لِهَتَافِ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ وَاطْفَاءِ أَنْوَارِ الدِّينِ الْجَلِيِّ وَإِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ، تَشْرَبُونَ حَسَوًا فِي أَرْتَعَاءٍ وَتَمْشُونَ لِأَهْلِهِ وَوُلْدِهِ فِي الْخَمْرِ وَالضَّرَاءِ وَنَضِيرُكُمْ عَلَى مِثْلِ

حَزَّ الْمَدَىٰ وَوَحَزَّ السِّنَانُ فِي الْحَشَاءِ۔

(”خطبہ کلمہ“، صفحہ 45)

(رحلت پیغمبرؐ کے بعد قرآن سے منہ موڑ کر تم نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ اقتدار کا سرکش ناقہ ذرا سا کت ہو جائے، اور اس کی لگام آسانی سے ہاتھ آجائے۔ تم نے (غضب اقتدار کے بعد) فتنہ کے شعلوں کو مزید بھڑکانا شروع کر دیا۔ تم ظلم کی اس آگ کے انگاروں کو بھڑکانے اور پھیلانے میں مشغول ہو۔ تم گمراہ و مردود شیطان کی پکار پر لبیک کہتے ہو اور دین کے روشن چراغوں کو بجھانے کی کوششیں کر رہے ہو۔ تم نے اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ کے آثار کو مٹانا شروع کر دیا ہے۔ تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو ہی پی رہے ہو یعنی تم (غضب اقتدار کے) ثمرات سے بڑے داؤچ سے دھیرے دھیرے لطف اندوز ہو رہے ہو۔ تم خفیہ اور اعلانیہ ہم اہل بیتؑ کے خلاف چالیں چل رہے ہو۔ ہم تمہارے ظلم و ستم پر ایسا صبر کر رہے ہیں، جو خنجر کی طرح کاٹتا ہے، اور یوں لگتا ہے جس طرح کسی نے نیزے کی اُنی سینے میں گھونپ دی ہو۔)

غضبِ فدک اور احراقِ خانہ کے بعد سیدہ فاطمہؑ بوجہ شہادتِ محسنؑ شدید بیماری میں مبتلا ہو گئیں۔ ایک روز زنانِ مہاجرین و انصار آپؑ کی عیادت کے لیے آئیں، تو آپؑ نے ان سے یہ خطاب فرمایا:

”أَصْبَحْتُ وَاللَّهِ عَائِفَةً لِّدُنْيَا كُنَّ قَالِيَةً لِّرَجَا لَكُنَّ،
لَفْظَتْهُمْ بَعْدَ أَنْ عَجَمْتُهُمْ وَشَنَنْتُهُمْ بَعْدَ أَنْ

سَبَرْتُهُمْ، فَقُبْحًا لِفُلُولِ الْحَدِّ وَاللَّعِبِ بَعْدَ الْجِدِّ وَ
 قَرَعِ الصَّفَاةِ وَصَدَعِ الْقَنَاةِ وَخَطَلَ الْأَرَاءِ وَزَلَلَ
 الْأَهْوَاءِ: وَ[لِبِئْسَ مَا قَدَّمْتُ لَهُمْ أَنْفُسَهُمْ أَنْ سَخِطَ
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خَالِدُونَ (سورة المائدة،
 آیت ۸۰)] لَا جَرَمَ لَقَدْ قَلَّدْتُهُمْ رِبْقَتَهَا وَحَمَلْتُهُمْ
 أَوْقَتَهَا وَشَنَنْتُ عَلَيْهِمْ غَارَاتِهَا، فَجَدَعًا وَعَقْرًا وَ
 بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَيَحْهُمْ أَنِّي زَعَرْتُهَا عَنْ
 رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَقَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ وَالذَّلَالَةِ وَمَهَبْتُ
 الرُّوحَ الْأَمِينَ وَالطَّيِّبِينَ بِأُمُورِ الدُّنْيَا وَالْدِّينِ؟! أَلَا
 [ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ (سورة الحج، آیت ۱۱)] وَمَا
 الَّذِي نَقَمُوا مِنْ أَبِي الْحَسَنِ؟ نَقَمُوا مِنْهُ وَاللَّهُ
 نَكِيرٌ سَيْفِهِ وَقِلَّةٌ مُبَالَاتِهِ لِحَتْفِهِ وَشِدَّةٌ وَطَاتِهِ وَ
 نَكَالٌ وَقَعْتِهِ وَتَنْمَرُهُ فِي ذَاتِ اللَّهِ وَتَالِ اللَّهِ لَوْ مَا لُؤَا
 عَنِ الْمَحَجَّةِ اللَّائِحَةِ وَزَالُو عَنْ قَبُولِ الْحُجَّةِ
 الْوَاضِحَةِ لَرَدَّهُمْ إِلَيْهَا وَحَمَلَهُمْ عَلَيْهَا وَلَسَارِبِهِمْ
 سِيرًا سُجْحًا، وَلَا يَكْلُمُ خَشَاشَهُ وَلَا يَكِلُ سَائِرُهُ وَلَا
 يَمَلُّ رَاكِبُهُ، وَلَا وَرَدَهُمْ مِنْهَا نَمِيرًا صَافِيًا رَوِيًّا،
 تَطْفَحُ صَفَّتَاهُ وَلَا يَتَرَنَّقُ جَانِبَاهُ، وَلَا ضَرَهُمْ بَطَانًا
 وَنَصَحَ لَهُمْ سِرًّا وَإِغْلَانًا، وَلَمْ يَكُنْ يَخْلِي مِنْ

الْغِنَى بِطَائِلٍ وَلَا يَحْظَى مِنَ الدُّنْيَا بِنَائِلٍ غَيْرِ رِي
النَّاهِلِ وَشُبْعَةِ الْكَافِلِ، وَلَبَانَ لَهُمُ الزَّاهِدُ مِنَ
الرَّاغِبِ وَالصَّادِقُ مِنَ الْكَاذِبِ [وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ
الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ (سورة الاعراف، آیت ۹۶)] [وَالَّذِينَ ظَلَمُوا
مِنْ هَؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتٌ مَا كَسَبُوا وَمَا لَهُمْ
بِمُعْجِزَيْنِ (سورة الزمر، آیت ۵۱)] [أَلَا هَلُمَّ فَاسْتَمِعْ وَمَا
عِشْتَ أَرَأَيْكَ الدَّهْرُ عَجَبًا! [وَأِنْ تَعْجَبْ
فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (سورة الزمر، آیت ۴)] لَيْتَ شِعْرِي إِلَى
أَيِّ سَنَادٍ اسْتَنْدُوا؟ وَإِلَى أَيِّ عِمَادٍ اعْتَمَدُوا؟
وَبِأَيِّ غُرُورَةٍ تَمَسَّكُوا؟ وَعَلَى آيَةِ ذُرِّيَّةٍ أَقْدَمُوا
وَاحْتَنِكُوا؟ [وَلِبِئْسَ الْمَوْلَى وَلِبِئْسَ الْعَشِيرُ (سورة
الحج، آیت ۱۳)] [وَلِبِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا (سورة الكهف، آیت
۵۰)] [اسْتَبْدَلُوا وَاللَّهُ الدَّنَابِى بِالْقَوَادِمِ وَالْعَجْزُ
بِالْكَاهِلِ، فَرَعَمَّا لِمَعَاطِسِ قَوْمٍ يَّحْسُبُونَ أَنَّهُمْ
يُحْسِنُونَ صُنْعًا أَلَا [إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَا
يَشْعُرُونَ (سورة البقرة، آیت ۱۲)] وَيَحْهُمْ: [أَفَمَنْ يَهْدِي
إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ

يُهْدِي فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (سورہ یونس، آیت ۳۵)
 أَمَّا لَعَمْرِي لَقَدْ لَقِيتُ فَنَظْرَةً رِئِمًا تُنتِجُ ثُمَّ
 اخْتَلَبُوا مِلَّةَ الْقَعْبِ دَمًا عَيْنِيًّا وَدُعَاةً مُبِيدًا،
 هُنَالِكَ يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ وَيَعْرِفُ التَّالُونَ غَبَّ مَا
 أَسَسَ الْأَوَّلُونَ ثُمَّ طَيَّبُوا عَنْ دُنْيَاكُمْ أَنْفُسًا
 وَاطْمَأْنَنُوا لِلْفِتْنَةِ جَاشًا، وَابْشُرُوا بِسَيْفٍ صَارِمٍ وَ
 سَطْوَةٍ مُتَعَدِّ غَاشِمٍ وَبَهْرَجٍ شَامِلٍ وَاسْتَبْدَادٍ مِّنَ
 الظَّالِمِينَ، يَدْعُ فَيَنْتَكُمُ زَهِيدًا وَجَمَعَكُمْ حَصِيدًا -
 فَيَا حَسْرَةً لَّكُمْ وَأَنْتَى بَكُمْ وَقَدْ: [عُمِيَّتْ عَلَيْكُمْ
 أَنْزَلِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كِرْهُونَ - (سورہ ہود، آیت ۲۸)
 ("خطبہ" ص 61 تا 66)

(سیدہ فاطمہؑ نے حمد باری تعالیٰ کے بعد اپنے بابا پر درود بھیجا اور فرمایا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری اس دنیا سے بیزار ہوں اور تمہارے مردوں سے متفرق ہوں۔ میں نے ان کی آزمائش کر کے ان کو مردود قرار دیا ہے اور امتحانِ وفا میں ناکامی کے بعد ان سے نفرت کرتی ہوں۔ کسی تیز دھار ہتھیار کا گند ہونا کس قدر برا لگتا ہے یعنی انصار کا اہل بیتؑ سے اعراض کس قدر معیوب ہے۔ سنجیدگی کے بعد کھیل تماشے میں پڑنا کس قدر قبیح ہے یعنی ایمان لانے کے بعد اٹے پاؤں پھرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ ان سے کوئی داد و فریاد سنگِ خارہ پر تلوار مارنے کے مترادف ہے۔ کس قدر قبیح ہے نیزے

کی انی کا ٹوٹ جانا یعنی انصار کا نصرت سے منہ موڑنا۔ کس قدر برا ہے نظریات کا مختل (خلط ملط) ہونا اور ہوئی دھوس کی آبیاری۔ [کیا ہی برا تو شہ اعمال انہوں نے جمع کیا اور وہ یہ کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے (سورۃ المائدہ، آیت ۸۰)] اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ فدک کے پھندے کو ان کے گلے میں ڈال دوں اور اس کے بھاری بوجھ کو ان کے کندھوں پر ڈال دوں۔ (غصبِ اقتدار و فدک اور حقوقِ اہل بیت کے) مظالم اور مضمرات کی ذمہ داری ان پر عائد کرتی ہوں۔ پس اس ظالم قوم کی ہلاکت، نابودی اور رحمتِ باری سے دوری ہو۔ وائے ہوان پر کہ انہوں نے اقتدار کو اس (علیٰ ابن ابی طالبؑ) سے دور رکھا کہ جو رسالت کے کا ز کو مستحکم کرنے والا اور نبوت کی بنیادوں اور اصولوں کو استوار رکھنے والا ہے۔ جو وحی سے واقف اور امورِ دین و دنیا سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ آگاہ رہو! [ان لوگوں نے صریح خسارے کا سودا کیا ہے (سورۃ الحج، آیت ۱۱)] ان لوگوں نے ابوالحسن (علیٰ ابن ابی طالبؑ) سے کس بات کا انتقام لینا تھا؟ (میں سمجھتی ہوں کہ) بخدا انہوں نے انتقام لیا ان (علیؑ) کی باطل شکن تلواریں: (اللہ کی راہ میں) موت سے بے پروا جہاد کا؛ باطل کو شدت سے اپنے پاؤں تلے روندنے کا؛ جہاد میں دشمن پر ضربِ کاری کا؛ اور دین کی دلیرانہ اشاعت کا۔ بخدا! اگر علیؑ اقتدار پہ متمکن ہوتے تو لوگ حق کے روشن راستے اور خدا کی واضح حجت کو ماننے سے روگردانی نہ کرتے۔ آپؑ انہیں حق کے روشن راستے اور آشکار دلائل کی طرف پلٹا دیتے یعنی صراطِ مستقیم

پر قائم رکھتے۔ آپؐ لوگوں کو انتہائی نرمی اور عطوفت سے راہِ حق پر چلاتے۔ لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا اور وہ کوئی تکان محسوس نہ کرتے۔ اسلام کا سفر بلا تکان جاری رہتا۔ آپؐ لوگوں کو ایسے صاف و شفاف اور خوشگوار چشموں کے کنارے پہنچا دیتے جہاں وہ سیر ہو کر پانی پیتے۔ ایسے چشمے جن کے دونوں کنارے پانی سے لبریز ہوتے اور ان کے آس پاس گندگی نہ ہوتی۔ انہیں سیراب کر کے واپس لے آتے۔ انہیں اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر نصیحت کرتے۔ وہ قومی خزانے سے اپنے لیے کوئی اثاثہ نہ بناتے اور تمہاری اس دنیا سے کوئی استفادہ نہ فرماتے، سوائے پیاس بجھانے کے لیے پانی کے ایک گھونٹ کے اور یتیم کے کفیل کی طرح بھوک مٹانے کے لیے ایک روٹی کے۔ دنیا پر واضح ہو جاتا کہ دنیا سے بے رغبت کون ہے اور طالبِ دنیا کون؟ اور صادق کون ہے اور کاذب کون؟ [اگر اُم القریٰ (مکہ) کے مکین ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان وزمین کی برکات کے دروا کر دیتے، مگر انہوں نے تکذیب کی، جس پر ہم نے اُن کی گرفت کی۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۹۶)] جن لوگوں نے ظلم کیا، انہیں عنقریب اپنے بُرے اعمال کے نتائج بھگتنا ہوں گے اور وہ اللہ کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے۔ (سورۃ الزمر، آیت ۵۱)

خواتین و حضرات سن لو! جب تک تم زندہ رہو گے زمانہ تمہیں عجوبے دکھاتا رہے گا۔ [اگر تمہیں اس بات میں کچھ تعجب ہے تو تعجب تو اُن کے اقوال میں ہے (سورۃ الزمر، آیت ۴)] کاش کہ میں جان لیتی کہ انہوں نے کس سند کا سہارا

لیا ہے؛ کس عماد (یعنی امام) کے سہارے کھڑے ہیں اور عروۃ الوثقیٰ یعنی آئمہ طاہرینؑ کو چھوڑ کر کس سے متمسک ہیں؛ کس کی اولاد کے خلاف نبرد آزما ہیں اور ان کی نابودی کے درپے ہیں؟ [ان کا کتنا بُرا مولا ہے اور کتنا بُرا رفیق۔ (سورۃ الحج، آیت ۱۳)] [اور ظالموں کے لیے کیا ہی بُرا بدلہ ہے۔ (سورۃ الکہف، آیت ۵۰)] بخدا! ان لوگوں نے پرندے کے اگلے پروں کو چھوڑ کر پچھلے پروں کو پکڑا ہوا ہے اور کوہان کو چھوڑ کر دُم کو پکڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں کی ناک رگڑی جائے یعنی ذلیل و خوار ہوں جو (ایسے کام کر کے) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تو بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ آگاہ رہو! یہی لوگ فسادی ہیں مگر وہ اس کا شعور نہیں رکھتے (سورۃ البقرہ، آیت ۱۲) [عقل کی مار ہو ان لوگوں کو! وہ جو ان کو حق کی طرف بلاتا ہے وہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ جو خود محتاج ہدایت ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ (سورۃ یونس، آیت ۳۵)] قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ ناقہ اقتدار حاملہ ہو چکی ہے، اس لیے انتظار کریں کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ برتن بھر کر دودھ ملتا ہے یا گندہ خون، جو زیرِ قاتل ہے۔ اہل باطل اسی دنیا میں خسارے میں رہیں گے۔ آنے والی نسلیں جان لیں گی کہ اُن کے اسلاف نے جو غلط بنیاد رکھی تھی اُس کا انجام کیا ہے۔ اب جب تم اپنے مقصد کو حاصل کر چکے ہو تو دنیائے فانی کی رنگینیوں میں گم رہو، مگر آنے والے فتنوں کے لیے تیار رہو۔ تمہیں تیز دھار والی تلواروں کی خبر دیتی ہوں یعنی شدید خونریزی ہوگی۔ تمہیں بشارت ہو ایسے ظالم ترین حکمران کی جو ظلم کی انتہا کو چھو لے گا۔ تمہیں بشارت ہو ہمہ گیر فتنہ و فساد کی اور ظالموں کے جبر و استبداد کی، جو بیت المال کو خالی کر دیں گے اور تمہارا

قتلِ عام کریں گے۔ افسوس تمہارے حال پر! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ [تم] (راہِ حق سے) آنکھیں موندھے ہوئے ہو۔ ہم زبردستی تمہیں اس راہ پر کیونکر رکھیں جبکہ تم اس سے گریز پاؤ (سورہ ہود، آیت ۲۸)

چونکہ بندگانِ ہوئی و ہوس کے نفوس خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے، اس لیے کسی نے جنابِ سیدہ کی نصیحتوں پر کان نہ دھرا، مگر امامِ ہدایت اور عادلِ حق علیٰ ابنِ ابی طالبؑ اپنے کارِ منصبی میں مشغول رہے۔ انہیں امرِ ربی تھا:

”قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ“ (سورۃ الاعراف، آیت ۲۹)

(آپؐ فرما دیجئے کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔)

نہ صرف امام علیؑ بلکہ تمام ائمۃ الہدیٰ معاشرے میں ”الْقِسْطُ“ (انصاف) کے قیام کے لیے کوشاں رہے، جبکہ بندگانِ ہوئی و ہوس یعنی حزبِ الشیطان پے در پے مظالم پہنچاتی رہی۔ اسی لیے ہر امامؑ کو راستے سے ہٹانے کے لیے قتل کیا گیا۔ ایسے قاتل بھلے کتنے ہی نیک نام اور اعمالِ صالحہ کے حامل ہوں، اللہ نے انہیں ”عذابِ الیم“ اور ”حیطِ اعمال“ کی ”خوشخبری“ سنائی ہے:

”إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ
النَّاسِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
حَبَطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ
مِنْ نَّصِيرِينَ ۝“ (سورہ آل عمران، آیات ۲۱-۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان

کو بھی قتل کرتے ہیں، آپؐ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے، اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

اسی بات کی تصدیق رسالتِ آپؐ نے ”خطبہ غدیر“ میں یوں فرمائی تھی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي آئِمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنْصَرُونَ“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۸-۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔)

ایسے آئمہ ضلالت اور ان کے متبعین سے اللہ رسولؐ نے کلیتاً برأت کا اظہار یوں فرمایا ہے:

”إِنَّ اللَّهَ وَآنَا بَرِيَانٍ مِنْهُمْ۔ إِنَّهُمْ وَأَشْيَاعُهُمْ وَاتَّبَاعُهُمْ وَأَنْصَارُهُمْ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلِبَشَرٍ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ أَلَا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ فِي صَحِيفَتِهِ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحات ۱۸-۱۹)

(اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

باب ہشتم

جہاد سے جی چرانا

لفظ 'جہاد' 'جہد' سے مشتق ہے، جس کے معنی کوشش کرنا؛ جدوجہد کرنا ہیں۔ جہاد کا آغاز ہتھیار جمع کر کے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی ابتداء اپنے اقوال و افعال میں اللہ وحدہ لا شریک کے ادکامات کی اطاعت سے ہوتی ہے۔ اسی اطاعتِ مطلق کا نام حقیقی اسلام ہے۔ حقیقی اسلام کو پانے کے لیے اللہ کے فرستادہ رول ماڈل علیٰ ابن ابی طالبؑ کی اتباع کی ضرورت ہے۔ جب ایک مسلمان علیؑ کی اتباع کرے گا تو وہ اللہ کے ہر دشمن کے خلاف ڈٹ جائے گا — وہ دشمن چاہے اس کے اندر "ہوائے نفس" کی شکل میں آمادہٴ پیکار ہو — چاہے میدانِ جنگ میں اس کو لکار رہا ہو۔ میدانِ جنگ میں اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمن سے انسان تبھی لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے اندر پائے جانے والے دشمن "ہوائے نفس" پر غالب آچکا ہو۔ اگر "ہوائے نفس" اُس پر غالب ہو، تو ایسا مغلوب کبھی بھی کسی دشمنِ خدا کے مقابل نہیں جاسکتا، چاہے رسولؐ ہی کیوں نہ بھیج رہے ہوں۔

"ہوائے نفس" انسان کے اندر جاگزیں وہ دشمن ہے جو انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکائے رکھتا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

”لَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط“ (سورہ ص، آیت ۲۶)

اگر ہم "ہوائے نفس" کی اتباع کریں گے تو اللہ کے راستے پر نہیں چل سکتے۔ اللہ کے راستے پر بھی چل سکتے ہیں، جب اُس نور کی اتباع کریں، جسے اللہ نے اپنے رسولؐ کے

ساتھ نازل فرمایا ہے۔ وہ نور علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ علیؑ کی اتباع ہی ”ہوائے نفس“ پر غلبہ پانے کے لیے لازم ہے، اس لیے اللہ نے علیؑ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

علیؑ کی اتباع کرتے ہوئے چلیں، تو جہاد کی سب سے پہلی منزل ”جہاد بالنفس“ کی آتی ہے، جو ”ہوائے نفس“ کو مات دینے سے سر ہو جاتی ہے۔ اس سے اگلی منزل ہے ”جہاد بالسیف“ (تلواریں سے جہاد)۔ ”جہاد بالسیف“ کی نوبت تب آتی ہے، جب ”ہوائے نفس“ کو اپنا معبود ماننے والے طاغوت کے پجاری اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے آمادہٴ پیکار ہوتے ہیں۔ اس وقت اسلام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنا دفاع بالسیف کریں۔ گویا اسلام میں جہاد بالسیف ”offensive war“ نہیں ہے، بلکہ ”defensive war“ ہے۔ حق دفاع (right of self-defence) چاہے کوئی فرد ہو، یا جماعت افراد، اُن کا حق ہے۔ عہد رسالتمآبؐ میں 26 غزوات ہوئے اور 43 سرایا، مگر کسی ایک میں بھی پہل رسالتمآبؐ کی طرف سے نہیں ہوئی۔ تمام کی تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ اس لیے ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں کہ اسلام جنگ کا نہیں، امن کا مذہب ہے۔ رسولؐ اسلام پیغامبر امن ہیں۔

اسلام کے نام پر جس مارا ماری کا آغاز شہادت رسالتمآبؐ کے بعد ہوا، اُس کا کوئی تعلق اسلام کے تصور جہاد سے ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ وہ جنگیں مال و منال پانے، جاہ و جلال قائم کرنے، اور علاقوں پر تسلط جمانے کے لیے لڑی گئیں۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اُن جنگوں میں سے کسی ایک جنگ میں بھی حصہ نہیں لیا، کیونکہ وہ انہیں ”جہاد فی سبیل اللہ“ نہیں سمجھتے تھے، ورنہ وہ جہاد سے پہلو تہی کیسے کر سکتے تھے! اُن جنگوں نے اسلام کے تصور جہاد کو ”فساد فی سبیل اللہ“ بنا کر رکھ

دیا، جس کا خمیازہ ہم آج تک بھٹکتا رہے ہیں۔

”جہاد بالسیف“ وہی ہے، جو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اتباع میں ہو یا علیؑ کے بعد اُن کے جانشین آئمہ طاہرینؑ میں سے کسی امامؑ کی اقتداء میں ہو۔ بغیر اذنِ امامؑ جہادِ فساد بن جاتا ہے، جس سے اللہ و رسولؐ نے شدت سے روکا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝“ (سورۃ البقرہ، آیات ۱۱-۱۲)

(اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد مت کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے نہیں ہے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار رہو یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔)

آج کل ’فسادِ بنام‘ جہاد کرنے والے وہی لوگ ہیں، جو عہدِ رسالت مآبؐ میں جہاد سے جی چرایا کرتے تھے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

”كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝“ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۶)

(تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناگوار ہے اور شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، درآنحالیکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا (ہی) ہے، مگر تم نہیں جانتے ہو۔)

اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کے انجام کو یوں بیان کرتا ہے:

”فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (سورۃ
البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور
یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

جہاد کی ایک قسم ”جہاد باللسان“ ہے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔
یہ جہاد اسلامی معاشرے میں ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اسلام میں لانے کے لیے
جبر و اکراہ کا استعمال ہرگز نہیں ہو سکتا، مگر اختیاری طور پر اسلام میں داخل ہونے کے
بعد کسی مسلمان کے لیے روانہ نہیں ہے کہ وہ احکامات الہیہ کی بجا آوری سے انکار محض یہ
کہہ کر کرے کہ ”لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ“۔

چونکہ شیطان ہمہ وقت انسانوں کو بھٹکانے میں مصروف ہے، اس لیے اللہ
تعالیٰ کی بھی خواہش ہے کہ:

”أَمْرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط“ (سورۃ الحج،
آیت ۴۱)

مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بعنوانِ شائستہ ہونا چاہیے، نہ کہ بزورِ شمشیر۔ آپ
نے صرف ترغیب دینی ہے، ڈکٹیٹ نہیں کرنا۔ ڈکٹیٹن کے نتیجے میں کیا جانے والا عمل،
عامل کا شمار نہیں ہوتا، بلکہ وہ ڈکٹیٹر (جابر) کا ہوتا ہے۔

”جہاد باللسان“ کے ساتھ ساتھ ”جہاد بالقلم“ بھی جاری رہنا چاہیے۔
”جہاد بالقلم“ کی ضرورت نہ صرف اس لیے ہے کہ اسلام دشمنوں کے اسلام پر تحریری

حملوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے، بلکہ اسلام دشمن اسلامیان کے اندر جو بدعات و رسوماتِ قبیحہ پھیلانے کی کوشش کریں، اُس کی اصلاح بھی بذریعہ ”جہاد بالقلم“ کی جائے۔ یہ جہاد ہر صاحبِ علم پر واجب ہے۔

جہاد یہ بھی ہے کہ کسی مستحق کو اُس کے حق سے زبردستی محروم کیا جا رہا ہو، تو غاصب کے خلاف مستحق کا ساتھ دیا جائے۔ اس جہاد سے پہلو تہی نہ صرف مستحق سے اُس کا حق چھین لیتی ہے، بلکہ غاصب کو قوت بھی فراہم کرتی ہے۔ ایسی پہلو تہی بڑے بڑے حقوق پر ڈاکہ ڈالتی ہے، جیسے بعدِ شہادتِ ختمی مرتبت امامِ العالمین حضرت علیٰ ابنِ ابی طالبؑ کے حق حکومت پر ڈاکہ، اور رسالتِ نبیؐ کی نکتِ جگر سیدہ فاطمہؑ کی جاگیرِ فدک پر ڈاکہ۔

پہلے ڈاکے کے نتیجے میں حضرت علیؑ یہ کیا گزری، انہی کی زبانی سنئے:

”أَمَّا وَاللَّهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِي فُحَّافَةٍ وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيَ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَى - يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْتَقِي إِلَى الطَّيْرِ فَسَدَلْتُ دُونَهَا ثُوبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا - وَطَفَقْتُ أَرْتَائِي بَيْنَ أَنْ أَصُولَ بِيَدٍ جَذَاءً أَوْ أَصْبِرَ عَلَى طَخِيَةِ عَمِيَاءَ يَهْرُمُ فِيهَا الْكَبِيرُ - وَيَشِيبُ فِيهَا الصَّغِيرُ وَيَكْدَحُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلَى هَآئَا أَحْبَبِي فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذَى وَفِي الْحَلْقِ شَجَا أَرَى تُرَائِي نَهْبًا حَتَّى مَضَى الْأَوَّلُ بِسَبِيلِهِ فَأَذَلِّي بِهَا إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهُ (كُم تَمَثَّلْ

بقول الأَعشى

شَتَّانَ مَا يَوْمِي عَلَى كُورِهَا

وَيَوْمَ حَيَّانِ أَخِي جَابِرِ

فَيَا عَجَبًا بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيلُهَا فِي حَيَاتِهِ إِذْ عَقَدَهَا
لَا خَرَ بَعْدَ وَفَاتِهِ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعِيهَا فَصَيَّرَهَا فِي
حُوزَةِ خَشْنَاءٍ يَغْلُظُ كَلَامُهَا وَيَخْشُنُ مَسُّهَا وَيَكْثُرُ
الْعِثَارُ فِيهَا، وَالْإِعْتِذَارُ مِنْهَا نَصَاحِيهَا كَرَاكِبِ
الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا حَرَمَ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمِ
فَمُنِيَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللَّهِ بِخَبِطِ وَشِمَاسٍ وَتَلَوْنِ
وَاعْتِرَاضِ فَصَبَرْتُ عَلَى طَوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ
الْمِخْنَةِ حَتَّى إِذَا مَضَى لِسَبِيلِهِ جَعَلَهَا فِي جَمَاعَةٍ
زَعَمَ أَنِّي أَحَدُهُمْ فَيَا لِلَّهِ وَلِشُورِي مَتَى اعْتَرَضَ
الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْأَوَّلِ مِنْهُمْ حَتَّى صِرْتُ أَقْرَنُ إِلَى
هَذِهِ النَّظَائِرِ لَكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذْ أَسْفُؤُوا وَطَرْتُ إِذْ
طَارُوا- فَصَنَى رَجُلٌ مِنْهُمْ لِضِعْفِهِ وَمَالِ الْآخِرِ
لِصِهْرِهِ مَعَ هَنِ وَهَنِ إِلَى أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ
نَافِجًا حِضْنِيهِ بَيْنَ نَثِيلِهِ وَمُعْتَلِفِهِ وَقَامَ مَعَهُ بَنُو أَبِيهِ
يَخْضُمُونَ مَالَ اللَّهِ خَضْمَةَ الْإِبِلِ نَبْتَةَ الرِّيعِ إِلَى
أَنْ أَنْتَكْتَ قَتْلُهُ وَأَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ وَكَبَتْ بِهِ
بَطْنَتُهُ فَمَا رَاعِنِي إِلَّا وَالنَّاسُ كَغُرْفِ الضَّبْعِ إِلَى

يَنۢتَالُونَ عَلٰی مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتّٰی لَقَدۡ وُطِئَ
 الْحَسَنَانِ وَشُقَّ عَطْفَاۤی مُجْتَمِعِیۡنَ حَوْلِیۡ كَرِیۡضَةِ
 الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَشَتْ طَائِفَةٌ وَمَرَقَتْ
 أُخْرٰی وَقَسَطَ الْآخَرُونَ كَأَنَّهُمْ لَمْ یَسْمَعُوا كَلَامَ اللّٰهِ
 حِیۡثُ یَقُولُ۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیۡنَ لَا
 یُرِیۡدُونَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فُسَادًا وَالْعَاقِبَةُ
 لِلْمُتَّقِیۡنَ، بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدۡ سَمِعُوۡهَا وَوَعُوۡهَا وَلَكِنَّهُمۡ
 حَلِیَّتِ الدُّنْیَا فِیۡ اَعۡیُنِهِمۡ وَرَآقَهُمۡ زُبُرُهَا اَمَّا
 وَالَّذِیۡ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُورُ
 الْحَاضِرِ وَقِیَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَمَا أَخَذَ
 اللّٰهُ عَلٰی الْعُلَمَآءِ اَنْ لَا یُقَارَّوْا عَلٰی كِبَیۡةِ ظَالِمٍ وَّ لَا
 سَعَبِ مَظْلُومٍ لَّا لَقِیْتُ حَبْلَهَا عَلٰی غَارِبِهَا وَلَسَقِیْتُ
 اَخْرَهَا بِكَاسِ اَوَّلِهَا وَلَا لَفِیْتُمۡ دُنْیَاكُمۡ هَذِهِ اَزْهَدَ
 عِنْدِیۡ مِنْ عَفْطَةِ عَنَزٍ“

(”نیج البلاغہ“، صفحات ۸۸ تا ۹۰)

خدا کی قسم! فرزند ابوقحافہ نے پیر اہن خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ میرے
 بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا حکومت میں وہی مقام ہے جو چلی
 کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے
 سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس
 کے باوجود) میں نے حکومت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اُس سے پہلو تہی کر

لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کئے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اُس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا۔ لہذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبارِ اندہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم ورنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹختے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد حکومت ابنِ خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اُسی کا یہ شعر پڑھا۔)

”کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کھتا ہے

اور کہاں وہ دن جو حیانِ برادرِ جابر کی صحبت میں گزرتا تھا“

تعب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لیے استوار کر گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ حکومت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اُس نے حکومت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا، جس کے چر کے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے، وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اُس کی منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شکافہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے

راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا، یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور حکومت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا، اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ! مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جواب اُن لوگوں میں میں بھی شامل کر لیا گیا ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اُڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں۔) ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا اُمادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر ٹھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اُس کے ساتھ اس کے بھائی بند اُٹھ کھڑے ہوئے، جو اللہ کے مال کو اس طرح نکلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ریح کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُس کی بیٹی ہوئی رستی کے بل کھل گئے اور اُس کی بد اعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے اُسے منہ کے بل گرادیا۔ اُس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بچو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگا تار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امر حکومت کو لے کر اُٹھا تو

ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ ”یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں، نہ فساد پھیلاتے ہیں، اور اچھا انجام پر ہیز گاروں کے لیے ہے۔“ ہاں، ہاں، خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سبج دھج نے انہیں لبھا دیا۔ دیکھو، اُس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شکافۃ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں، اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم ہڈی اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں حکومت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے۔) دوسرے ڈاکے کے نتیجے میں جناب سیدہ کس قدر آزرده خاطر ہوئیں، وہ بھی انہی کی زبانی سنئے:

”[ثُمَّ رَمَتْ بِطَرَفِهَا نَحْوَ الْاَنْصَارِ فَقَالَتْ: يَا مَعْشَرَ الْفِتْيَةِ وَاَعْضَادِ الْمِلَّةِ وَحَضَنَةِ الْاِسْلَامِ! مَا هَذِهِ الْغَمِيزَةُ فِي حَقِّي وَالسَّيِّئَةُ عَنِ ظُلَامَتِي؟ اَمَّا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ اَبِي يَقُولُ: الْمَرْءُ يُحْفَظُ فِي وُلْدِهِ سَرْعَانَ مَا اَخَذْتُمْ وَعَجَلَانَ ذَا اِهَالَةً وَلَكُمْ طَاقَةٌ

بِمَا أَحَاوِلُ وَ قُوَّةٌ عَلَى مَا أَطْلُبُ وَ أَزَاوِلُ أَتَقُولُونَ
 مَاتَ مُحَمَّدٌ؟ فَخَطَبُ جَلِيلٌ اسْتَوْسَعَ وَهِيَهُ
 وَ اسْتَنْهَرَ فُتْقَهُ وَ انْفَتَقَ رَنَقَهُ، أَظْلَمَتِ الْأَرْضُ لِغَيْبَتِهِ
 وَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ انْتَثَرَتِ النُّجُومُ
 لِْمُصِيبَتِهِ وَ أَكْدَتِ الْأَمَالُ وَ خَشَعَتِ الْجِبَالُ وَ
 أَضْيَعُ الْحَرِيمُ وَ أُزِيلَتِ الْحُرْمَةُ عِنْدَ مَمَاتِهِ، قَتَلَكَ
 وَ اللَّهُ النَّازِلَةُ الْكُبْرَى وَالْمُصِيبَةُ الْعُظْمَى لَا مِثْلَهَا
 نَازِلَةٌ وَ لَا بَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ أَغْلَنَ بِهَا كِتَابُ اللَّهِ حِلًّا
 ثَنَائُهُ فِي أَفْنِيَّتِكُمْ هَتَافًا وَ ضَرَاخًا وَ تِلَاوَةً وَ الْحَنَاءُ وَ
 لَقْبَلُهُ مَا حَلَّ بِأَنْبِيَاءِ اللَّهِ وَ رُسُلِهِ، حُكْمٌ فَضْلٌ وَ قَضَاءٌ
 حُكْمٌ [وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
 الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَ
 مَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَ
 سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (سورة آل عمران، آیت ۱۴۳)]
 أَيُّهَا بَنِي قَيْلَةَ! أَهَضُّمُ ثَرَاثَ أَبِي؟ وَ أَنْتُمْ بِمَرَأَى
 مِنِّي وَ مَسْمَعٍ وَ مُنْتَدَى وَ مَجْمَعٍ، تَلْبَسُكُمُ الدَّعْوَةُ
 وَ تَشْمَلُكُمُ الْخُبْرَةُ وَ أَنْتُمْ ذُوو الْعَدَدِ وَ الْعُدَّةِ
 وَ الْأَدَاةِ وَ الْقُوَّةِ وَ عِنْدَكُمْ السَّلَاحُ وَ الْجَنَّةُ تُوَافِقُكُمْ
 الدَّعْوَةُ فَلَا تُجِيبُونَ وَ تَأْتِيكُمْ الصَّرْحَةُ فَلَا تُعِينُونَ
 وَ أَنْتُمْ مَوْصُوفُونَ بِالْكَفَاحِ، مَعْرُوفُونَ بِالْخَيْرِ

وَالصَّلَاحِ، وَالنُّخْبَةُ الَّتِي أَنْتُخِبْتَ وَالْخَيْرَةُ الَّتِي
أُخْتِيرْتَ لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، قَاتَلْتُمُ الْعَرَبَ وَتَحَمَّلْتُمُ
الْكَدَّ وَالتَّعَبَ وَنَاطَخْتُمُ الْأَمَمَ وَكَافَخْتُمُ الْبَهْمَ، لَا
نَبْرُحُ أَوْ تَبْرَحُونَ نَأْمُرُكُمْ فَتَأْتِمِرُونَ حَتَّى إِذَا
دَارَتْ بِنَارِ حَى الْإِسْلَامِ وَدَرَّ حَلْبُ الْإِيَّامِ وَ
خَضَعَتْ نَعْرَةُ الشَّرِكِ وَسَكَنْتْ فُورَةُ الْإِفْكِ وَ
خَمِدَتْ نِيرَانُ الْكُفْرِ وَهَدَأَتْ دَعْوَةُ الْهَرَجِ،
وَاسْتَوْسَقَ نِظَامُ الدِّينِ فَأَتَى حِرْثُكُمْ بَعْدَ الْبَيَّانِ؟ وَ
أَسْرَرْتُمْ بَعْدَ الْإِعْلَانِ؟ وَنَكَضْتُمْ بَعْدَ الْإِقْدَامِ؟ وَ
أَشْرَكْتُمْ بَعْدَ الْإِيْمَانِ؟ [الْأَتَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكُونُوا
إِيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَهُمْ أَوْ بِأَخْرَاجِ الرَّسُولِ
وَهُمْ بَدَعُوا كُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ
أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (سورة التوبة، آیت ۱۳)]
أَلَا وَقَدْ أَرَى أَنْ قَدْ أَخْلَدْتُمْ إِلَى الْخَفْضِ وَ
أَبْعَدْتُمْ مَنْ هُوَ أَحَقُّ بِالْبَسْطِ وَالْقَبْضِ وَأَقْوَاهُمْ
عَلَيْهِ، وَخَلَوْتُمْ بِالِدِّعَةِ وَنَجَوْتُمْ مِنَ الضِّيقِ بِالسَّعَةِ
فَمَجَجْتُمْ مَا وَعَيْتُمْ وَدَسَعْتُمْ الَّذِي تَسَوَّغْتُمْ [فَإِنْ
تَكْفُرُوا وَأَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ
لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (سورة ابراہیم، آیت ۸)] أَلَا وَقَدْ قُلْتُ مَا
قُلْتُ هَذَا عَلَى مَعْرِفَةٍ مِنِّي بِالْخَذَلَةِ الَّتِي

خَامَرْتُكُمْ وَالْغَدْرَةَ الَّتِي اسْتَشْعَرْتَهَا قُلُوبُكُمْ وَ
لِكِنَّهَا فَيْضَةُ النَّفْسِ وَ نَفْثَةُ الْغَيْظِ وَ خَوْرُ الْقَنَاءِ وَ بَثَّةُ
الصَّدْرِ وَ تَقْدِمَةُ الْحُجَّةِ۔“

(”خطبہ لُئہ“، صفحات 49 تا 54)

[پھر جناب سیدہ انصار کی جانب متوجہ ہوئیں اور فرمایا:]

(اے گروہ جوانمرداں! اے ملتِ اسلامیہ کے دست و بازو! اور اے
اسلام کے محافظو! میرے حق میں یہ کمزوری کیوں ہے؟ میرے غصہ حق
پر تم اونگھ کیوں رہے ہو یعنی لا تعلق کیوں ہو؟ کیا میرے بابا رسول اللہ نہیں
فرماتے تھے کہ کسی شخصیت کا تحفظ اس کی اولاد کے تحفظ سے ہوتا ہے؟ کتنی
جلدی تم نے اپنی روش بدل لی۔ کتنی جلدی تمہاری چربی تمہارے ناک سے
بہہ نکلی ہے۔ حالانکہ تم میں اتنی طاقت ہے کہ تم میرا حق لینے میں میری مدد کر
سکو۔ تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ میرے ادعائے حق میں میرا ساتھ دو۔ کیا تم یہ کہو
گے کہ حضرت محمدؐ وفات پا گئے ہیں (اور اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں
رہی)؟ حضرت محمدؐ کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔ اس کے اثرات انتہائی
گھمبیر ہیں۔ اس کے بعد پیدا ہونے والا افتراق بڑھتا جا رہا ہے، اور
ملت کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ (ایسا لگتا ہے کہ) ان کی پردہ پوشی سے زمین پر
تاریکی چھا گئی ہے، سورج اور چاند گہنا گئے ہیں؛ اور ستاروں نے سوگ میں
ٹٹمنا چھوڑ دیا ہے۔ اُمیدیں نا اُمیدی میں بدل گئی ہیں۔ پتھر پانی ہو گئے
ہیں۔ حریم رسولؐ یعنی اہل بیتؑ کی حرمت ضائع ہو گئی ہے۔ آنحضرتؐ
کی وفات کے بعد ان کے گھر کا احترام ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ خدا کی قسم!

آنحضرتؐ کی وفات ایک بڑا سانحہ اور عظیم مصیبت ہے۔ کوئی اور مصیبت اس کے مثل نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی اور مصیبت ہو سکتی ہے۔ اس سانحہ کا اعلان اللہ جل شانہ نے پہلے ہی اپنی کتاب میں کر دیا تھا، جسے تم اپنے گھروں میں کبھی باوازا بلند، کبھی گریہ وزاری کیساتھ، کبھی غام طریق تلاوت سے، اور کبھی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ اس سے پہلے بھی اللہ کے انبیاء و رسل کو موت آئی، جو ایک فیصلہ کن اور حتمی امر ہے۔ (اس کے بعد جناب سیدہؓ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی) [اور حضرت محمدؐ بھی پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں۔ اگر انہیں موت آ جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (اپنے سابقہ مذاہب کی طرف) پھر جاؤ گے؟ جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو عنقریب جزا دے گا (سورہ آل عمران، آیت ۱۴۴)] اے قبیلہ کے فرزندو (یعنی قبیلہ اوس و خزرج کے لوگو)! کیا میں اپنے بابا کی میراث سے محروم ہی رہوں گی؟ حالانکہ تم میری آنکھوں کے سامنے ہو، تمہاری باتیں میں سن سکتی ہوں اور ہم ایک ہی جگہ موجود ہیں یعنی تمہاری موجودگی میں میں اپنے بابا کی میراث سے محروم کی جا رہی ہوں۔ اس قضیہ میں میرا ساتھ دینے کی استدعا تم تک پہنچ رہی ہے اور تم تمام حالات سے بخوبی آگاہ ہو۔ تم افرادی قوت، وسائل، سیاسی اثر و نفوذ اور طاقت کے حامل ہو۔ تمہارے پاس اسلحہ اور ڈھال یعنی جنگی سامان بھی موجود ہے۔ تم تک میری پکار پہنچ رہی ہے مگر تم نے چپ سادھ رکھی ہے۔ میری فریاد بڑی صراحت سے تم تک پہنچ رہی ہے مگر تم فریادری کو

تیار نہیں، حالانکہ تم شجاعت میں یکتا ہو اور خیر و صلاح میں شہرت رکھتے ہو۔ تم وہ برگزیدہ اور منتخب لوگ ہو جنہیں ہم اہل بیت کے لیے چنا گیا۔ تم نے مشرکین عرب سے قتال کیا اور جنگوں کی سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں۔ تم (اہل ضلالت کے خلاف) بے خطر کود پڑے اور بڑے بڑے سوراؤں کا مقابلہ کیا۔ ماضی میں جب بھی پیغمبر یا ان کے اہل بیت نے تمہیں پکارا تم نے ہمارے احکامات کی بجا آوری کی۔ تم پیغمبر اور ہم اہل بیت کے وفادار رہے، یہاں تک کہ ہماری کوششوں سے اسلام اپنے مدار پہ گھومنے لگا اور اس کی برکتیں فراوان ہو گئیں، شرک کی ناک خاک پر رگڑ دی گئی یعنی مشرکین دب گئے اور جھوٹ و تہمت کا طوفان تھم گیا۔ کفر کی آگ فرو ہو گئی۔ فتنہ و فساد کی آواز بند ہو گئی۔ دین کا نظام مستحکم ہو گیا۔ ان سب کامرانیوں کے بعد تم حق سے روگردانی کیوں کر رہے ہو؟ اعلان حق کے بعد تم حق کو چھپا کیوں رہے ہو؟ حق کی طرف پیشقدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ ایمان لانے کے بعد شرک کے مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟ [کیا تم اس قوم سے قتال نہیں کرو گے جنہوں نے عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے ہماری دشمنی میں دوسروں کو ملانے کی ابتداء تم سے کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہی رہو گے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۳)] آگاہ رہو! میں جانتی ہوں کہ تم عیش و آرام میں پڑ گئے ہو۔ تم نے اس شخص (علیٰ ابن ابی طالب) کو اقتدار سے دور کر دیا جو اسلامی ریاست کی باگ ڈور سنبھالنے میں سب سے زیادہ حقدار ہے اور (حکومت کو چلانے

کی) پوری قوت و صلاحیت رکھتا ہے۔ تم نے عیش کوشی میں عافیت تلاش کر لی ہے۔ تم نے (ہمارا ساتھ دینے میں) تنگی محسوس کرتے ہوئے (حکومتِ وقت کا ساتھ دے کر) راحت پانے کی ٹھانی ہے۔ تم نے دین کی جو باتیں سیکھی تھیں انہیں دماغ سے محو کر دیا ہے۔ جس طعام کو گوارا جان کر نگل لیا تھا، اسے اگل دیا ہے۔ [پس اگر تم اور زمین پر بسنے والے تمام لوگ بھی کفر اختیار کر لیں تو بھی لائقِ حمد اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (سورہ ابراہیم، آیت ۸)]۔ آگاہ رہو! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اُس ترکِ نصرت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا ہے جو تمہارے مزاج میں رچ بس گئی ہے، اور اس غداری کے پیشِ نظر کہا ہے جو تمہارے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ (اسلام سے انحراف پر) دفورِ غم اور (غضبِ حق پر) غضب کا اظہار ہے۔ تمہاری طرف سے نصرت سے پہلو تہی پر دل شکستگی کا اظہار ہے۔ بس تم پر حجت تمام کرنا چاہتی تھی۔)

جہادِ ہی کی ایک قسم عزاداریِ حسینؑ بھی ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ہمیں شہادتِ حسینؑ کے سبب اور مقصد کا ادراک کرنا ہوگا۔

شہادتِ حسینؑ کا سبب اور مقصد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (سورۃ الذّٰرِیّٰت، آیت ۵۶) (میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں)۔ اس آیہ کریمہ کی رو سے خلقتِ انسانی کا مقصد صرف اور صرف عبادتِ الہی ہے یعنی انسانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی دنیاوی

زندگیوں کو اپنے خالق کے احکامات کی مطلق اطاعت میں گزاریں اور اس کے احکامات سے ہرگز انحراف نہ کریں۔ اسی کا نام عبادت ہے۔ لہذا اگر بندہ احکام الہی کی اطاعت چھوڑ کر کسی اور کے احکامات کی کلی یا جزوی طور پر پیروی کرتا ہے تو گویا وہ اپنی خلقت کے مقصد کو پورا نہیں کر رہا اور اپنے خالق — اللہ، کے سوا کسی اور کو بھی لائق عبادت سمجھتا ہے۔ یعنی اس کی عبادت الہی خالص نہیں ہے بلکہ اس میں کسی اور کی عبادت بھی شریک ہے۔ اس طرح بندہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ”ظلم عظیم“ قرار دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے کہ جس کی اطاعت انسانوں کے لئے اتنی پُرکشش ہو کہ وہ اپنے خالق اور معبود حقیقی کی عبادت چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دیں اور اسے اپنے معبود حقیقی کا شریک ٹھہرائیں۔ اس کا جواب صاحب منبر سلونی علیٰ ابن ابی طالبؑ یوں دیتے ہیں:-

”إِنَّ اكْبَرَ مَعْبُودٍ عَبْدٌ فِي الدُّنْيَا الْهَوَىٰ“

(سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں عبادت کی جاتی ہے ہوائے نفس ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس ’معبود‘ کی طرف جھکاؤ سے یوں تنبیہ کی ہے:

”وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ“ (سورہ

ص، آیت ۲۶)

(پس ہوائے نفس کی اتباع نہ کرو کہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی۔)

اور فرماتا ہے کہ:

”وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ (سورہ الزمر، آیات

(۴۰، ۴۱) (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور ”ہوائے

نفس“ کی پیروی سے گریز کرتا رہا، پس اسی کا ٹھکانہ جنت ہے۔)

مذکورہ بالا احکامِ الہیہ کے مطالعے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو انسان اپنے معبودِ حقیقی — اللہ کی اطاعت چھوڑ کر ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہو، وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے، اور یوں اپنے مقصدِ خلقت سے روگردانی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کا مقصدِ خلقت یاد دلانے اور ان کے نفوس کو ہوئی و ہوس سے پاک کرنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ مندرجہ ذیل آیہ کریمہ بشتِ انبیاء کے اس مقصد پر روشنی ڈالتی ہے:-

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴)

(بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے بھیجا ان میں ایک رسول جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

اسی مضمون کی کئی اور آیات بھی ہیں، مثلاً

”كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۱)

(جیسا کہ تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت

کرتا ہے اور تمہارا تذکرہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)
**”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ
 يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ
 الْحِكْمَةَ“** (سورۃ الجمعہ، آیت ۲)

(وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اُمّ القریٰ یعنی مکہ والوں میں ان ہی میں سے
 ایک رسول مبعوث کیا کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تذکرہ
 کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

تذکرہ نفس کے لئے ہزاروں انبیائے کرام مبعوث کرنے کی ضرورت اس
 وجہ سے پیش آئی کہ انسان دنیا میں آنے کے بعد اس کی رنگینیوں میں کھو کر چند دن کی
 عارضی زندگی کو بہت کچھ سمجھ بیٹھا، اور آخرت کی ابدی زندگی کو بھلا بیٹھا۔ جب آخرت
 کی زندگی کا تصور اس کے دل و دماغ سے محو ہو گیا تو اس کا نفس خواب غفلت میں چلا
 گیا اور اُس نے اللہ کی عبادت کو عبث جانا کیونکہ اس کی جزا و سزا کا تعلق تو آخرت سے
 ہے اور غافل نفس کی پیروی میں دنیاوی جاہ و جلال اور مال و دولت حاصل کرنے میں
 لگ گیا۔ اس کی یہ خواہشات اسے اس قدر اندھا کئے رکھتی ہیں کہ جب اسے ہوش آتی
 ہے تو خود کو قبر میں پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”أَلْهَكُمُ التَّكَاثُرُ ۚ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۚ“ (سورۃ
 التکاثر، آیات ۲، ۱)

(تمہیں تو کثرت (مال و منال اور جاہ و جلال) کی خواہش نے غفلت میں
 رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں)۔

جو انسان اندھا دھند ہوئے نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اس پر انبیاء کی تعلیمات کا

بھی کچھ اثر نہیں ہوتا:

”أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهُهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ
وَكَيْلًا“ (سورۃ الفرقان، آیت ۴۳)

(اے رسول! کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ پس آپ اس کے امور درست کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟) اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں: ایک گروہ وہ ہے، جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے ان پر عمل کر کے اپنے نفس کو ہوئی و ہوس سے پاک رکھا اور اپنے خالق و معبود حقیقی کی خالص عبادت کی۔ پس یہی گروہ راہِ حق پر گامزن ہے اور ”حزب اللہ“ (اللہ کی جماعت) ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ”ہوائے نفس“ کی پیروی جاری رکھی، اور انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اپنا دشمن جانا اور ان کی مخالفت کی۔ اس سے وہ مشرک ہوئے، اور ”حزب اللہ“ کو اپنا دشمن گردانتے ہوئے اس کے خلاف برسرِ پیکار رہے (اور ہیں)۔ یہ گروہ ”حزب الشیطان“ ہے۔ اس گروہ نے انبیائے کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا کیونکہ وہ انہیں اپنی راہ کا روڑہ سمجھتے تھے۔ اس گروہ نے انبیاء اور ان کے پیروکاروں پر اس حد تک عرصہ حیات تنگ کیا کہ اکثر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ قصہ مختصر کہ اس گروہ نے ہر وہ تدبیر کی جس سے اس کی دانست میں ”حزب اللہ“ کا اس دنیاوی جنت سے قلع قمع ہو جائے اور ان کے خوابیدہ نفس پر دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کے تصور کا کچوک لگانے والا کوئی نہ

رہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

”أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَتَرْفِقُوا كَذَبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۸۷)

(جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس
کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑ بیٹھے۔ پھر تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض
کو جان سے مار ڈالا۔)

لیکن وہ خالق مطلق ہی کیا جو مخلوق کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ اُس نے
ہزاروں سال تک انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ خاتم المرسلین حضرت
محمد مصطفیٰ کی تشریف آوری ہوئی۔ حزب الشیطان نے سلسلہ نبوت کی اس آخری
کڑی کو ختم کرنے کے لئے بھی ہتھکنڈے استعمال کئے جو اس سے قبل آزما چکے
تھے، اور جب خاتم المرسلین کی شہادت ہو گئی تو اس گروہ نے سکون کا سانس لیا کہ اب
قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس طرح اب ان کا راستہ صاف ہے، اور قیامت
تک اب انکی حکومت ہوگی، لیکن وہ بھول گئے تھے کہ خاتم المرسلین نے اپنے آخری
خطبہ حج کے بعد جمیع مسلمانوں کے سامنے غدیر خم کے مقام پر حکم خداوندی سے اپنا
وصی و جانشین مقرر کیا تھا جس نے شرع اسلام یعنی احکامات الہیہ کی حفاظت کرنی تھی،
اور یوں حزب الشیطان کے خلاف برسرِ پیکار رہنا تھا۔ حزب الشیطان کے لیڈروں
نے سب کچھ بھلا کر اور اُمت کو جانشینی رسول سے متعلق مغالطے میں ڈال کر اپنی
ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیاوی شان و شوکت کو حاصلِ حیات سمجھتے ہوئے
نبی کے جانشین اور محافظِ دین علی ابن ابی طالب کی اطاعت سے روگردانی کرتے
ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔

حزب الشیطان نے شروع میں ہاتھ ذرا ہلکا رکھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حزب اللہ کے خلاف ان کی چہرہ دستیاں بڑھتی رہیں یہاں تک کہ یزید ابن معاویہ جیسا بدترین خلاق مسندِ سقیفائی خلافت پر بٹھا دیا گیا، اور اس نے احکامِ الہیہ سے کھلم کھلا بغاوت شروع کر دی۔ اُس نے علی الاعلان کہا کہ نہ کوئی نبی آیا تھا، نہ کوئی وحی اُتری تھی، بنو ہاشم کے محمد بن عبد اللہ نے ملک گیری کے لئے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ اس کا یہ اعلان حزب اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ تھا جس کا اگر جواب نہ دیا جاتا تو قیامت تک آنیوالی نسلیں اسی اعلان کو ”حق“ مانتی رہتیں، اور یوں خالقِ جن و بشر کا مشن ناکام ہو جاتا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ خالقِ مطلق ہی کیا جو کبھی مخلوق کے سامنے بے بس ہو جائے۔ اس نے یزید کے اس اعلانِ جنگ کا جواب دینے کے لئے پہلے ہی سلسلہِ امامت کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سلسلے کی تیسری کڑی اور حزب اللہ کے سالار امام حسینؑ اس یزیدی اعلان کا جواب دینے کے لئے اٹھے۔ مولا حسینؑ نے پہلے یزید کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دے کر اتمامِ حجت کیا۔ جب اس نے انکار کیا تو مولاً نے اپنی جماعت — حزب اللہ، کو یزید کی جماعت — حزب الشیطان، کے خلاف کربلا کے میدان میں صف آرا کیا۔ یوں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو دو نظریوں اور دو معبودوں — معبودِ حقیقی ”اللہ“، اور ”ہوائے نفس“، کے ماننے والوں کے درمیان معرکہِ حق و باطل ہوا، جس میں ہمیشہ کی طرح کثیر حزب الشیطان نے ہمیشہ کی طرح قلیل حزب اللہ کو اپنی دانست میں ختم کر کے جنگ جیت لی، لیکن اصلی جیت اور ہار کا فیصلہ آنے والے وقت نے کیا۔

یوں تو حسینؑ اور ان کے اصحابؑ حزب الشیطان کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے، لیکن شاہِ کربلا نے اپنے خون سے ریگزار کر بلا پر نقشِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایسے انمٹ انداز میں ثبت کر دیا کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کو کہنا پڑا ۔

حَقًّا كَه بَنَائِهِ لَا إِلَهَ اسْتَحْسِنُ

مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؑ نے زندگی کو موت پر قربان کر کے اور ان کے پسماندگان نے یزیدیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز سلوک اور ظلم و ستم سہہ کر بندگانِ ہوئی و ہوس کے خوابیدہ نفوس پر وہ کچوکے لگائے کہ جس کا ذکر قیامت تک غافل نفوس کو جگاتا رہے گا کیونکہ نفسِ انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عیش و آرام میں خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہتا ہے اور یہی اس کی خواہش ہوتی ہے اور جب اس کا واسطہ کسی دردِ عالم سے پڑتا ہے تو وہ بے چین ہو کر بیدار ہو جاتا ہے اور انسان کو اپنا معبودِ حقیقی یاد آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

”وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَفْهَمَهُ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ“ (سورۃ الروم، آیت ۳۳)

(اور جب لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اسکی طرف پوری رغبت کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے تو کچھ گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔)

اسی مضمون کی چند آیات اور بھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

”وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

مولا حسینؑ، ان کے اصحابؑ اور ان کے پسماندگان نے تمام مصائب و آلام اس لئے سہمے کہ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نظارہ کر کے یزیدی لشکر کے کلمہ گوؤوں، جو ہوئی و ہوس کے بندے ہو چکے تھے، کے خوابیدہ نفوس پیچیں اور وہ بے چین ہو کر بیدار ہوں اور ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ کر اپنے خالق و مالک — اللہ، کو الہ الاکبر مانیں۔ مولا حسینؑ کا استغاثہ بھی انہی تمام بندگانِ ہوئی و ہوس سے تھا، اور ہے، کیونکہ جب تک بندگانِ خدا کے نفوس ہوئی و ہوس سے پاک نہیں ہو جاتے، حسینؑ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کربلا کی جنگ دو نظریوں اور دو معبودوں کے ماننے والوں کے درمیانِ معرکہ تھا۔ اس لئے جب تک مخلوقِ انسانی اپنے خالق و مالک کو الہ الاکبر نہیں مانتی اور ہوائے نفسانی کی پیروی نہیں چھوڑتی معرکہ کربلا جاری رہے گا، اور حزبِ اللہ کے سالار مولا حسینؑ بندگانِ ہوئی و ہوس سے استغاثہ کرتے رہیں گے: ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يُنْصُرُنَا“ (ہے کوئی جو میری مدد کو آئے) یا بقولِ جوشؒ ۔

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار
دوشِ انسان پہ ہے جب تک حشمِ تخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرمِ پیکار
کربلا ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

یوں تو حسینؑ اور ان کے اصحابؓ حزب الشیطان کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے، لیکن شاہدِ کربلا نے اپنے خون سے ریگزارِ کربلا پر نقشِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایسے انمٹ انداز میں ثبت کر دیا کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کو کہنا پڑا ۔

حقاً کہ بنائے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ است حسینؑ

مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؓ نے زندگی کو موت پر قربان کر کے اور ان کے پسماندگان نے یزید یوں کے ہاتھوں ذلت آمیز سلوک اور ظلم و ستم سہہ کر بندگانِ ہوئی و ہوس کے خوابیدہ نفوس پر وہ کچھ کے لگائے کہ جس کا ذکر قیامت تک غافل نفوس کو جگاتا رہے گا کیونکہ نفسِ انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عیش و آرام میں خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہتا ہے اور یہی اس کی خواہش ہوتی ہے اور جب اس کا واسطہ کسی درد و الم سے پڑتا ہے تو وہ بے چین ہو کر بیدار ہو جاتا ہے اور انسان کو اپنا معبودِ حقیقی یاد آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

”وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَفْهَمَهُ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ“ (سورۃ الروم، آیت ۳۳)

(اور جب لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اسکی طرف پوری رغبت کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے تو کچھ گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔)

اسی مضمون کی چند آیات اور بھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

”وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

فَاِلَيْهِ تَجْتَرُّوْنَ ؕ ثُمَّ اِذَا كَسَفَ الضَّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ“ (سورۃ النحل، آیات ۵۳، ۵۴)

(جتنی کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں پھر جب تم پر

مصیبت پڑتی ہے تو اسی کے آگے فریاد کرنے لگتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے تکلیف

کو دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔)

اس بحث کے نتیجے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہادتِ حسینؑ کا اصل

سبب حزبِ الشیطان کی حزبِ اللہ سے مخالفت اور دشمنی تھا۔ اور حسینؑ اور ان کے

اصحابؑ کے حقیقی قاتل حزبِ الشیطان کے معبود — ہوئی وہوس، تھے جو شمر، ابن

سعد، خولی یا یزیدی لشکر کے دیگر فوجیوں کے بھیس میں تھے۔ اور شہادتِ حسینؑ کا

مقصد بندگانِ ہوئی وہوس کے خوابیدہ نفوس کو بیدار کر کے انہیں حزبِ اللہ میں لانا تھا،

اور پھر اسے حزبِ الشیطان کے خلاف صفِ آرا کرنا تھا۔

شہادتِ حسینؑ کے تقاضے

ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؑ نے یونہی بے

مقصد جامِ شہادت نوش نہیں فرمائے تھے بلکہ ان کے پیش نظر تعلیماتِ محمدیؐ اور دینِ

الہی کی حفاظت تھی کیونکہ یزید کی سربراہی میں بندگانِ ہوئی وہوس نے مسلمانی کا

دعویدار ہونے کے باوجود تعلیماتِ محمدیؐ کو جھٹلاتے ہوئے اللہ کی معبودیت ماننے

سے انکار کر دیا تھا، اور ہوئی وہوس کو اپنے خوابیدہ نفوس میں بسا کر اس کی پوجا شروع کر

دی تھی۔ اب حفاظتِ دین اس امر کی متقاضی تھی کہ بندگانِ ہوئی وہوس کے نفوس کا

تزکیہ کر کے اس میں خالصتاً خالقِ جن و بشر کی معبودیت کو بسایا جائے۔ تزکیہ کے لئے

ضروری تھا کہ خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے نفوس پر وہ چر کہ لگایا جائے کہ جس سے وہ بے چین ہو کر بیدار ہو جائیں اور جب بھی وہ غفلت میں پڑنے لگیں اس چر کے کی یاد انہیں پھر بے چین کر کے غافل نہ ہونے دے۔

اس پس منظر میں دیکھیں تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مولا حسینؑ نے ایک رات کے نوشتہ قاسمؑ، حبیبہؑ پیغمبرؑ علی اکبرؑ جیسے کڑیل جوان، اور شیر خوار علی اصغرؑ کی قربانی کیوں دی؟ حسینؑ معجز نما تھے، زمین پر ایڑی مارتے، پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے، سکیئہ اور دوسرے بچوں کو پیاسا کیوں تڑپنے دیا؟ حسینؑ کا استغاثہ سن کر اجتہ و ملائکہ نصرت کو آئے تھے، اور انہوں نے یزیدی لشکر کا صفایا کرنے کی پیش کش کی تھی، مگر حسینؑ نے اس پیش کش کو رد کر کے خود کو اور اپنے اصحابؑ کو یزیدیوں کی تیغ جفا کے سپرد کیوں کیا تھا؟ شہادتِ حسینؑ کے بعد خانوادہٴ رسولؐ کی عورتوں اور بچوں نے یزیدیوں کے ہاتھوں کوفہ و شام کے بازاروں میں رسوائی اور قید و بند کی صعوبتیں کیوں برداشت کی تھیں؟ حالانکہ حسینؑ کو عازم کر بلا ہوتے وقت ہی خواہوں نے ان سب واقعات کی پیش گوئی کی تھی، اور مولا حسینؑ کو خود بھی علم تھا۔

اب ان سوالات کا جواب کچھ زیادہ مشکل نظر نہیں آتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولا حسینؑ تو منصبِ امامت پر فائز ہونے کی بدولت معجز نما تھے، مگر عام انسان تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ مولا حسینؑ تو امامِ جن و بشر تھے اس لئے اجتہ و ملائکہ ان کا استغاثہ سن کر ان کی نصرت کو پہنچ گئے تھے، مگر عام انسان کی مدد کرنے سے تو اس کے ہم جنس انسان بھی گریز کرتے ہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر مولا حسینؑ نے پیش آمدہ حالات میں وہ کچھ کیا جو ایک عام انسان کر سکتا ہے، اور اُسے حفاظتِ دینِ الہی میں کرنا چاہئے۔

مولاحسینؑ، ان کے اصحابؑ اور ان کے پسماندگان نے تمام مصائب و آلام اس لئے سہے کہ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نظارہ کر کے یزیدی لشکر کے کلمہ گوؤوں، جو ہوئی و ہوس کے بندے ہو چکے تھے، کے خوابیدہ نفوس پسیجیں اور وہ بے چین ہو کر بیدار ہوں اور ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ کر اپنے خالق و مالک — اللہ، کو الہ الاکبر مانیں۔ مولاحسینؑ کا استغاثہ بھی انہی تمام بندگانِ ہوئی و ہوس سے تھا، اور ہے، کیونکہ جب تک بندگانِ خدا کے نفوس ہوئی و ہوس سے پاک نہیں ہو جاتے، حسینؑ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کربلا کی جنگ دو نظریوں اور دو معبودوں کے ماننے والوں کے درمیان معرکہ تھا۔ اس لئے جب تک مخلوقِ انسانی اپنے خالق و مالک کو الہ الاکبر نہیں مانتی اور ہوائے نفسانی کی پیروی نہیں چھوڑتی معرکہ کربلا جاری رہے گا، اور حزب اللہ کے سالار مولاحسینؑ بندگانِ ہوئی و ہوس سے استغاثہ کرتے رہیں گے: ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يُنْصُرُنَا“ (ہے کوئی جو میری مدد کو آئے) یا بقولِ جوئے ۔

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار
دوشِ انسان پہ ہے جب تک حشمِ تخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرمِ پیکار
کربلا ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

مولا حسینؑ کی قربانی قیامت تک آنے والے انسانوں سے متقاضی ہے کہ وہ ہوائے نفسانی کی پیروی چھوڑ کر حزب اللہ میں آجائیں اور اللہ کی راہ میں حزب الشیطان کے خلاف جہاد کریں۔ لیکن یہ تقاضا اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک ہوئی وہوس کی آغوش میں خوابِ خرگوش کے مزے لینے والے نفوس پر مصائب و آلام کا چرکہ لگا کر اور مسلسل کچوکوں سے انہیں بیدار نہ رکھا جائے، اس لئے اس تقاضے کو پورا کرنے کا سامان بھی مولا حسینؑ خود ہی کر گئے ہیں۔ اُن پر اور ان کے اصحابؑ اور پسماندگان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر قیامت تک آنے والے انسانوں کے خوابیدہ نفوس پر غم و الم کے کچوکے لگا کر انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرتا رہے گا۔

اگر ہم اپنے خوابیدہ نفوس کو جگا کر حزب اللہ میں شامل ہو کر حزب الشیطان کے خلاف مولا حسینؑ کا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ مسلسل ذکرِ حسینؑ سے اپنے نفوس پر کچوکے لگا کر انہیں بیدار رکھیں۔

عزاداری کا مقصد شہادتِ حسینؑ سے تعلق

بحثِ بالا میں ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم حزب اللہ میں شامل ہو کر راہِ حق پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ ذکرِ حسینؑ سے اپنے نفوس کو بیدار رکھیں، اور خوابیدہ نفوس کو بیدار کریں۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر مکتبِ تشیع میں عزاداری کا انسٹی ٹیوشن وجود میں آیا۔

موجودہ دور میں عزاداری حسینؑ مجالسِ عزاء، ماتم اور ماتمی جلوسوں پر مشتمل ہے۔ مجالسِ عزاء میں ذکرِ مقصدِ شہادتِ حسینؑ پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ حسینؑ، ان کے اصحابؑ اور ان کے پسماندگان پر یزیدیوں کے مظالم کا تذکرہ کرتا ہے اور

سامعین کو مولا حسینؑ کے مقصدِ شہادت کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے انہیں مولا حسینؑ کے کا ز (CAUSE) کے حق میں کھڑا ہونے کے لئے ابھارتا ہے، اور یزیدیوں کے مظالم کے تذکرے سے ظالم ٹولے کی پہچان کرا کے اس سے نفرت پر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو عزاداری حسینؑ، حسینؑ اور حسینیہ سے محبت و تولا، اور یزید اور یزیدیت سے نفرت و تبرا کا دوسرا نام ہے۔ بالفاظِ دیگر عزاداری لوگوں کے دلوں میں اللہ سے محبت اور شیطان سے نفرت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

ماتم اور ماتمی جلوسوں کے حوالے سے عزاداری کو دیکھا جائے تو عزاداری طاغوتیت کے خلاف اتحاد و یگانگت کے اظہار کا وسیلہ ہے۔ ماتم (سینہ کوبی، زنجیر زنی، شمشیر زنی وغیرہ) درسِ شجاعت کے ساتھ ساتھ جذبہٴ جہاد پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے، اور جب حسینی ماتمی جلوسوں کی صورت میں گوشہ نشینی سے نکل کر یزیدی طاغوتی طاقتوں کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں تو یزیدیت کو حسینیوں کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ماتمی نوحوں میں یزیدیت کا پردہ چاک کیا جاتا ہے۔ اس طرح ماتمی جلوس ظلم اور ظالم کے خلاف احتجاجی مظاہرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ جلوس اہل حق کی عملی حمایت کا بھرپور اعلان اور چلتا پھرتا حسینی مدرسہ ہیں۔

عزاداری کا انسٹی ٹیوشن مقصدِ شہادتِ حسینؑ کونسل درنسل منتقل کرنے میں کس حد تک مددگار رہا ہے، اس کا جواب دلیلوں کا محتاج نہیں، بلکہ معرکہ کربلا سے لے کر آج تک کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ عزاداری نے حسینیوں میں وہ روح پھونکی کہ حسینی ہر دور کے یزید کے خلاف علمِ حسینی کے سائے میں ڈٹ گئے۔ یزیدی ورثے کی امین نام نہاد خلافتوں، امارتوں اور سلطنتوں نے عزادارانِ حسینؑ کو خاموش کرنے کے لئے ہر حربہ آزمایا، لیکن خونِ ناحق کا یہ خاصہ ہے کہ۔

خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے
سر اٹھاتا ہے تو دبتا نہیں آئینوں سے

اور

خون پھر خون ہے سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹاؤ تو مٹائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھاؤ تو بجھائے نہ بنے

(ساحر لدھیانوی)

یہ عزاداری کی صورت میں ظلم اور ظالم کے خلاف احتجاج کا اعجاز ہے کہ یزید کے جانشین حکمرانوں نے یزیدیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانے کی تو ہر ممکن کوشش کی کیونکہ اس سے بہت سے پردہ نشینوں کے پردے چاک ہوتے تھے، لیکن کسی کو یزید کی طرح تعلیمات محمدی کو کھلم کھلا جھٹلانے اور دینِ الہی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

عزاداری حسین اصل میں ایک ٹیسٹ ٹیوسٹ (LITMUS TEST) ہے جو راہِ حق پر چلنے والوں اور طاغوت کے پجاریوں میں تمیز کا باعث بنتا چلا آیا ہے، اور رہے گا۔ جیسی ماتم حسین کی فلک شکاف صدائیں قصر یزیدی کے کواڑوں پر دستک دیتی ہیں، اور حسینیوں کے خون کی ندیاں اس کے چاروں اور گھیرا ڈالتی ہیں، تو قصر یزیدی کے مکین کبھی باؤ لے ہو کر اپنے محل کی دیواروں اور چھتوں سے پتھر پھینک کر کوفے کے بازاروں کا منظر یاد دلاتے ہیں، اور کبھی بے بس ہو کر اپنے شاہوں سے فریادی ہوتے ہیں کہ حسینیوں کو روکو! روکو!! ورنہ ان کے خون کی ندیاں ہمارے محل کی

بنیادوں کو بودا کر کے گرا دیں گی، اور ہماری بگڑی شکلیں اور خونِ حسینؑ سے رنگیں
 عبا ئیں دنیا والوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گی، اور انہیں پوچھنا نہیں پڑے گا۔
 لگائی آگ کس نے، کس نے لوٹا گلشنِ زہرا
 نہ کھلو اُزباں ہم سے کہ ہم بہتر سمجھتے ہیں
 (سید احسن عمرانی)

اور

کوفیوں کا حوصلہ ہر گز نہ تھا قتلِ حسینؑ
 اے خلافت کون یہ ان کو سبق سکھلا گیا؟

(حضرت اختیار حسین اختر)

شہادتِ حسینؑ کے تقاضوں اور مقصدِ شہادت پورا کرنے میں عزاداری کے
 کردار پر روشنی ڈالنے کے بعد ہم اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ سنی حضرات
 کے امام حسینؑ کی یاد میں ختم قرآن کرا کے بخشے اور نیازیں بانٹنے وغیرہ پر تفصیلی بات
 کی جائے۔ اس کا فیصلہ ہر باشعور قاری خود کر سکتا ہے کہ یہ شعار کس حد تک مقصدِ
 شہادت کو دنیا کے سامنے اُجاگر کرنے کا کردار ادا کر سکتے ہیں، یا کرتے ہیں۔ دراصل
 ان شعار کو رواج دینے کا مقصد ذکرِ حسینؑ کو عام ہونے سے روکنا، اور برسرِ عام ذکرِ
 حسینؑ سے یزیدیت کے پردے چاک ہونے سے بچانا ہے۔ سنیوں میں صرف
 بریلوی فرقہ ان شعار کو بجالاتا ہے۔ باقی فرقے ذکرِ حسینؑ کے اس وجہ سے قائل
 نہیں، اور ذکرِ حسینؑ کرنے والوں کو قابلِ گردن زدنی سمجھتے ہیں کہ ذکرِ حسینؑ سے
 ”بغضِ صحابہ“ پیدا ہوتا ہے، اور بڑھتا ہے۔ اب ہر باشعور قاری خود غور کرے کہ حسینؑ
 کے ذکر سے اصحابِ رسولؐ کے خلاف بغض کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

عزاداری — سیدہ زینبؓ کی بد دعا،

یا دعائے زہراً کا اثر؟

سُنی حضرات کا کہنا ہے کہ شیعوں نے امام حسینؓ کو خود ہی مارا اور اپنا جرم چھپانے کے لیے خود ہی روتے پیٹتے ہیں۔ ان کے بقول جناب زینبؓ نے شیعوں کو بددعا دی تھی کہ انہوں نے دھوکے سے امامؓ کو کوفے بلا کر مار دیا، اب وہ یونہی روتے پیٹتے رہیں گے۔

سُنی حضرات کا کہنا ہے کہ ”ہم بھی حسینؓ کو مانتے ہیں۔ ہمیں بھی انکی شہادت پر افسوس ہے، مگر ہم شیعوں کی طرح روتے پیٹتے نہیں ہیں، بلکہ خاموش آنسو بہاتے ہیں اور امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے درجات میں بلندی کے لئے قرآن خوانی کر کے انہیں بخشتے ہیں، اور ان کے نام پر نیازیں دیتے ہیں۔“

ہم سُنی حضرات کے الزامات اور صفائی کو جب تاریخی تناظر میں دیکھتے ہیں، تو بڑے دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں۔ ہر چشم بینا رکھنے والے انسان کا مشاہدہ ہے کہ روتا قاتل بھی ہے، اور روتے مقتول کے ورثاء بھی ہیں، مگر دونوں کے رونے میں بہت بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

قاتل کے ضمیر کو جب احساسِ جرم کی شدت جھنجھوڑتی ہے، تو وہ احساسِ ندامت و پشیمانی سے آنسو بہاتا ہے۔ اسی حالت کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیمیاں کا پشیمیاں ہونا

(میرزا غالبؒ)

اس اظہارِ پشیمانی میں بہنے والے آنسوؤں کی کوئی آواز نہیں ہوتی، بلکہ وہ جھپ جھپ کر خاموشی سے بہائے جاتے ہیں، کیونکہ اگر کسی نے رونے کی وجہ پوچھ لی تو کیا بتائے گا۔ احساسِ ندامت کے ساتھ ساتھ جرم کو چھپانا بھی تو قاتل کی مجبوری ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مقتول کے ورثاء کسی احساسِ جرم اور ندامت کی وجہ سے نہیں روتے، بلکہ اپنے پیارے کی فرقت و جدائی پر روتے ہیں۔ ان کا رونا خاموش نہیں ہوتا، بلکہ ان کے بینوں میں مقتول کی خوبیوں اور کارناموں کا تذکرہ ہوتا ہے، قاتل کے مظالم سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، اور قاتل کے لئے بددعا ہوتی ہے۔ مقتول کے ورثاء کے یہی نالے ہیں، جن کے لئے شاعر نے کہا ہے ۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن

استعجاب از بہر حق استقبال می آید

خاموش آنسو بہانے والا قاتل اور اس کے حواری مقتول کے ورثاء کے بولتے آنسوؤں سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ وہ ان بولتے آنسوؤں کو خاموش کرنے کا ہر طریقہ آزما رہے ہیں۔ اس طرح وہ جرم کو چھپانے کے لئے نئے جرم کر بیٹھتے ہیں، جس کا سلسلہ کبھی نہ رکنے والا ہے، کیونکہ ہر نیا جرم ایک نئے ظلم کو جنم دیتا ہے، اور ہر نیا ظلم مظلوم کو پہلے سے بلند اور طاقت ور نالے بلند کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جس قدر ظلم بڑھتا ہے، اسی قدر ظلم کے خلاف احتجاج بڑھتا جاتا ہے، اور وہ کیوں نہ بڑھے، کہ یہ مظلوم کا حق ہے، جو اس کو خالقِ عدل نے ان الفاظ میں دیا ہے:

”لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ط“

(سورۃ النساء، آیت ۱۴۸)

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ شیعوں کو سیدہ زینبؑ کی بددعا ہے کہ وہ

یونہی روتے رہیں، تو اس الزام کا بطلان بھی بہت ہی آسان ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سیدہ زینبؓ کی بددعا شیعوں کے لئے نہیں تھی، بلکہ ان اہل کوفہ کے لئے تھی جنہوں نے حکومتِ یزید کے ایماء پر امامؑ کو خطوط لکھے تھے۔ ان خطوط میں امامؑ کی بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار بتاتا ہے کہ وہ پہلے سے امامؑ کی بیعت میں نہیں تھے۔ اگر وہ پہلے سے شیعیانِ علیؑ ہوتے، تو انہیں کسی تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ امامِ حسنؑ کی شہادت کے بعد وہ امامِ حسینؑ کی اتباع میں خود بخود آچکے تھے۔ خطوط حکومتی سرپرستی میں لکھوائے گئے تھے، تاکہ امامِ حسینؑ کو ایک ایسے موڑ پر لاکھڑا کر دیا جائے، کہ جہاں سوائے موت کے کوئی اور راستہ نہ ہو۔ اگر امامِ حسینؑ ان خطوط کے جواب میں اہل کوفہ کی دعوت قبول نہیں کرتے، تو حکومتِ بدنام کرتی اور تاریخ بڑی شد و مد سے رقم کرتی کہ اہل کوفہ امامِ حسینؑ سے ہدایت چاہتے تھے، مگر امامِ حسینؑ نے پہلو تہی کی اور یوں عہدہٴ امامت سے انصاف نہیں کیا۔ بالفاظِ دیگر وہ امامِ حق تھے ہی نہیں۔ اگر برحق امامؑ ہوتے، تو بلا چون و چرا امتلاشیانِ حق کی فریاد رسی کرتے۔ اور اگر امامِ حسینؑ ان خطوط کی اصلیت کو جاننے کے باوجود اتمامِ حجت کے لئے کوفہ چلے آتے ہیں، تو خطوط لکھنے والے کوئی تو چونکہ حکومت کے زیرِ اثر تھے، اس لئے وہ امامؑ کی مدد کریں گے نہیں، اور حکومتِ یزید امامؑ کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو جائے گی، اور اس کا الزام دھرا جائے گا، کوفیوں کی بے وفائی کے سر۔ تاریخ کا ہر منصف مزاج طالبِ علم جانتا ہے کہ جنابِ مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر بیعت انہی کوفیوں نے کی تھی، جنہیں حکومتِ وقت امامِ حسینؑ کو trap کرنے کے لئے استعمال کر رہی تھی۔ امامِ حسینؑ چونکہ ولیِ امرِ حق تھے، اس لئے وہ اس تمام سازش سے بخوبی آگاہ تھے، اسی لئے انہوں نے پہلے جنابِ مسلم بن عقیلؑ کو اس صورتِ حال کو تاریخ کے سامنے عیلول کرنے کے

لئے بھیجا، اور بعد ازاں کارِ امامت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خود تشریف لے گئے، کیونکہ کسی پیغمبر یا امامؑ نے موت کو تبلیغِ دین کے راستے کا روڑہ کبھی نہیں سمجھا۔

اب ہر ذی شعور خود فیصلہ کرے کہ امام حسینؑ کو شیعیانِ علیؑ نے دھوکے سے کوفے بلا کر مارا، یا امامؑ کو مارنے کے لیے حکومتِ یزید نے ایسا جال پھیلایا کہ جس سے بچ نکلنا ممکن نہیں تھا۔ امام حسینؑ کی جنگ کو ٹالنے کے لیے حکومتِ یزید کو پیش کی جانے والی شرائط بھی اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش تھی، کہ حکومتِ یزید کسی بھی قیمت پر امام حسینؑ کو زندہ رہ کر تبلیغِ اسلام کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی، اور وہ امام حسینؑ سے اس قدر خائف تھی کہ اسے امام حسینؑ کے جیتے جی اپنے خوابِ شرمندہ تعبیر ہوتے نظر نہیں آتے تھے۔ عیسائیت نے جس محنتِ شاقہ سے یزید کی صورت میں ایک شامی عیسائیہ میسون (زوجہ معاویہ بن ابی سفیان) کی گود میں پروان چڑھا کر اسے معاویہ کے توسط سے نام نہاد اسلامی امارت کے تخت پر بٹھایا تھا، وہ مباہلہ کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے بیتاب تھی۔ اس لیے حسینؑ کسی دھوکے میں آ کر کوفہ کے لئے گھر سے نہیں نکلے، بلکہ سفرِ کربلا کے دوران امام حسینؑ سے جہی کسی نے اس سفر کا مقصد جاننا چاہا، تو امامؑ نے فرمایا کہ ہم ”شہادت“ دینے کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ شہادت اللہ کے ”اللہ اکبر“ ہونے، اور محمدؐ کے ”رسول اللہ“ ہونے کی گواہی تھی، اور حسینؑ اپنے نانا کے دعویٰ — لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، کے اثبات کے لیے گواہی دینے جا رہے تھے، کیونکہ طاغوت کا نمائندہ اس دعوے کا منکر تھا، اور امام حسینؑ نہ صرف آلِ رسولؐ ہونے کے ناتے اپنے جد کے دعوے کے اثبات کے لیے شہادت پیش کرنے کے پابند تھے، بلکہ ولیِ امرِ حق ہونے کی بدولت دینِ الہی

کے تحفظ کے بھی ذمہ دار تھے۔ اس لئے حسینؑ اس دہری ذمہ داری کو نبھانے کے لئے کوفہ جارہے تھے، نہ کہ جان دینے کے لیے۔

اب یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ امام حسینؑ کو نہ شیعین علیؑ نے کوفہ بلایا تھا، اور نہ ہی انہوں نے امام حسینؑ سے کوئی بے وفائی کی تھی، بلکہ امام حسینؑ کو اپنے اصحابؓ پر اس قدر ناز تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ جیسے اصحابؓ مجھے ملے، ویسے نہ میرے ناناً کو ملے اور نہ میرے باباؑ کو۔ ایسی صورت میں سیدہ زینبؓ کا کوفہ کے شیعین علیؑ کو کسی قسم کی بددعا دینا بعید از قیاس ہے۔ سنیوں کی طرف سے پیش کی جانے والی بددعا ان کوفیوں کے لئے تو ضرور ہو سکتی ہے جو حکومتِ یزید کا آلہ کار بنے، مگر یہ شیعین علیؑ کے لیے ہرگز نہیں ہو سکتی۔

شیعین علیؑ تو دُعائے زہراً کا شمر ہیں۔ ان کے بولتے آنسوؤں کی تاثیر کی مؤثر دُعائے زہراً ہے۔ عزاداری عزادارانِ حسینؑ کے سر پر نہیں کھڑی، بلکہ اس کی محافظ زہراً و ثانی زہراً ہیں۔ فاطمہؑ کا عدد علم الاعداد میں ”9“ ہے، جس سے ٹکرانے والا ہر عدد اور عددی قوت ختم ہو جاتے ہیں۔ عزادارانِ حسینؑ تو محض وہ خوش قسمت قالب ہیں، جن میں دُعائے زہراً سے خالقِ جن و بشر نے عزاداری کی روح پھونکی۔ عزاداروں کی زندگیاں مادرِ حسینؑ کی امانت ہیں۔ یہ جان دے کر بھی صدیوں سے یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہر ذی شعور قاری اب فیصلہ کرے کہ شیعوں کی عزاداری کے پیچھے دُعائے زہراً کا فرما ہے، یا سیدہ زینبؓ کی یزیدی حکومت کے آلہ کار کوفیوں کے لئے بددعا۔

سُنی حضرات کی طرف سے عزاداری حسینؑ پر پابندی کے مطالبات کے اسباب

سُنی حضرات کا اجتماع خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو اس میں سُنی ”علماء“ اپنے ”مریضوں“ کو یہ نصیحت بالخصوص کرتے ہیں کہ چونکہ پرہیز علاج سے بہتر ہے اس لئے عزاداری حسینؑ سے پرہیز کرو اور کراؤ۔ اس میں ’چھوت‘ کے جراثیم ہیں۔ اگر ان جراثیموں کو بڑھنے سے نہ روکا گیا تو ایک دن تمہارے بچے، بوڑھے، جوان سب اس کا شکار ہو جائیں گے، اور دوا کرنے کے باوجود مرض بڑھتا جائے گا۔ اس لئے بچو! بچو! بچو!!!

یہ تو پری محرم پر پیریٹری سیشنز (PRE-MUHARRAM PREPARATORY SESSIONS) کی باتیں ہیں۔ جب محرم آتا ہے تو سُنی ”علماء“ دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں کہ وہ جنہیں وہ سارا سارا سال نصیحتیں کرتے رہے، ’مرضِ عزاداری‘ میں مبتلا شیعوں کے ساتھ گھل مل رہے ہیں، اور ان کے ماتمی جلوسوں کو نہ صرف دیکھنے سے باز نہیں آتے، بلکہ ان سے کسی حد تک تعاون بھی کرتے ہیں، تو غیض و غضب کے بارود سے بھرے سُنی ”علماء“ فتوؤں کی صورت میں پھٹنے لگتے ہیں۔ ہر وہیات بات شیعوں کے سر تھوپتے ہیں، تا کہ ان کے مریضوں کو شیعوں اور شیعہ شعار سے نفرت ہو۔ کبھی انہیں یہ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر شیعوں کے ماتمی جلوس میں تعزیہ اور ذوالجناح دیکھا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ بچوں کو ڈراتے ہیں کہ محرم کے دنوں میں شیعہ اما مبارگا ہوں اور جلوسوں کی طرف مت جاؤ، ورنہ شیعہ تمہیں پکڑ لیں گے، اور ذبح کر کے تمہارے گوشت کا پلاؤ پکا کر بانٹیں گے؛ اور کبھی

انہیں ترغیب دیتے ہیں کہ ماتی جلوسوں کا مذاق اڑاؤ اور پتھر مارو تو ثواب ہوگا۔ ان خرافات کا سلسلہ طولانی ہے۔ ہم نے چند ایک کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ باشعور قارئین سنی حکماء کی حکمت اور دماغی صحت کا اندازہ کر سکیں۔

جب نصیحتوں سے بات نہیں بنتی ہے اور نہ فتوے کچھ اثر دکھاتے ہیں تو حکومت کی شامت آجاتی ہے، اور سنی حکماء حکومت سے پُر زور مطالبات کرتے ہیں کہ عزاداری حسینؑ پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے (تاکہ نہ رہے بانس، نہ بچے بانسری)۔ جب ہم حیران ہو کر سنی حکماء سے پوچھتے ہیں کہ عزاداری تو صرف اور صرف ذکر حسینؑ کا ایک منظم طریقہ ہے، وہ اس پر پابندی کے مطالبات کیوں کرتے ہیں؟ تو ہمیں غزالی، ابن تیمیہ اور ابن حجر مکی جیسے بڑے بڑے سنی حکماء کہتے نظر آتے ہیں کہ واعظ کو چاہیے کہ حرم میں حسینؑ کی شہادت کا ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے ”بغض صحابہ“ بڑھتا ہے۔ جب لوگوں کو یزید کی سیاہ کاریوں کا پتہ چلتا ہے تو وہ یزید پر تبرا کرتے کرتے اس کے روحانی و جسمانی اجداد تک پہنچ جاتے ہیں (جنہوں نے آئین محمدی کے خلاف مارشل لاء لگایا تھا) [حوالے کے لئے دیکھئے غزالی کی ”احیاء العلوم“، ابن حجر مکی کی ”صواعق محرقہ“ اور فتاویٰ مولانا عبدالحی وغیرہ]

ان کا یہ جواب ایک طرف تو ہماری عزاداری کے اثر کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس سے ظالموں کے مکروہ چہروں سے پردے چاک ہوتے ہیں، اور لوگ ان سے اور ان کے مظالم سے برأت چاہتے ہیں۔ دوسری طرف ہمیں ان کی ان غیر فطری اور ناکام کوششوں پر حیرانی ہوتی ہے جو وہ ظالموں کے ظلم پر پردہ ڈالنے کے لئے کرتے ہیں کیونکہ فطرت کا یہ اصول ہے کہ۔

لاکھ بیٹھے کوئی چھپ چھپ کے کہیں گاہوں میں
خون دے دیتا ہے جلادوں کے مسکن کا سراغ

(ساحر لدھیانوی)

اور ہم ان سے عرض کرتے ہیں کہ۔

تم نے جس خون کو مقتل میں چھپانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے

(ساحر لدھیانوی)

امام حسینؑ کی نصرت کے لیے پکار

امام برحق حسینؑ ابن علیؑ کی نصرت کے لئے پکار آج بھی فضائے بسیط میں
گوں نج رہی ہے۔ وہ کان جو سنتے ہیں، وہ اس پکار کو سن کر ”لیک یا حسینؑ! یا حسینؑ!
یا حسینؑ —“ کرتے ہوئے غمِ حسینی دوش پر اٹھائے نکلتے ہیں، اور جو کر بلا میں حسینؑ
کے خلاف تھے اُن کے جانشین ان حسینیوں کے خلاف ہر ممکن سازشوں اور دہشت
گردیوں کے جال بُنتے ہیں۔

حسینیت کے مشن کی تاثیر یہ ہے کہ ”خُر“ کی تاسی میں ہر سال ادھر سے کچھ نہ
کچھ حسینی لشکر میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔

ہر حسینی حسینیت کا سفیر ہے۔ اس لئے اسے چاہیے کہ جب ”یا حسینؑ! یا
حسینؑ“ کرتا نکلے تو سیرت و کردار میں حسینیت نمایاں ہو، تاکہ کوئی انگشت نمائی نہ کر
سکے۔ علماء و ذاکرین کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت جلوسِ عزّا میں موجود
رہیں تاکہ وہ عزاداروں کی مناسب رہنمائی کر سکیں۔

روزِ عاشورہ اور دیگر ایامِ عزاء میں جلوس کے روٹ پر مجالس کا انعقاد نہ کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ مومنین جلوسِ عزاء میں شریک ہو سکیں۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ روزِ عاشورہ بہت سی امام بارگاہوں میں مجالس وغیرہ کا انعقاد کیا جاتا ہے اور جلوسِ عزاء بے رونق ہو جاتے ہیں۔ بانیانِ مجالس سے ہماری دست بستہ گزارش ہے کہ روزِ عاشورہ تمام توجہات مرکزی جلوسِ عزاء پر مرکوز کریں اور تبلیغِ حسینی کے اس چلتے پھرتے مکتب کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنائیں کیونکہ آپ نے اسی کے ذریعے حسینیت کا پیغام اُن خوابیدہ نفوس تک پہنچانا ہے جو مجالسِ عزاء اور روسِ حسینی میں آئندہ امت و حرام جانتے ہیں۔ اس لئے روزِ عاشورہ صرف اور صرف

جلوسِ عزاء

اور

یا حسین! یا حسین! یا حسین!.....

بس

یا حسین!

یاد رہے عزاداری چونکہ جہاد ہے، اس لیے عزاداری سے جی پُرانا بھی جہاد سے جی پُرانے کے مترادف ہے، جس کی سزا حیوۃ اعمال ہے۔

جہاد کوئی سا بھی ہو، جس پر واجب ہے، اُس سے پہلو تہی کا نتیجہ حیوۃ اعمال ہے، اور حیوۃ اعمال بھی ایسا کہ پہلو تہی کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

باب نہم

ماہِ حرام میں لڑنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتا ہے:

”إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ“ (آیت ۳۶)

(یقیناً اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے جب سے آسمان وزمین خلق کیے گئے ہیں۔ البتہ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہی دسینِ قیم ہے۔ پس تم ان حرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔) حرمت والے چار مہینے ہیں — محرم، رجب، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔ ان میں بالخصوص لڑائی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ یہ امتناع حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ ان مہینوں میں لڑائی بھی حطِ اعمال کا باعث قرار دی گئی ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشُّهُرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

((اے رسول!) وہ تم سے حرمت والے مہینہ کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا کیسا ہے؟ کہہ دو کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔) ایسے لوگوں کے اعمالِ صالحہ کے حط کی خبر بایں الفاظ دی گئی ہے:

”فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَ
 أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝“ (سورۃ
 البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور
 یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)
 اب تک جو ہم نے بیان کیا ہے وہ مذکورہ آیات کے ظاہری معنی ہیں۔ باطنی
 معنی کے مطابق ”اَفْنَأْ عَشْرَ شَهْرًا“ سے مراد بارہ آئمہ معصومینؑ ہیں۔ امام محمد باقرؑ
 سے سورہ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کا سوال کیا گیا، تو باقر العلومؑ نے فرمایا:

”سال سے مقصود میرے جد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ اس سال کے بارہ
 مہینے ہیں۔ ان کی نسبت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین و امام علی بن
 الحسین و میں خود (امام محمد باقر) و میرے بعد میرے پسر جعفر، انکے پسر موسیٰ،
 ان کے پسر محمد، ان کے پسر علی، ان کے پسر حسن، اور ان کے پسر مہدی صلوٰۃ
 اللہ علیہم یہ بارہ امام ہیں۔ یہ سب حجت خدا علی الخلق ہیں اور وحی و علم الہیہ
 کے امانتدار ہیں۔ ان میں چار مہینے وہ کہ جنہیں اللہ نے انتہائی لائق احترام
 قرار دیا ہے، وہ چار امام ہیں۔ ان کا نام علیؑ ہے۔ ان میں پہلے امیر المومنین
 ہیں؛ دوسرے، میرے پدر گرامی علیؑ بن الحسینؑ ہیں؛ تیسرے، علیؑ بن موسیٰ
 ہیں؛ اور چوتھے، علیؑ بن محمدؑ ہیں۔ ان تمام آئمہ کا اقرار دین مستقیم ہے۔ ان سب
 کی امامت کے اعتقاد پہ قائم و برقرار رہتا کہ تم ہدایت یافتہ قرار دیئے جاؤ۔
 دیگر روایت کے مطابق ابو حمزہ ثمالیؑ کے ایک سوال کے جواب میں

حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا: کتاب اللہ میں اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، یعنی محرم، صفر، ربیع الاول، مابعدہ، اور ان بارہ مہینوں میں چار مہینے — محرم، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محترم ہیں، لیکن انہیں دسین مستقیم نہیں کہا جاسکتا، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ و مجوس و دیگر اقوام و ملل خواہ مخالفین میں سے ہوں یا موافقین ہوں، سب ان مہینوں کو ان ہی ناموں سے پکارتے تھے۔ پس یہ ظاہری مہینے ہرگز دسین مستقیم نہیں ہو سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بارہ نام اور ہیں اور وہ آٹھ اثناعشر ہیں۔ وہ اس دسینِ حق کو قائم رکھنے والے ہیں۔ ان میں چار محترم ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے نام اللہ کے اسمِ علی کے مطابق ہیں۔ پہلے امیر المومنینؑ ہیں ان کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہو کر علیؑ ہے۔ بقیہ تین آپؐ ہی کی اولاد سے آپ کے ہمنام علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰ و علیؑ بن محمدؑ ہیں۔

اس کی تائید و توثیق ایک دیگر واقعہ سے یوں ہے کہ حضرت ابو حمزہ ثمالیؑ کہتے ہیں: میں اپنے آقا و مولا امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب مجلس سے لوگ متفرق ہو گئے تو آپؑ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے ابو حمزہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے جن حتمی امور میں سے جن امور کو واجب قرار دیا ہے ان میں ہمارے قائم (عجل اللہ فرجہ) کا قیام بھی ہے۔ پس جس کسی نے ہم اہل بیتؑ کے قائم (عجل اللہ فرجہ) کے بارے میں شک کیا تو وہ شخص روزِ قیامت اللہ کے حضور اس حال میں پیش ہوگا کہ کافر ہوگا گویا کہ اسے اللہ سے انکار کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ امام محمد باقرؑ نے

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: قائم آل محمدؐ پہ میرے ماں باپ قربان جائیں ان کا اسم میرے اسم کے مطابق، اور کنیت میری کنیت کے مطابق ہے۔ میرے بعد چھ آئمہؑ گزریں گے تو ساتویں امام آپؐ ہوں گے۔ جب ظہور فرمائیں گے تو زمین کو عدل سے پر کر دیں گے جبکہ یہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اے اباحزہ! جو کوئی آپؐ کا زمانہ پائے تو وہ آپؐ کی امامت کو یوں تسلیم کرے جس طرح کہ وہ محمدؐ کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کو تسلیم کرتا ہے اور آپؐ کے مرتبہ و مقام پہ اس طرح ثابت قدم رہے جس طرح کہ محمدؐ و علیؑ کے مقامات پہ ثابت قدم رہے۔ پس ایسے مومن پہ جنت واجب ہے۔ اس کے برعکس جس نے ان کی امامت و حجت کو تسلیم نہ کیا تو بلاشبہ ایسے شخص پہ اللہ رب العزت نے بہشت کو حرام قرار دیا ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہ جہنم کے اس بدترین درجے میں ہوگا جو کہ ظالم ترین لوگوں کے واسطے مخصوص ہے، اور اس بات میں شک نہیں کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے جب سے زمین و آسمان خلق ہوئے ہیں۔ ان میں چار مہینے محترم ہیں پس یہ دسین مستقیم ہے۔ ان مہینوں میں تم اپنے نفسوں پہ ظلم نہ کرو، ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھو۔ امام باقر علیہ السلام نے مزید فرمایا: ان بارہ مہینوں کی معرفت و شناخت یہ ہے کہ اسلامی سال میں محرم، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ ہیں جو کہ محترم ہیں لیکن چونکہ یہود و نصاریٰ و مجوس و دیگر ملت ہائے دنیا خواہ مخالف ہیں یا موافق، وہ سب ان مہینوں سے شناسا ہیں ان کی تعداد سے خواب واقف ہیں لہذا اللہ تعالیٰ ہر گز ان مہینوں کو دسین مستقیم قرار نہیں دیتا۔ بلکہ آیہ مبارکہ

کے مطابق یہ آئمہ ہیں۔ ان کی تعداد بارہ ہے اور یہ دینِ قیم ہونے پہ متصف ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ ان میں چار آئمہ انتہائی محترم نام رکھتے ہیں: اول، علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں کہ اللہ نے اپنے اسماء میں سے اعلیٰ اسم علیؑ انہیں قرار دیا ہے۔ انہی کی اولاد سے دیگر تین آئمہ ہیں یعنی علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و علیؑ بن محمدؑ، پس اس جہت سے کہ یہ چاروں مشتق ہوئے اللہ کے اسم علیؑ سے، لہذا اس نوعِ حرمت سے ان بارہ آئمہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دیگر روایت کے مطابق ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے جابرؓ! میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں جب دیگر لوگ یہاں سے چلے جائیں گے اس وقت اس کا اظہار کروں گا۔ محفل سے لوگ رخصت ہو گئے تو آپؓ نے فرمایا: اے جابرؓ! مجھے بتاؤ کہ تم نے میری جدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے پاس جو لوح دیکھی تھی اس میں کیا رقم تھا؟ جابرؓ نے عرض کیا: ”میں اللہ تعالیٰ کو گواہ جان کر کہتا ہوں کہ ایک روز جناب سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے خانہ اطہر میں حاضر ہونے کا مجھے شرف حاصل ہوا تا کہ فرزندش امام حسین علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے سلسلہ میں تہنیت و ہدیہ تبریک پیش کروں۔ بعد از شرفیابی میں نے دیکھا کہ صدیقہ کبریٰ معظمہ کے دستِ مبارک میں سبز رنگ کی ایک لوح تھی جو کہ سبز زمرّد کی تھی۔ اس لوح میں خطِ نورانی سے ایک نوشتہ موجود تھا۔ لوح سے نور کی شعاعیں فزوں تراز آفتابِ ساطع ہو رہی تھیں۔ مشک سے زیادہ خوشبو نے فضا کو معطر کیا ہوا تھا۔

عرض کیا: اے دختر پیغمبر! فرمائیے کہ آپ کے دست مبارک میں کونسی شے ہے؟ فرمایا: یہ لوح ہے جو اللہ جل شانہ نے میرے بابا کے لئے نازل کی تھی۔ بابا نے یہ لوح مجھے عطا فرمائی کہ اسے بحفاظت اپنی تحویل میں رکھوں۔ اس میں میرے شوہر علی مرتضیٰ و میرے فرزندان حسنینؑ اور میرے فرزند حسینؑ کے بعد جمیع اوصیاء کے اسماء تحریر ہیں۔ پس میں نے سیدہ معصومہؑ سے درخواست کی کہ ایک لمحہ کے لئے لوح مجھے عطا فرمائیے تاکہ اس نوشتہ سے استفادہ کروں۔ سیدہ طاہرہؑ نے گزارش قبول فرماتے ہوئے لوح میرے حوالے کی۔ میں نے اس لوح کے نوشتہ کی نقل تحریر کر کے نسخہ اپنے پاس محفوظ کر لیا تاکہ حرز جاں رہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر! جو نسخہ لوح مبارک کا تمہارے پاس ہے میں نے نہیں دیکھا، عرض کیا: فرزند رسول! وہ نسخہ میرے گھر میں موجود ہے۔ جابرؓ وہاں سے اٹھے، گھر گئے، جلدی واپس آگئے بایں حال کہ نسخہ لوح لئے ہوئے تھے، اس پہ قرمزی رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ امامؑ نے فرمایا: یہ نسخہ لوح مجھے دو تا کہ خود پڑھوں، پس جابرؓ نے اسے امامؑ کے حوالے کیا، امامؑ نے اول تا آخر نسخہ لوح کی تلاوت فرمائی لیکن نسخہ پہ نگاہ نہیں کی گویا کہ عبارت میں جو کچھ تحریر تھا آپ کو حفظ تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ صحیفہ اللہ عزیز العلیم کی جانب سے ہے جبرائیل اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے لے کر جا رہے ہیں۔ اے محمد! ان عدد الشہور

عند الله اثنا عشر شهراً في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك دين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم:

اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اس وقت سے کہ اللہ نے ارض و سموات کو خلق کیا۔ ان میں چار کے نام علی ہیں اور ذی احترام ہیں بایں جہت کہ حق تعالیٰ نے اپنے اسم علی سے ان کا نام مشتق کیا ہے۔ اول، ان میں علی ابن ابی طالب ہیں؛ دوئم، علی بن الحسین ہیں؛ سوئم، علی بن موسیٰ ہیں؛ چہارم، علی بن محمد ہیں۔ ان سب آئمہ کی اتباع کرنے کا نام دین مستقیم ہے۔ پس جو لوگ ان آئمہ کی مخالفت کریں گے وہ اپنے نفوس پر ظلم کریں گے۔ اور اے محمد! جو ان آئمہ کی بزرگی کو تسلیم کرے گا وہ میری نعمتوں پہ شاکر گردانا جائیگا۔ جو ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہوگا، وہ مجھ سے کوئی اچھی امید نہ رکھے اور وہ اپنی امیدیں میرے غیر سے وابستہ کریگا (یادر ہے کہ دشمنانِ اہل بیت ہی غیر اللہ ہیں۔ ان کی اتباع کرنا گناہِ عظیم ہے: نگارندہ) ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے۔ میں اسے ضرور عذاب میں مبتلا کرونگا اور ایسے عذاب میں ڈالوں گا کہ اس قسم کا عذاب میں نے کسی اور مخلوق کے لئے پیدا نہیں کیا، اور اے محمد! میں نے تمہیں تمام انبیاء پہ برگزیدہ کیا ہے، اور

تمہارے وصیؑ کو تمام اوصیاء پہ برگزیدہ کیا ہے اپنے اختیارات کے ساتھ، اور حسنؑ کو اسکی شہادت کے بعد علم الہی کا وارث قرار دیا ہے، اور حسینؑ کو تمام آئمہ معصومین علیہم السلام میں بہترین گردانا ہے، اور بعد میں آنے والے تمام آئمہؑ کو حسینؑ کی نسل سے قرار دیا ہے۔ علیؑ بن حسینؑ کو زین العابدین و عبادت کنندگان کی زینت قرار دیا ہے۔ محمد باقرؑ کو میں نے رشد و ہدایت کرنے والا اور خلق خدا کو اپنے راستے پہ چلنے کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے۔ جعفرؑ کو میں نے قول و عمل و واقعات جو فتنہ عظیم کے بعد رونما ہوں گے، کے حقائق کو خلق خدا تک پہنچانے والا قرار دیا ہے۔ میں نے عترت پیغمبرؐ کو بہترین خلایق پیدا کیا ہے۔ جو بھی عترت پیغمبرؐ کی تکذیب کریگا اس کے لئے ہلاکت ہے۔ موسیٰؑ کو غیظ و غضب پینے والا بنایا، وہ اس صفت سے اپنی شناخت کرائے گا۔ علیؑ الرضاؑ کو قتل کیا جائے گا۔ اس عبد صالح کو ایک کافر عفریت کے پہلو میں دفن کیا جائے گا اس موضع میں جس کی بنیاد کافر عفریت نے خود رکھی ہوگی۔ محمد الہادیؑ اپنے جد امجد کی شبیہ ہوگا۔ علیؑ بن محمدؑ کی صفت یہ ہوگی کہ لوگوں کو اللہ کی راہ کی جانب دعوت دیگا اور میری مخلوق میں حق کا پرچم بلند کریگا۔ حسنؑ بن علیؑ صاحب عزت ہے اس اعتبار سے کہ اس کے صلب سے وہ امام پیدا ہوگا جو دو اسم رکھتا ہے اور حضرت محمدؐ کا آخری

خلیفہ ہے۔ اس کے سر پہ سفید عمامہ ہوگا۔ ابر کا سایہ ساتھ رہے گا۔ زمین و آسمان کے درمیان ایک ندا بلند ہوگی بایں نوع کہ تمام جن و انس سنیں گے، ندایہ ہوگی 'آل محمد' کا مہدیٰ زمین کو عدل سے پُر کرنے آگیا ہے کہ یہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہے۔“
[”خیر العمل جنتی“، صفحات ۱۱ تا ۱۲،

۱۳ تا ۱۵]

jabir.abbas@yahoo.com

باب دہم

مسجدِ حرام سے روکنا

مسجدِ حرام تو انتہائی حرمت والی عبادت گاہ ہے، عام مساجد میں عبادتِ الہی سے روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم ترین قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ کی آیت ۱۱۴:

”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا“

(اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر کئے جانے (یعنی عبادت) سے روکا، اور اس کی بربادی میں کوشش کی۔) یہ آیت ہمیں سمجھا رہی ہے کہ جب کوئی جگہ بطور مسجد مختص ہو جائے تو وہ وقف فی سبیل اللہ ہو جاتی ہے یعنی اللہ کی ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ایسی جگہوں کو ”مساجد اللہ“ کہا گیا ہے۔ مسجد میں بائیان کا کوئی حق ملکیت نہیں رہ جاتا۔ مسجد اللہ کی عبادت کے لیے ہر کسی مسلمان کے لیے ہمہ وقت کھلی ہے۔

جب نص قرآنیہ کے مطابق مسجد اللہ کی ہے تو اس پر کسی بھی فرد، گروہ، قبیلے یا فرقے کا بورڈ نہیں لگ سکتا۔ کسی بھی مسلمان کو کسی بھی مسجد میں اللہ کی عبادت سے روکا نہیں جاسکتا۔

مسگر

ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ اس قرآنی تنبیہ کے باوجود ہر مسجد پر کسی نہ کسی فرد، گروہ، قبیلے یا فرقے کی نہ صرف اُجارہ داری ہے، بلکہ دیگر تمام مسلمانوں کے لیے اُس میں داخلہ ممنوع ہے۔ اللہ کی مساجد سے اس انداز میں مسلمانوں کو روکنے والوں کے اعمال

صالح نہ صرف حُب ہو جاتے ہیں، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷:

”فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝“

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں) (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

قرآنی تنبیہات کے باوجود اب مسجد فرقہ داریت کا گڑھ اور فرقہ باز ملاؤں کی انڈسٹری بن چکی ہے۔ اگر حکومت تھوڑی سی ہمت کر کے مسجد کا اصل سٹیٹس (status) کہ وہ اللہ کی ملک ہے، بحال کر دے، تو فرقہ بازی پر خاطر خواہ حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند تجاویز پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں:

(۱) وہ مسجد جو مسلمانوں میں تفریق و ضرر کا باعث بنے، قرآن اسے ”مسجدِ ضرار“ کا نام دیتا ہے، اور سنتِ رسول اُس کے گرانے پر دال ہے۔

جب مسجد اللہ کا گھر ہے تو اس پر کسی فرقے کی اجارہ داری کیسی؟ اس لئے اللہ کے تمام گھروں — مساجد، کوئی الفور سرکاری تحویل میں لے کر ان کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف کے سپرد کیا جائے، اور ہر مسجد میں ہر مکتبہ فکر کے مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی کی اجازت دیں۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو ہم آپ کی توجہ حج و عمرہ کی طرف دلائیں گے۔ جب حج و عمرہ پر جا کر ایک مسجد میں تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کی نماز ادا ہو جاتی ہے تو پاکستان میں کیوں نہیں؟

جے، ہمیشہ ہمارے ساتھ رہا، اور اب بھی ہے۔ اگر آپ کسی اور سے

مکملہ، سرکاری، اسلامی، اور غیر مسلم، مذہبی، تعلیمی، و اقتصادی، و سماجی، و دیگر امور کے لیے

سختی، بی ادبی؟ سرِ پهلای بیخِ درختِ پستِ اتریشی کجاست؟ (د)

- تیرا پریمو چیتھنہ ارا ویتہ خانی بخت خواہی (۳)

[illegible][illegible]

- خاتمه، بخش، بهر صورت، انجام کار، چه باشد؟

۱۰۰ سیم اسوئے دتر، جے، "خفس"، بکرم اہرہ کتو، "پتہ پور خفس"، ۱۶۲، ستسو ایستبہ

نفس، پستہ نفس، تنہا نفس، دہ نفس، نفوس

یہ سہ ماہی مکرانہ خلیج قزاقستان اور بحرہند کے درمیان

کتابخانه مجلس شورای اسلامی

۱۰۰ - حق تعالیٰ عزوجل فرمادہ

وہاں سے آکر آٹھ گھنٹے کے بعد کراچی پہنچے۔

ان کے بعد درجہ و کرامت کے لئے ہرگز ہمت نہ رہی، جو وہ حقیر و حقارت پر مشتمل تھا۔

သို့သော်လည်းကောင်း၊ ဤသို့သော်လည်းကောင်း၊

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰

نہیں ہو کر اپنے بچے سے سب سے پہلے اپنے بچے کے لئے ہوا، وقت و مکان کی بنا پر

[illegible][illegible]

- کے خواہاں محکمہ اوقاف کے نام کراسڈ چیک سے ادائیگی کریں۔
- (۵) ہر علاقے میں ضرورت کے مطابق صرف ایک مسجد باقی رکھیں، اور بقیہ مساجد کو سکولوں میں تبدیل کر دیں۔
- (۶) نئی آبادیوں میں ہر آبادی کی ضرورت کے مطابق مسجد حکومت خود تعمیر کر کے دے۔ کسی پرائیویٹ ادارے یا شخص کو مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔
- (۷) مساجد کو بھاری چندے دینے والوں کی آمدنی کے ذرائع کی تفتیش کی جائے۔
- (۸) ہر فرقے کے مدرسوں کو اپنی اپنی فقہ کے مطابق تعلیم دینے کی اجازت دیں، مگر ان مدارس کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف کے تحت ہو۔ ہر فرقے کے مدارس کے نظم و نسق کے لئے اوقاف کی مختلف ڈویژنز بنائی جاسکتی ہیں۔
- (۹) مدرسوں کی مش روم گروتھ (mushroom growth) کو کنٹرول کریں۔ کسی فرقے کے کسی ادارے یا شخص کو بلا اجازت مدرسہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیں۔ جو بھی مدرسہ قائم کرنا چاہے وہ اپنے ذرائع آمدن بتائے اور ذرائع آمدن وائٹ ہونے کی صورت میں وہ اپنی پسند کی بلڈنگ وغیرہ بنوا کر محکمہ اوقاف کے سپرد کر دے۔
- (۱۰) ہر دینی مدرسے میں جدید علوم کی تعلیم لازمی قرار دیں تاکہ وہاں سے فارغ التحصیل مسلم نوجوان مسلمان قوم کے لئے واقعی کارآمد ثابت ہوں۔
- (۱۱) مدرسوں میں ملٹری ٹریننگ فی الفور بند کر دیں۔ یہ اوپن سیکرٹ ہے کہ کئی مذہبی مدرسوں میں اسلحے اور گولے بارود کا اتنا شاک ہے کہ اگر کسی وقت حادثاتی طور پر وہ گولہ و بارود پھٹ پڑے تو کم از کم دس کلو میٹر تک کی آبادی کو نیست و نابود کر دے گا۔

(۱۲) پاکستان کے پسماندہ علاقوں میں تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، تاکہ ان میں شعور آئے کہ مسلمانوں کو مار کر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوتی، بلکہ اسلام تو دوسروں کے جان و مال کے تحفظ پر بھی زور دیتا ہے۔ ایسے اسلام کو کون پسند کرے گا جس کے ماننے والے اپنے ہی ہم مذہبوں کا خون بہانا روا سمجھتے ہوں۔

(۱۳) تمام مذاہب اسلامیہ کے علماء سے خود کش دھماکوں کے خلاف فتاویٰ حاصل کر کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے ان کی تشہیر کرائیں۔

خود کش دھماکوں کی حمایت کرنے والے نام نہاد علمائے اسلام پر اعانت مجرمانہ اور دہشت گردی کو فروغ دینے کے مقدمات قائم کر کے قراڑ واقعی سزا دیں۔

(۱۴) ہر مذہبی ادارے اور جماعت کے بیرون ملک رابطوں پر کڑی نظر رکھیں اور جس قدر جلدی ممکن ہو سکے ان کی لائف لائن کو کاٹ دیں۔

ان چودہ نکات پر عمل شاید مشکل نظر آئے، مگر ہماری دعا ہے کہ ربِ لم یزل ولا یزال چہار دہ معصومین کے طفیل ہماری مشکل کشائی کرے، بالکل اسی طرح جس طرح قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی تھی۔ اگر حکومت ہماری ان معروضات پر خلوص اور صمیم قلب سے دھیان دے، تو یقیناً ہمیں حقیقی آزادی مل جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

باب یازدہم

مکہ سے اخراج

مکہ المکرمہ نہ صرف اہل اسلام کا مرکز ہے، بلکہ اُم القریٰ اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمدؐ کی جائے ظہور ہونے کے ناتے اللہ نے اس شہر کی قسم بھی کھائی ہے۔ مکہ امن کا شہر ہے۔ اسی شہر میں حضرت آدمؑ نے ایک جگہ مخصوص کی جہاں وہ بیٹھ کر بُکا علیٰ الحسینؑ کیا کرتے تھے۔ اسی بُکا کی بناء پر اس شہر کا نام ”بکۃ“ ہوا، جو بدلتے زمانے کے ساتھ ”مکہ“ ہو گیا۔ ہماری اس بات کی تصدیق سورہ آل عمرانؑ کی آیت ۹۷ سے ہوتی ہے:

”إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ“

(بیشک سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو بکۃ میں ہے۔ یہ نہ صرف بابرکت ہے، بلکہ تمام جہانوں کے لیے (مرکز) ہدایت ہے۔) حضرت آدمؑ کی جائے بُکا پر ایک نورانی قبۃ نازل ہوا، جو بعد ازاں اٹھالیا گیا، اور اسی جگہ آج ”خانہ کعبہ“ موجود ہے۔ خانہ کعبہ کا سیاہ غلاف بھی حضرت آدمؑ کے بُکا علیٰ الحسینؑ کی یاد میں ہے۔ (ماہنامہ خیر العمل، لاہور، عزاداری اسپیشل-۱، جلد 34، شمارہ 3-4، مضمون: ”عزاداری“ امام حسینؑ اور انبیائے کرامؑ، صفحات 12 تا 23)

مکہ وہی شہر ہے جہاں دعوت و تبلیغ دین کی پاداش میں مشرکین نے پیغمبر آخر الزماںؐ پر عرصہ حیات اس قدر تنگ کیا کہ انہیں حکم خدا سے ہجرت کرنا پڑی۔

یہی وہ شہر ہے جہاں امام حسینؑ جائے پناہ جان کر گئے تھے، مگر یزید ابن معاویہ کے بھیجے ہوئے قاتلوں کو دیکھ کر مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تاکہ اس شہر کی حرمت پائمال نہ ہو۔

کعبہ قیامت تک ماتمی لباس میں ملبوس حسینؑ کے اس طرح مکہ چھوڑنے کی یاد مناتا رہے گا، اور اللہ تعالیٰ مکہ سے ہجرت پر مجبور کرنے والوں کے اعمالِ صالحہ کے جط ہونے کی وعید بایں الفاظ سناتا رہے گا:

”فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں) اور وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔

[illegible]

وېبځای

ከጥንቱ ምስጢር

اور اُن کی اُٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نو خیز بچے کی اور اُن کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے۔ ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مرتبے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جلد ہی پیروکار اپنے پیشرو رہنماؤں سے اظہارِ بیزاری کریں گے، اور ایک دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلقِ خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا، تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانواؤں اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہو جائیں گے۔ اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ جائیں گی اور اس کے اُبھرنے کے وقت رائیں مشتبہ ہو جائیں گی۔ جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا، وہ اُسے تباہ کر دے گا، اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اُسے جڑ بنیاد سے اُکھڑ دے گا، اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رستی کے بل کھل جائیں گے۔ صحیح طریق کار چھپ جائے گا۔ حکمت کا پانی خشک ہو جائے گا، اور ظالموں کی زبان کھل جائے گی۔ وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا، اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اُس کے گرد و غبار میں اکیلے دو کیلے تباہ و

برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ حکم الہی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور دودھ کے بجائے خالص خون دوہے گا۔ دین کے میناروں کو ڈھا دے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا۔ عقلمند اُس سے بھاگیں گے اور شر پسند اُس کے کرتا دھرتا ہوں گے۔ وہ گرجنہ اور چمکنے والا ہوگا، اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناتے اس میں توڑ دیئے جائیں گے، اور اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی جائے گی۔ اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا، اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جُز یہ ہے: (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جاسکے گا، اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ انہیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا۔ تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو، تم ایمان والی جماعت کے اصولوں اور اُن کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ، ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور ترمود سرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں۔“

(”نہج البلاغہ“، خطبہ ۱۴۹، صفحات

۳۹۴ تا ۳۹۶)

”..... اس صورتِ حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں، اور تم میں کے چھوٹے برسرِ کار نظر آئیں۔ یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لیے بطریقِ حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا۔ وہ وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر و ثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا۔ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست و سرشار ہو گے، شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوبان کو پالان۔ (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں۔ اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بد اعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے، اور جو آتشِ فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اُس میں اندھاؤ ہند گود نہ پڑو۔ اُس کی راہ سے مُڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اُس کے لیے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے، جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول

کر) سامنے لاؤ، تاکہ سمجھ سکو۔“

(”سچ البلاغ“، خطبہ ۱۸۵، صفحات ۵۰۱-۵۰۲)

”..... اے میری قوم! یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔ دیکھو! ہم (اہل بیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا، وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے۔ وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہو گا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے، اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔“

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لیے کھڑی ہو گئی تو اُس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔

یہاں تک کہ جب حکمِ قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھالیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسہ کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اُسے مودت کا حکم دیا گیا تھا، انہیں چھوڑ بیٹھا اور (حکومت کو) اُس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آلِ فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے، اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

””نبی البلاغہ““، خطبہ ۱۴۸، صفحات

(۳۹۲ تا ۳۹۴)

دو رفتن میں مولانا علی فرماتے ہیں: ”اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کیے ہوں کہ نہ تو اُس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے، اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوبا جاسکتا ہے۔“ (”نبی البلاغہ“، صفحہ ۸۰۳) مفتی جعفر حسین اس کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگ اُسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں، اور کسی جماعت میں اس کی شرکت

کی ضرورت محسوس نہ ہو، کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

(”نیچ البلاغہ“، صفحہ ۸۰۳)

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ:

”تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ”اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں“۔ اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی پلیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ”اور اس بات کو جانتے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے“۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چسپنجیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ اُن کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اس لیے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں، اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں، اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔“

(”نیچ البلاغہ“، صفحات ۸۳۰-۸۳۱)

باب سیز دہم

نبی کی آواز پر اپنی
آواز کو بلند کرنا

حضرت محمدؐ پیغمبرِ آخر الزماں اور ہادیِ برحق ہیں۔ وہ تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اُن کا لایا ہوا ضابطہ حیات بصورتِ قرآن و حدیث تمام انسانوں کے لیے واجب الاطاعت ہے۔ اُن کا ہر حکم ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ اِنْ هُوَ وَّحْيٌ يُؤْتٰی“ (سورۃ النجم، آیات ۳-۴) کی سند لیے ہوئے ہے۔ اس لیے کسی انسان کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ ان کے کسی حکم کو ٹھکرائے؛ اُس پہ چسبن بجبیں ہو؛ اُس پر عمل کرنے سے کترائے؛ یا اس حکم پر خود حکم بن کر بیٹھ جائے۔ اللہ کو یہ تمام حرکتیں سخت ناپسند ہیں، اس لیے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝“ (سورۃ الحجرات، آیت ۲)

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو کہ تمہارے اعمال ضبط (اکارت) ہو جائیں، اور تم شعور بھی نہ رکھتے ہو۔)

اب ذرا سوچئے کہ ان حالات میں کیا ہوگا —

✽ رسولؐ خدا امیرِ ربی کے پیشِ نظر مشرکینِ مکہ سے صلح حدیبیہ کر رہے ہوں، اور ایک شخص کہہ رہا ہو (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہ مجھے اس کی نبوت پہ جیسا شک آج گزرا ہے، پہلے کبھی نہیں گزرا۔

✽ رسولؐ خدا مروان ملعون کو مدینہ بدر کر رہے ہوں، مگر اس ملعون کا ایک رشتہ دار اُس کے لیے مراجار ہا ہو۔

✽ غزوہٴ احزاب میں عمرو ابن عبدود کی مبارزِ طلبی پر رسالتِ مآبؐ پکار پکار کر کہہ رہے ہوں کہ تم میں کون ہے، جو اس کے جواب میں جائے، مگر ایک شخص اپنے ساتھیوں کے دلوں میں وسوسے ڈال رہا ہو کہ اس (نبیؐ) نے تو آج مارے جانا ہے کیونکہ کفر کی سب احزاب اکٹھی ہو کر حملہ زن ہیں، اور ہمیں کل پھر اپنے انہی بھائیوں کے ساتھ رہنا ہوگا، اس لیے چپ ہو کر بیٹھے رہو۔

آپ سوچ سکتے ہیں کہ صحابہ میں کیا کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ ہم عرض کریں گے کہ سورہٴ احزاب پڑھ لیجئے، یقین آ جائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے آیات ۱۸-۱۹:

”قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ
لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا
قَلِيلًا لَا أَشْحَةَ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ
رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي
يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ

الْخَوْفُ سَلَقُواكُمْ بِالْسِنَةِ حِدَادِ اِشْحَةِ
عَلَى الْخَيْرِ ط اُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاَخْبَطَ اللَّهُ
اَعْمَالَهُمْ ط وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

(یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم میں سے باز رکھنے والوں کو، اور اپنے
بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو کہ ہماری طرف چلے آؤ۔ حالانکہ وہ
لڑائی کے میدان میں کم ہی آتے ہیں۔ وہ تم پر بخیل ہیں۔ پھر
جب خوف آتا ہے تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف دیکھتے
ہیں، ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح پھرتی ہیں جس پر موت کی
غشی چھا جائے۔ پھر جب خوف جاتا رہا تو وہ تم سے تیز زبانوں
سے بڑھ چڑھ کر بولے، وہ نیکی پر بخیل ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں
لائے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیئے، اور
یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔)

رسول خدا علی ابن ابی طالبؑ کو حکم ربی امام مقرر کریں، اور منکرین علی کا ایک
نمائندہ حارث بن نعمان فہری مسجد نبوی میں آکر اپنی زبان گستاخ دراز کرے۔
سورہ محمدؑ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے نازل
ہونے والے حکم کو ناپسند کرے، اُس کے اعمال حط ہو جاتے ہیں۔
ملاحظہ فرمائیے:

”ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ فَأَخْبَطَ
أَعْمَالَهُمْ ۝“ (سورہ محمد، آیت ۹)

اعلانِ امامتِ علیؑ پہ دین کی تکمیل ہو گئی، اور اللہ نے یہ کہہ کر اپنی خوشی کا اظہار یوں فرمایا کہ:

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط“ (سورۃ
المائدہ، آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر
دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے
دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔)

دکتر

وہ لوگ جو ناراض ہو گئے، وہ اللہ کے مطابق، شیطان کے بہکاوے میں آ
کر دین سے پھر گئے۔ ذرا اُن کا انجام جائے:

”إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ مِنۢ بَعْدِ
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ ۖ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ ط وَ
أَمْلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا
مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأُمْرِ ۖ وَ
اللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ
الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۚ
ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَصْحَبَ اللَّهُ وَكَرِهُوا
رِضْوَانَهُ فَأَخْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۚ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ
اَضْغَانُهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَا رَيْبَ لَكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسِيمَتِهِمْ ۖ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۖ وَ
اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝“ (سورہ محمد، آیات ۲۵ تا ۳۰)

(یقیناً وہ لوگ جو اپنی پشتوں پر (کفر کی طرف) پھر گئے بعد اس کے کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہو گئی۔ شیطان نے ان کے لیے (کفر کو) اچھا کر کے دکھایا اور اس نے انہیں لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ناپسند کیا کہ عنقریب ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے راز کی باتیں بتانے کو جانتا ہے۔ پھر کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے انہیں پورا پورا لے لیں گے (اور) وہ ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو بیزار کر دیا اور اس کی رضا مندی کو ناپسند کیا۔ پس اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض ہے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے کہنے نہ نکالے گا، اور اگر ہم چاہتے البتہ تمہیں وہ (لوگ) دکھا دیتے پھر تو البتہ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتا اور تو ضرور ان کو ان کے انداز گفتگو سے پہچان لیتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔)

رسالتِ مآبؐ بھی ان لوگوں کو خوب جانتے اور پہچانتے تھے، مگر اُن کی شانِ کریمی آڑے آئی۔ ملاحظہ فرمائیے خطبہٴ غدیر:

”وَسَأَلْتُ جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يَسْتَعْفِيَ لِي عَنْ تَبْلِيغِ ذَلِكَ إِلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ لِعِلْمِي بِقَلَّةِ الْمُتَّقِينَ وَكَثْرَةِ الْمُنَافِقِينَ وَادْغَالِ الْآثِمِينَ وَخَتْلِ الْمُسْتَهْزِئِينَ بِالْإِسْلَامِ - الَّذِينَ وَصَفَهُمُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ بِأَنَّهُمْ ”يَقُولُونَ بِالسَّيِّئَةِ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَيَحْسِبُونَهُ هَيِّئًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ“ وَكَثْرَةِ إِذَا هُمْ لِي غَيْرَ مَرَّةٍ حَتَّى سَمَوْنِي أَدْنَا وَزَعَمُوا أَنِّي كَذَلِكَ لِكَثْرَةِ مُلَازِمَتِهِ إِنِّي وَإِقْبَالِي عَلَيْهِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ، ”وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَدْنُ، قُلْ أَدْنُ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ“ (سورہ توبہ، آیت ۶۱) وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَسْمِيَ بِأَسْمَائِهِمْ لَسَمَّيْتُ، وَأَنْ أُوَمِّي إِلَيْهِمْ بِأَغْيَانِهِمْ لَأُوَمَّيْتُ، وَأَنْ أَدُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلْتُ وَلَكِنِّي وَاللَّهِ فِي أُمُورِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ، وَكُلُّ ذَلِكَ لَا يَرْضَى اللَّهُ مِنِّي إِلَّا أَنْ أَبْلَغَ مَا أَنْزَلَ إِلَيَّ (ثُمَّ تَلَا عَلَيْهِ السَّلَامُ) ”يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ

إِنَّكَ مِنْ رَبِّكَ (فِي عَلِيٍّ) وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَغَتْ رِسَالَتُهُ وَاللَّهُ يَنْصُمُكَ مِنَ النَّاسِ“ (سورة
المائدہ، آیت ۶۷)

(اور میں نے جبرائیل سے خواہش کی کہ خداوند تعالیٰ مجھے اس حکم کے تم لوگوں تک پہنچانے سے معاف رکھے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ متقین کی کمی ہے اور منافقین کی کثرت اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کا مکروفریب، اور اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی حیلہ بازیاں بروئے کار۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے ”وہ اپنی زبان سے جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے“ اور یہ لوگ مجھے بارہا ازیتیں دے چکے ہیں۔ یہاں تک کہ میرا نام رکھا اور کہا کہ یہ تو ”اُذُن“ (کانوں کا کچا یعنی جو کچھ کسی سے سُن لیتا ہے اُسی پر یقین کر لیتا) ہے اور یہ سمجھ لیا کہ میں ایسا ہی ہوں، اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی: ”اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ”اُذُن“ کہہ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم (ان لوگوں کے جواب میں جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں) یہ کہہ دو کہ وہ (نبیؐ) کان دے کر تو صرف وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہے، (ورنہ) وہ تو صرف

اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین (مخلصین کی باتوں) کا یقین کرتے ہیں۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ ان کے نام بتاؤں تو بتا سکتا ہوں، اور اگر یہ چاہوں کہ ان کی طرف اشارہ کر دوں تو کر سکتا ہوں۔ اور اگر یہ چاہوں کہ ان کا پتہ بتاؤں تو بتا سکتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں نے ان کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ بھی اس وقت نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں۔ (پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی) ”اے رسولؐ جو کچھ (علیؑ کے بارے میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا وہ پہنچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا۔“

جن کے شر کا اندیشہ رسولؐ کو ہو، اُن کے شر سے اُمت کیسے بچے گی؟ رسولؐ خدا قلم دوات مانگ رہے ہوں تاکہ وہ ایسی وصیت لکھوادیں کہ لوگ گمراہ نہ ہوں، مگر ایک شخص کھڑا ہو کر کہے کہ ہمیں کسی وصیت کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے ”حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ“۔ رسولؐ خدا تو سورۃ الروم میں حکم خدا:

”فَاتِذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهٗ“ (آیت ۳۸)

(پس (اے رسولؐ!) قربیٰ (سیدہ فاطمہؑ) کو اُس کا حق دو)،
پرسیدہ فاطمہؑ کو جاگیرِ فدک ہبہ کر کے نوشتہ اُن کے سپرد کر دیں، مگر کوئی اس

آزاد کشمیر ہے!
ستہ راہ راہ خانی ہے!

یہ

دریچہ وا ہوا

سوجھنے کے بند دریچہ وا ہوتے ہیں۔

بھگت ہو کر سوچے گا خبر دہرا

لے۔ لے کر ضبط کرے۔ ”جی نہیں“ ”تو سہارا“ ”تو نہ کرے“ ”خاک کے کر لے“

نوشہ کو نہ لے آئے اس کے ہڈے ہڈے کرے، اور روئی کے بچے کو

باب چہار دہم

اہل شرک کا مساجد کو آباد کرنا

ہر کوئی سوچے گا کہ بھلا اہل شرک کا مساجد سے کیا تعلق؟ مگر جب اُس کے ذہن میں اس کتاب میں ”شرک“ پر گفتگو یاد آئے گی تو اُسے اہل شرک مساجد کو آباد کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مثلاً

وہ لوگ جو اللہ کو زبان سے وحدہ لا شریک مانتے تو ہیں،

ہنگر

وہ اللہ کی نہیں مانتے۔

چونکہ وہ اللہ کے احکامات کے ہوتے ہوئے اپنی رائے، ظن، قیاس اور خواہشاتِ نفسانی کی اتباع کرتے ہیں، اس لیے وہ مشرک ہیں؛ وہ لوگ جو اللہ کے رسولؐ کو تو مانتے ہیں،

ہنگر

وہ رسولؐ کی نہیں مانتے۔

چونکہ وہ فرامینِ رسولؐ، جو دراصل احکاماتِ الہیہ ہی ہیں، پر اپنی رائے، ظن، قیاس اور خواہشاتِ نفسانی کو مقدم رکھتے ہیں، اس لیے وہ اللہ و رسولؐ کی برابری کے مرتکب ہو کر شرک کا شکار ہیں؛ وہ لوگ جو منصوص من اللہ امامؑ کے منکر ہیں۔

چونکہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ کا انکار کرتے ہیں، اس لیے وہ اللہ کے حکم کی سرتابی کی بناء پر مشرک ہیں؛

وہ لوگ جو منصوص من اللہ امام کے مقابل کسی کو ”امام“ بناتے ہیں، اور اس کے قیام کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

چونکہ انسانوں کو امام سازی کا اختیار نہیں دیا گیا، بلکہ یہ حق صرف اور صرف خالق و مالک کائنات کا ہے، اس لیے امام سازی کے جرم میں شریک ہر انسان مشرک ہے۔

وہ لوگ جو منصوص من اللہ امام کو تو مانتے ہیں،

مگر

امام کی نہیں مانتے۔

امام چونکہ اللہ کا نمائندہ ہے، اس لیے امام کی بات نہ ماننا، اللہ کے احکامات سے انکار ہے، جو شرک ہے۔

اپنے ارد گرد نظر دوڑائیے، آپ کو مندرجہ بالا اقسام کے مشرکین خاصی تعداد میں نظر آئیں گے۔ مساجد بھی ان سے بھری پُری نظر آئیں گی،

مگر

مساجد جس کی ملکیت ہیں، وہ تو ان سے شدید ناراض ہے۔ وہ فرماتا ہے:

”مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ“ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

(مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجد کو آباد کریں جبکہ ان کے ہر نفس سے (بدیہی حقیقتوں — توحید، نبوت اور امامت) کی تکذیب عیاں ہے۔ (اس کفر کے باعث) ان لوگوں کے اعمال اکارت ہو گئے،

اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔)
ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر بھی جھانکیں کہ کہیں ان مشرکین میں ہم بھی تو
نہیں آتے!

اللہ کو جو مسلمان مساجد میں پسند ہیں، اُن کی خصوصیات اُس نے یوں
بیان فرمائی ہیں:

”إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ
فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝“ (سورۃ
التوبہ، آیت ۱۸)

(ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو صرف وہی آباد کر سکتا ہے
جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو، اور جس نے نماز قائم کی ہو،
اور زکوٰۃ دی ہو، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرا ہو۔ پس انہی لوگوں
کے متعلق توقع ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔)
یعنی وہ —

- (i) اللہ پر ایمان رکھتے ہیں؛
- (ii) روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں؛
- (iii) نماز قائم کرتے ہیں؛
- (iv) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں؛ اور
- (v) اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، وہ اللہ کے رسولؐ اور آئمۃ الہدیٰؑ کی اطاعت

مطلق کرتا ہے، اور نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے۔ اس دارالعمل میں کیے جانے والے ہر عمل کا حساب روزِ آخرت ہوگا۔ وہ قیام نماز سے اللہ وحدہ لا شریک کی معبودیت کا اعلان کرتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کر کے اُسے پاک کرتا ہے۔ ایسا مسلمان اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اسی لیے وہ شرک سے پاک ہے۔

جو اللہ کے سوا کسی اور سے ڈریں، وہ اللہ وحدہ لا شریک کو کُلّ شئیٰ قدیر نہیں سمجھتے۔ اُن کا ایمان باللہ متزلزل ہوتا ہے۔ وہ روزِ آخرت پر بھی کامل یقین نہیں رکھتے۔ وہ عادتاً نماز تو پڑھتے ہیں، مگر قیامِ صلوٰۃ کے مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ وہ چونکہ حلال و حرام کی تمیز سے بے بہرہ ہیں، اس لیے نمائشی زکوٰۃ بھی اُن کے مال کو پاک نہیں کر سکتی۔ مال پاک نہ ہو، تو اُس سے خریدی ہوئی ہر پاک شے بھی نا پاک ہوتی ہے۔ جب ملبوس نا پاک ہو؛ طعام نا پاک ہو؛ جائے نماز نا پاک ہو؛ تو ایسی نماز سے اللہ پاک کو کیا کام۔ وہ تو ایسی نماز نمازیوں کے منہ پر دے مارتا ہے۔

نمازِ پنجگانہ تو دراصل ”قیامِ صلوٰۃ“ کے لیے تربیتی عمل ہے۔ ”قیامِ صلوٰۃ“ سے مراد اولی الامر کی پکار پر اُن کے پیچھے صف آراء ہونا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تصورِ قیامِ صلوٰۃ سے نا آشنا ہے، اور اپنے زمانے کے حقیقی امام کی معرفت نہیں رکھتا، تو وہ ایسے ”اماموں“ کی اقتداء میں کھڑا نظر آئے گا، جو ”اسمہ ضلالت“ اور جہنم کی طرف بلانے والے ”امام“ ہیں۔ وہ منصوص من اللہ نہیں، بلکہ انسانوں کے خود ساختہ ہیں، اس لیے اللہ و رسول اُن سے اظہارِ برأت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي آئِمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يُنصَرُونَ۔ إِنَّ اللَّهَ وَ أَنَا

بَرِيَانٍ مِنْهُمْ۔ اِنَّهُمْ وَاَشْيَاْعُهُمْ وَاَتْبَاعُهُمْ وَاَنْصَارُهُمْ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَبِئْسَ مَثْوٰى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ الصَّحِيفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِي صَحِيفَتِهِ۔ (”خطبہ غدیر“، صفحات

18 تا 19)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحاب صحیفہ (کتاب لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

باب پانز دہم

دنیا کی رنگینیوں میں کھوجانا

یہ دنیا انسان کے لیے ”دارالعمل“ ہے۔ انسان اس امتحان گاہ میں محدود وقت کے لیے آتا ہے، اور چلا جاتا ہے۔ یہ کبھی کسی کے لیے مستقل جائے قرار نہیں رہی۔ اس لیے منطقی اعتبار سے انسان کو اس کی رنگینیوں میں کھوکرا خروئی زندگی کو بھولنا نہیں چاہیے۔ مگر جو لوگ ہوائے نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، شیطان اُن کے لیے دنیا کی رنگینیوں میں اور دلکشی پیدا کرتا رہتا ہے، اور وہ آخرت سے بے خبر اسی دنیا میں کھوئے رہتے ہیں، اور اسی کو اپنی تمام تر تگ و تاز کا محاصل سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے خالق و مالک نے خوب سمجھایا ہے کہ:

”وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرُ“

(سورہ آل عمران، آیت ۱۸۵؛ سورہ

الحديد، آیت ۲۰)

اس دنیا کی زندگی سوائے ”مَتَاعُ الْغُرُوْرُ“ کے کچھ نہیں ہے۔ ”مَتَاعُ الْغُرُوْرُ“ ایسی متاع ہے جس پر صرف غرور کیا جاسکتا ہے، اُس پر ہمیشہ ہمیشہ قبضہ نہیں جمایا جاسکتا۔ اُس نے ہر حال میں انسان کے ہاتھوں سے نکل جانا ہوتا ہے۔ پھر انسان اس متاع کے چکر میں کیوں پھرتا ہے۔ خالق جن و بشر اس کی وجہ یوں بتلاتا ہے:

”.....قَالَ لَا تَخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۚ

وَلَا ضَلٰلَتُهُمْ وَلَا مَنِيْنُهُمْ وَلَا مَرْتَبُهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ اٰدَمُ

الْاَنْعَامِ وَلَا مَرْتَبُهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط وَ مَنْ يَّتَّخِذْ

الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا نَّ
مُبِيْنًا ۙ يَعِدُهُمْ وَيُمْنِيْهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا
غُرُوْرًا ۝“ (سورۃ النساء، آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰)

(..... اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقرر کیا ہوا حصہ ضرور لوں گا، اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور اُن کو (جھوٹی) امیدیں دلاؤں گا، اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا پس وہ (بتوں کے واسطے) چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے۔ وہ میرے کہنے پر اللہ کی تخلیق کردہ اشیاء کی ہیئت تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جو شخص خدا کو چھوڑ کر شیطان کو سرپرست بنا لے، تو یقیناً اس نے کھلم کھلا خسارہ اٹھایا ہے۔ وہ (شیطان) انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے، مگر شیطان کے وعدے سراسر دھوکا ہی دھوکا ہیں۔)

جو لوگ شیطان کے بہکا دوں میں آ کر اللہ کو چھوڑ کر اس دنیا کی ”متاع الغرور“ کو اپنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا انجام یہ بتلاتا ہے:

”اُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمُ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَخِيْصًا ۝“ (سورۃ النساء، آیت ۱۲۱)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے مال و منال کے بل بوتے بہت سے اعمال صالحہ بھی انجام دیتے ہیں، وہ کہاں جائیں گے؟ اس کا جواب خالق و مالک کائنات یوں دیتا ہے:

”مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَتْهَا نَؤْفَ إِلَيْهِمْ
أَعْمَلَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا
صَنَعُوا فِيهَا وَبَطُلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝“ (سورہ ہود،

آیات ۱۵-۱۶)

(جو کوئی دنیا کی زندگانی اور اُسی کی زینت چاہتا ہے ہم اس (دنیا) میں ہی
انہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا (بدلہ) دے دیں گے، اور انہیں اُس میں کم نہ
دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی)
آگ کے اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب
ضائع ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

اگر انسان اُس نور کی اتباع کرتے، جسے اللہ نے حضرت محمدؐ کے ساتھ بطور
رول ماڈل نازل کیا ہے، یعنی علیؑ ابن ابی طالبؑ، تو کبھی بھی شیطان کے بہکاوے میں
آکر دنیا کی ”متاع الغرور“ میں نہ کھوتے، کیونکہ علیؑ نے تو دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی
ہیں۔ علیؑ تو انسانوں کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:

”إِنَّهَا النَّاسُ! إِنَّ أَخَوْنَ مَا أَخَانُ عَلَيْكُمْ اثْنَانِ: اتَّبَاعُ
الْهَوَىٰ وَطُولَ الْأَمَلِ۔ فَأَمَّا اتَّبَاعُ الْهَوَىٰ فَيَصُدُّ عَنِ
الْحَقِّ۔ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ۔ أَلَا وَإِنَّ
الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَدَّآءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ
الْأَنَاءِ اصْطَبَّهَا صَاطِبُهَا أَلَا وَإِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَلِكُلِّ

فَنُفُھَا بَنُونَ۔ فَکُونُوا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ، وَلَا تَكُونُوا
اَبْنَاءَ الدُّنْیَا، فَاِنَّ کُلَّ وَلَدٍ سَیُلْحَقُ بِاَبِّهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
وَ اِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَ غَدًا حِسَابٌ وَلَا
عَمَلٌ۔“ (”نہج البلاغہ“، صفحات ۱۸۵-۱۸۶)

(اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔
ایک خواہشوں کی پیروی، اور دوسرے اُمیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی
پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے، اور اُمیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو
بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا تیزی سے جارہی ہے اور اس
میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے، مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو
انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے، اور آخرت ادھر کا رخ لیے
ہوئے آرہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں۔
تو تم فرزندِ آخرت بنو، اور ابناءِ دنیا نہ بنو۔ اس لیے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت
اپنی ماں سے منسلک ہوگا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے، اور کل
حساب کا دن ہوگا، عمل نہ ہو سکے گا۔)

علیٰ دنیا کی حالت یوں بیان کرتے ہیں:

”مَا اَصْفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَ اٰخِرُهَا فَنَاءٌ، فِیْ حَلَالِهَا
حِسَابٌ، وَ فِیْ حَرَامِهَا عِقَابٌ۔ مَنْ اسْتَغْنٰی فِیْهَا فُتِنَ۔
وَ مَنْ افْتَقَرَ فِیْهَا حَزِنَ۔ وَ مَنْ سَاعَاَهَا فَاتَتْهُ۔ وَ مَنْ قَعَدَ
عَنْهَا وَ اتَتْهُ وَ مَنْ اَبْصَرَ اِلَيْهَا اَعْمَتْهُ۔“ (”نہج البلاغہ“، صفحہ ۲۲۶)

(میں اس دارِ دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب (سزا) ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے۔ جو دنیا کے لیے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے، اُس کی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں، اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے، دنیا خود ہی اُس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے، تو وہ اُس کی آنکھوں کو پینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے، تو وہ اُسے ناپینا بنا دیتی ہے۔)

”خطبہ غزّاء“ میں مولانا علیؒ دنیا کی حالت پر مزید روشنی یوں ڈالتے ہیں:

”فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنَقٌ مَّشْرِئُهَا رَدْعٌ مَّشْرَعُهَا - يُؤْنِقُ مَنْظَرُهَا وَيُوبِقُ مَخْبَرُهَا - غُرُورٌ حَائِلٌ - وَضُوءٌ اِنْلٌ وَظِلٌّ زَائِلٌ - وَسَنَادٌ مَّائِلٌ حَتَّى إِذَا اِنْسَ نَافَرُهَا - وَاطْمَآنٌ نَاكِرُهَا قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا - وَقَنَصَتْ بِأَخْبِلِهَا - وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا رَاعِلَتْ الْمَرْءَ أَوْهَاقُ الْمَنِيَّةِ قَائِدَةٌ لَهُ إِلَى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ - وَوَحْشَةُ الْمَرْجِعِ - وَمُعَايِنَةُ الْمَحَلِّ وَثَوَابُ الْعَمَلِ وَكَذَلِكَ الْخَلْفُ يَعْقِبُ السَّلْفَ لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا“ (”نہج البلاغہ“، صفحات ۲۲۹-۲۳۰)

(اس دنیا کا گھاٹ گدلا اور سیراب ہونے کی جگہ کچھڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکہ،

غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے پیروؤں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے، اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے، اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے، اور اُس کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے، اور اپنے کئے کا نتیجہ پالے۔

دنیا کی یہ حالت بتلا کر فرماتے ہیں:

”فَاتَّقُوا اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ جِهَةً مَا خَلَقَكُمْ لَهُ۔
وَاحْذَرُوا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَاسْتَحِقُّوا
مِنْهُ مَا أَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصَدَقَ مِيعَادُهُ وَالْحَذَرُ مِنْ
هُوَ لِمَعَادِهِ۔“ (”سُجُودُ الْبَلَاءِ“، صفحہ ۲۳۱)

(اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اُس سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمہیں ڈرایا ہے، اُس حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمہارے لیے مہیا کر رکھی ہیں۔)

پھر فرماتے ہیں:

”أُولَى الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ - هَلْ

مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ؟ أَوْ مَعَاذٍ أَوْ مَلَاذٍ؟ أَوْ فِرَارٍ أَوْ
 مَحَارٍ أَمْ لَا فَأَنَّى تُؤَفِّكُونَ أَمْ أَيْنَ تُصَرِّفُونَ؟ أَمْ بِمَا
 ذَا تَغْتَرُونَ وَإِنَّمَا حَظُّ أَحَدِكُمْ مِنَ الْأَرْضِ ذَاتِ
 الطُّولِ وَالْعَرْضِ - قَيْدُ قَدِّهِ مُتَعَفِّرًا عَلَى خَدِّهِ الْآنَ،
 عِبَادَ اللَّهِ وَالْخَنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ فِي فَيْنَةِ
 الْأَرْشَادِ وَرَاحَةِ الْإِحْتِشَادِ وَمَهْلِ الْبَقِيَّةِ - وَأُنْفِ
 الْمَشِيَّةِ وَإِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحُوبَةِ قَبْلَ الضَّنكِ
 وَالْمَضْيِقِ وَالرَّوْعِ وَلِزْهُوقِ وَقَبْلِ قُدُومِ الْغَائِبِ
 الْمُتَنْظَرِ وَاخْذَةَ الْعَزِيزِ الْمُقْتَدِرِ - “ (”سبح البلاء“،
 صفحات ۲۳۷-۲۳۸)

(اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا
 چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا
 موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر
 کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رخ کیے ہوئے ہو یا کن چیزوں کے فریب
 میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا
 حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل
 پڑا ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو! جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا
 ہے اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی
 راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت، اور از سر نو اختیار

سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش، اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اضطراب اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آجائے اور قادر و غالب کی گرفت اُسے جکڑ لے۔

دنیا سے مزید خبردار کرتے ہوئے مولائے متقیان فرماتے ہیں:

”وَأَحْذَرُكُمْ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَلَيْسَتْ بِدَارٍ نَجْعَةٍ۔ قَدْ تَرَيْنَتْ بِغُرُورِهَا، وَغَرَّتْ بِزِينَتِهَا۔ دَارٌ هَانَتْ عَلَى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالُهَا بِحَرَامِهَا وَخَيْرُهَا بِشَرِّهَا، وَحَيَاتُهَا بِمَوْتِهَا، وَخُلُوقُهَا بِمَرِّهَا۔ لَمْ يُصِفْهَا اللَّهُ تَعَالَى لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَمْ يَضَنْ بِهَا عَلَى أَعْدَائِهِ خَيْرُهَا زَهِيدٌ، وَشَرُّهَا عَتِيدٌ۔ وَجَمَعَهَا يَنْفَذُ، وَمُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَعَامَرُهَا يَخْرُبُ۔ فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْصُ الْبِنَاءِ، وَعُمُرُ يَفْنَى فَنَاءَ الزَّادِ وَمُدَّةٌ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ۔ اجْعَلُوا مَا افْتَرَضَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَاسْأَلُوهُ مَنْ أَدَّاهُ حَقُّهُ مَا سَأَلَكُمْ وَاسْمِعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ إِذَا نَكَمَ قَبْلَ أَنْ يُدْعَى بِكُمْ۔ إِنَّ الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا تَبَكَّى قُلُوبُهُمْ وَإِنْ ضَحِكُوا، وَيَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَإِنْ فَرَحُوا، وَيَكْثُرُ مَقْتُهُمْ أَنْفُسُهُمْ وَإِنْ اغْتَبَطُوا بِمَا رَزَقُوا۔ قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْأَجَالِ، وَحَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْأَمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا

أَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةِ أَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ
الْأَجَلَةِ، وَإِنَّمَا أَنْتُمْ إِخْوَانٌ عَلَى دِينِ اللَّهِ مَا فَرَّقَ
بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْتُ السَّرَائِرِ، وَسُوءُ الصَّمَائِرِ۔ فَلَا
تَوَازُرُونَ وَلَا تَنَاصَحُونَ، وَلَا تَبَادُلُونَ وَلَا تَوَادُّونَ۔
مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تَمْلِكُونَهُ وَلَا
يَخْزَنُكُمْ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحَوِّمُونَهُ۔ يُفَلِّقُكُمُ الْيَسِيرُ
مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ ذَلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ
وَقَلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا رَوَى مِنْهَا عَنْكُمْ كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ۔
وَكَانَ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ۔ وَمَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ
يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ إِلَّا مَخَافَةً
أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ۔ قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَى رَفْضِ الْأَجَلِ
وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَصَارَ دِينُ أَحَدِكُمْ لُغَةً عَلَى
لِسَانِهِ۔ صَنِيعُ مَنْ قَدْ فَرَعَ مِنْ عَمَلِهِ وَآخُورُ
رِضَا سَيِّدِهِ۔“ (”نَجِّ البلاء“؛ صفحات ۳۲۱ تا ۳۲۳)

(میں تمہیں دنیا سے خبردار کیے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لیے قرآن نہیں، اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جاسکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اُس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ

موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے اُسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اُس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسامحہ عمارت کی طرح گر جائے، اور اُس عمر میں جو زائرِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اُس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے۔ جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہتی ہے، اُن میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے اُسے پورا کرنے کی توفیق بھی اُس سے مانگو۔ موت کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا دو۔ اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں، اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں، اور ان کا غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے، اگرچہ ان (کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو، اور انہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بیر ہوتا ہے، اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسر ہے، اُن پر رشک کیا جاتا ہو۔ تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی اُمیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو، لیکن بدینتی اور بدظنی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو، نہ باہم پند و نصیحت کرتے ہو، نہ ایک دوسرے پر

کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو، اور آخرت کے بیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے، اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اُچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا ہے، صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا دیا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔)

دنیا کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے والوں کو روکتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عِبَادَ اللَّهِ! إِنَّكُمْ، وَمَا تَأْمُلُونَ مِنْ هَذِهِ الدُّنْيَا
أَنْبِيَاءُ۔ مُؤَجَّلُونَ، وَمَدِينُونَ مُقْتَضُونَ۔ أَجَلُ
مَنْقُوصٌ وَعَمَلٌ مَحْفُوظٌ۔ قُرْبٌ دَائِبٌ مُضَيِّعٌ وَ
رُبٌّ كَادِحٌ خَاسِرٌ: وَقَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي زَمَنِ لَا يَزْدَادُ
الْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا إِذْبَارًا وَالشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالًا، وَلَا

الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ إِلَّا طَمَعًا، فَهَذَا أَوَانٌ
 قَوِيَتْ عُدَّتُهُ وَعَمَّتْ مَكِيدَتُهُ وَأَمَكَنْتْ فَرِيستُهُ
 أَضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ
 إِلَّا فَقِيرًا يُكَابِدُ فَقْرًا أَوْ غَنِيًّا بَدَّلَ نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا أَوْ
 بَخِيلًا اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللَّهِ وَقْرًا، أَوْ مُتَمَرِّدًا
 كَانَ بِأَذْنِهِ عَنِ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْرًا، أَيْنَ خِيَارُكُمْ
 وَصَلَحَاءُكُمْ، وَآخِرَارُكُمْ، وَسُمَحَاءُكُمْ، وَ
 أَيْنَ الْمُتَوَرَّعُونَ فِي مَكَاسِيهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُونَ فِي
 مَذَاهِبِهِمْ أَلَيْسَ قَدْ ظَنَعُوا جَمِيعًا عَنْ هَذِهِ الدُّنْيَا
 الدُّنْيَا وَالْعَاجِلَةِ الْمُنْغَصَّةِ وَهَلْ خَلَفْتُمْ إِلَّا فِي
 حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَارًا لِقَدْرِهِمْ
 وَذَهَابًا عَنْ ذِكْرِهِمْ، فَإِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكَرَ مُعَيَّرٍ وَلَا زَاجِرَ مُرَدِّ جَرِّ فَبِهَذَا
 تُرِيدُونَ أَنْ تَجَاوِرُوا اللَّهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ وَتَكُونُوا
 أَعَزَّ أَوْلِيَاءِهِ عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ لَا يُخْدَعُ اللَّهُ عَنْ جَنَّتِهِ
 وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ۔ لَعَنَ اللَّهُ الْأُمِرِينَ
 بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَالنَّاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 الْعَامِلِينَ بِهِ۔ “ (”نسخ البلاغہ“، صفحات ۳۵۹ تا ۳۶۱)

(اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقرر مدت

کی مہمان ہیں اور ایسے قرض دار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔
 عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے، اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے
 دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں، اور بہت سے
 سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھائلے میں جا رہے ہیں۔ تم ایسے زمانہ
 میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں، اور برائی آگے بڑھ
 رہی ہے، اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔
 یہی وہ وقت ہے کہ اس کے (تھکنڈوں) کا سر و سامان مضبوط ہو چکا ہے
 اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی سے پھنس رہے
 ہیں۔ جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر
 فقر و فاقہ جھیل رہا ہے، اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت
 سے بدل رہا ہے، اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے، اور کوئی
 سرکش پند و نصیحت سے کان بند کیے پڑا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے نیک اور
 صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور کریم النفس لوگ؟ کہاں
 ہیں کاروبار میں (دغا و فریب سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں
 پاک و پاکیزہ رہنے والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا
 کر کر کر کرنے والی تیز رو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد ایسے
 رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے
 ہوئے اور ان کے ذکر سے پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی
 کھلنا گوارا نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ فساد اُبھر آیا

ہے۔ برائی کا یہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں، اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔ کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اس کا گہرا دوست بننے کا ارادہ ہے، ارے توبہ! اللہ کو دھوکا دے کر اُس سے جنت نہیں لی جاسکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اُس کی رضا مندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ خدا اُن لوگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں، اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں، اور دوسروں کو بری باتوں سے روکیں، اور خود اُن پر عمل کرتے رہیں۔)

”إِنَّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنْتُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَآيَا مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرْقٍ، وَفِي كُلِّ أَكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُونَ مِنْهَا نِعْمَةً إِلَّا بِفَرَاقٍ أُخْرَى وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْكُمْ يَوْمًا مِنْ عُمْرِهِ إِلَّا بِهَذِمِ الْآخَرَ مِنْ أَجَلِهِ وَلَا تُجَدِّدُ لَهُ زِيَادَةٌ فِي أَكْلَةٍ إِلَّا بِفَقَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِزْقِهِ، وَلَا يَحْيِي لَهُ أَكْثَرُ إِلَّا مَاتَ لَهُ أَكْثَرُ، وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهُ جَدِيدٌ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يَخْلُقَ لَهُ جَدِيدٌ وَلَا تَقُومُ لَهُ نَابِتَةٌ إِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُودَةٌ وَقَدْ مَضَتْ أَصُولُ نَحْنُ فُرُوعُهَا فَمَا بَقَاءُ فَرَعٍ بَعْدَ ذَهَابِ أَصْلِهِ۔“ (”نہج البلاغہ“، صفحہ ۳۸۳)

(اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر اندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے۔ جہاں تم ایک

نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے، اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدت حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہو جاتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا نہیں، اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے، دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک کئی ہوئی فصل گر نہ جائے، نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی۔ آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں۔ جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔)

”إِنَّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوا مِنْ مَّمَرِكُمْ لِمَقَرِكُمْ، وَلَا تَهْتَكُوا أَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ أَسْرَارَكُمْ۔ وَآخِرُ جَوَا مِنْ الدُّنْيَا قُلُوبُكُمْ مَنْ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا أَبَدًا نَكُمْ۔ فَفِيهَا اخْتَبِرْتُمْ، وَبِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ۔ إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ۔ لِلَّهِ آبَاؤُكُمْ فَقَدِّمُوا بَعْضًا يَكُنْ لَكُمْ قَرْضًا وَلَا تَخْلَفُوا كَلًّا فَيَكُونُ عَلَيْكُمْ كَلًّا۔“ (”نہج البلاغہ“، صفحہ ۵۶۸)

(اے لوگو! یہ دُنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گزر سے اپنی منزل کے لیے توشہ اٹھا لو۔ جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا، اُس کے سامنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا

سے الگ کر دیئے جائیں، اپنے دل اس سے ہٹالو۔ اس دنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے، لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کے لیے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: کیا چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آگے کے لیے کیا سروسامان کیا ہے؟ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لیے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لیے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے بوجھ ہوگا۔

”فَاعْمَلُوا وَأَنْتُمْ فِي نَفْسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفِ مَنُشُورَةٍ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوطَةٌ، وَالْمُدْبِرُ يُدْعَى، وَالمُسِيءُ يُرْجَى قَبْلَ أَنْ يَخْمَدَ الْعَمَلُ وَ يَنْقَطَعَ الْمَهْلُ، وَيَنْقَضِيَ الْأَجَلُ وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَ تَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ۔“

فَاخْذْ امْرُؤًا مِّنْ نَّفْسِهِ، لِنَفْسِهِ۔ وَ اخْذْ مِنْ حَيٍّ لِّمَيِّتٍ، وَمِنْ فَاِنٍ لِّبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِّدَائِمٍ امْرُؤُ خَافَ اللّٰهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ اِلَىٰ اَجَلِهِ، وَ مُنْظُورٌ اِلَىٰ عَمَلِهِ، امْرُؤٌ لَّجِمَ نَفْسَهُ بِلِجَامِهَا وَ زَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَاَمْسَكَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ وَ قَادَهَا بِزِمَامِهَا اِلَىٰ طَاعَةِ اللّٰهِ۔“ (”نہج البلاغہ“، صفحات ۶۳۰-۶۳۱)

(اعمال بجالاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو، اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رُخ پھیر لینے

والے کو پنگا را جا رہا ہے، اور گنہگاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے، اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں۔

چاہیے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لیے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیاتِ جاودانی کے لیے نفع و بہبود حاصل کرے۔ وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کے لیے مہلت بھی ملی ہے، اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے، اور لگام کے ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُس کی باگیں تمام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اُسے کھینچ لے جائے۔

دنیا داروں کی اقسام:

مولائے نے دنیا دار لوگوں کی حسب ذیل چار قسمیں گنوائی ہیں:

- (۱) جو فساد انگیزی سے صرف اس لیے مانع ہیں کہ ان کا نفس بے وقعت ہے، اُن کی تلوار کی دھار کند ہے، اور اُن کے پاس مال کی قلت ہے۔ ان حالات نے انہیں ترقی و بلندی حاصل کرنے سے در ماندہ و عاجز کر رکھا ہے، اس لیے قناعت کے نام سے انہوں نے خود کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے آپ کو سجا رکھا ہے، حالانکہ انہیں ان چیزوں (یعنی قناعت و زہد) سے کبھی بھی لگاؤ نہیں رہا۔

- (۲) جو تلوار سونٹے ہوئے اعلانیہ شری پھیلا رہے ہیں، اور انہوں نے اپنے سوار اور

پیادے جمع کر رکھے ہیں۔

(۳) کچھ لوگوں نے مال بٹورنے، کسی دستہ کی قیادت کرنے یا منبر پر بلند ہونے کے لیے اپنے نفس کو وقف کر رکھا ہے، اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی برا سودا ہے کہ کوئی دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کا بدلہ قرار دے لے۔

(۴) کچھ لوگ وہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے آخرت کے لیے کچھ بنائیں۔

ایسے لوگ اپنے اوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں، اور اپنے نفس کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ انہیں امین سمجھ لیں۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اُس کی معصیت کرتے ہیں۔

(”بیخ البلاغہ“، صفحات ۱۶۸-۱۶۹)

اگر آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو آپ کو مندرجہ بالا قبیل کے انسان بکثرت دکھائی دیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہوئی و ہوس کے غلام ہیں، اور شیطان کے چنگل میں مکمل طور پر پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں پہچانیے! ان سے اور ان کے ہتھکنڈوں سے خبردار رہیے! یہ آپ کو بھی بڑے ہی غیر محسوس اور غیر مرئی انداز میں اپنے دام میں پھنسا سکتے ہیں، اور آپ کے ایمان کا کباڑا کر سکتے ہیں۔

ان دنیا داروں کے برعکس جو مولا علیؑ کی اتباع میں اس دنیا سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اُن کی پہچان مولانا نے یوں کرائی ہے:

”اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور

حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں اور اُن سے آنسو رواں رہتے ہیں۔ اُن میں کچھ تو وہ ہیں، جو دنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں، اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں، اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا اُن کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں۔ کچھ خلوص سے دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں، جنہیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خشکی و درماندگی اُن پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ ایک شور دریا میں ہیں (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں) اُن کے منہ بند اور دل مجروح ہیں۔ اُنہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا، بجھایا، کہ وہ اُکتا گئے، اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کیے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہو گئی۔ اس دنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور اُن کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کر لو، اس کے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں، اور اس دنیا کی برائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو۔ اس لیے کہ اُس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کر لیا، جو تم سے زیادہ اس کے والد و شیدا تھے۔“

(”نسخ البلاغہ“، صفحات ۱۶۹-۱۷۰)

دُعا ہے کہ احکم الحاکمین ہمیں ان تھوڑے سے دینداروں میں شامل ہونے کی توفیق دے، اور دنیا داروں کی کثرت سے محفوظ رکھے۔

باب شانز دہم

مال دنیا میں مست انسانوں کی پیروی کرنا

انسان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال دنیا اکٹھا کرے تاکہ وہ دوسرے انسانوں کی نسبت نہ صرف معاشی اعتبار سے مضبوط ہو جائے، بلکہ محفوظ بھی ہو جائے۔ اس کوشش میں وہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے، اور انہیں تہی دامن کر کے اپنی تجوریاں بھرتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کی آنکھیں بند رہتی ہیں کیونکہ اُن پہ ”هل من مزید، هل من مزید“ (اور لاؤ، اور لاؤ) کے دیز پردے پڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:

”اَنهٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۚ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝“ (سورۃ النکاح،

آیات ۱-۲)

(تمہیں کثرت کی خواہش نے اندھا کیے رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں) وہ شے جو انسان کی آنکھوں کو کھلنے نہ دے، وہ اُسے صراطِ مستقیم کیسے

نظر آنے دے گی۔ وہ شے جو صراطِ مستقیم کو اوجھل کر دیتی ہے، وہ ہے ہوئی و ہوس۔

بندگانِ ہوئی و ہوس کو نہ کسی نبی کی بات سنائی دیتی ہے، نہ وہ کسی وحی کو

خاطر میں لاتے ہیں۔ وہ تو صرف اپنے پیشروں کی طرح مال دنیا کی لوٹ کھسوٹ

میں جتے رہتے ہیں۔ انبیاء انہی لوگوں کے خوابیدہ نفوس کو جگانے اور مستضعفین کے

حقوق سے آگاہ کرنے کے لیے آتے رہے۔ جب خوابیدہ نفوس جاگتے ہیں تو انسان نہ صرف اپنے خالق و مالک کو پہچانتا ہے، بلکہ اپنے بھائی بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی دھیان دیتا ہے۔

جو اپنے پیشروں کی پیروی میں ہوئی و ہوس کی آبیاری کرتے رہتے ہیں، اور مال دنیا کے ارتکاز میں منہمک رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے اعمالِ صالحہ بھی حبط ہو جاتے ہیں، اور اُن کے حصے میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں بچتا۔ ملاحظہ فرمائیے:

”كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا
وَ أَوْلَادًا ۖ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ
كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ وَ خُضْتُمْ
كَالَّذِي خَاضُوا ۖ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ
الْآخِرَةِ ۚ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝“ (سورۃ التوبہ، آیت ۶۹)
(اُن لوگوں کی مثل جو تم سے پہلے تھے اور تم سے قوت، مال اور اولاد میں
فزون تر تھے اور انہوں نے اپنی سعی کے مطابق مال سمیٹا، اور تم نے اپنی
کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تم بھی (ان کی پیروی میں) اُنہی فضولیات
میں پڑ گئے، جن میں وہ پڑے تھے۔ (اس کے نتیجے میں) اُن پیش روؤں
کی طرح) نہ صرف ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں حبط (اکارت)
ہو گئے، بلکہ یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ سورۃ الکہف کی آیات ۱۰۳-۱۰۴ میں بتلاتا ہے کہ اعمال کے اعتبار

سے خسارے میں کون ہیں:

”قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا“

((اے رسول!) کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے نہایت گھٹائے میں ہیں؟ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی دنیا کی زندگی کی سب کوشش ضائع ہوگئی اور وہ یہی گمان کرتے رہے کہ یقیناً وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔) چونکہ ان لوگوں نے ”آیات اللہ“ (آئمۃ الہدیٰ) سے اعراض کیا اور روزِ آخرت کو بھلائے رکھا، لہذا انہیں شعور ہی نہیں ہو سکا کہ اس دارالعمل سے سمیٹنے کی اصل شے — احسن عمل، کیا ہے؟ وہ تو صرف اس دنیا کی ”متاع الغرور“ کو سمیٹنے میں لگے رہے، اور گمان کرتے رہے کہ انہوں نے تو بڑے معر کے مارے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعمال چونکہ دنیا ہی میں حط (اکارت) ہو گئے، اس لیے آخرت میں ان کے اعمال کے لیے کسی میزان کی ضرورت ہی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے رب العزت کا فیصلہ:

”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا“ (سورۃ الکہف، آیات ۱۰۵-۱۰۶)

(یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔ یہ ان کا بدل جہنم اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کفر کیا تھا، اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا محول بنا لیا تھا۔)

باب ہفتم

یہود و نصاریٰ سے دوستی

یہودی — حضرت موسیٰؑ کے پیروکار، اور نصاریٰ — حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار، کہلاتے ہیں۔ گو کہ یہودیت اور عیسائیت حضرت محمدؐ کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں، لیکن وہ لوگ جو ان ادیان سابقہ سے منسلک تھے، انہوں نے حضرت محمدؐ کی مخالفت پر کمر کس لی، کیونکہ اسلام ان کی تحریفات دین کو عیاں کرتا تھا، اور رد کرتا تھا۔

یہودی:

یہودی خود کو ”خدا کے منتخب نمائندے“ سمجھتے تھے، اس لیے، ان کے مطابق، انہیں باقی تمام خلق خدا پر حکمرانی کا حق ہے۔ اسی خناس نے انہیں دیگر انسانوں کے ساتھ انسانی سلوک سے پرے رکھا ہے۔

یہودیوں کی فکر اور فلسفے کو سمجھنے کے لیے ان کی مقدس کتاب تالمود (Talmud) سے چند تحریریں ملاحظہ فرمائیے:

- ❁ یہودیوں کو خدائی حق پہنچتا ہے کہ وہ غیر یہودیوں کی دولت اور اسباب کو حاصل کریں۔ خدا نے انہیں اس مقصد کے لیے منتخب کیا ہے کہ وہ غیر یہودیوں کی جان و مال پر قبضہ کر کے انہیں اپنی دسترس میں لائیں۔
- ❁ جس طرح انسان حیوان سے افضل ہوتا ہے اسی طرح یہودی کرۂ ارض کے سارے غیر یہودی ذی روح افراد پر فضیلت رکھتا ہے۔

یہودیوں کو خداوند تعالیٰ نے خاص اجازت دی ہے کہ وہ ہر قرض پر سود لگائیں۔

(”خدا کے منتخب بندے“، صفحہ ۲۴)

یہودی، زیادہ تر، حضرت سام بن نوحؑ کی نسل سے ہیں۔ ان میں دہشت گردی، تخویف پسندی، اور خفیہ کارروائیوں سے اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کا رجحان خطرناک حد تک پایا جاتا ہے۔ مال و منال اور طاقت کے بل بوتے پر شے کو پانا یہودیت میں روا ہے۔

باوجود اس کے کہ یہودیوں کو سدھرنے کا موقع دینے کے لیے حضرت محمدؐ نے ان کے ساتھ ”میثاقِ مدینہ“ کیا، اور یہودیوں اور مسلمانوں کو ایک اُمت قرار دیا، یہودی اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔

عہدِ رسالتِ مآبؐ میں

یہودیوں کی ریشہ دوانیاں

محمد حسین ہیکل اپنی تالیف ”حیاتِ محمدؐ“ میں لکھتے ہیں:

”یہودیوں کے تین بڑے قبیلے مدینہ منورہ میں آباد تھے:

الف۔ بنو قینقاع — سب سے پہلے انہیں کو نکالا گیا۔

ب۔ بنو نضیر — دوسرے نمبر پر ان کو شہر بدر کیا گیا۔

ج۔ بنو قریظہ — اس فصل میں ان ہی کی تفصیلات آپ کی

خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

اپنی حرکتوں کی وجہ سے بنو قینقاع کے بعد بنو نضیر کو بھی مدینہ منورہ سے نکال

دیا گیا۔ غزوہ بدر ثانیہ میں ابوسفیان بدر تک آیا، مگر ناکام لوٹ گیا۔ قبائل نے بھی غزوہ غطفان اور دومتہ الجندل میں اپنی فوج کشی کا خمیازہ بھگت لیا۔ تمام واقعات کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں کچھ سکون ملا۔ اگرچہ تجارت کے لیے ان کا ٹکڑا اب بھی دشوار تھا۔ کھیتی باڑی بھی آزادی کے ساتھ کرنا قدرے محال تھا البتہ اس زمانہ میں مالی غنیمت یا فے کی صورت جو کچھ حصہ آیا اسی پر گزر بسر کر کے زندگی کے یہ دن گزارے۔

فکر تحفظ

لیکن اسی دوران غم خوار امت مہربان و شفیق امت محمد پر ہر وقت دشمن کی چالوں پہ نگاہ رکھے رہے۔ آپؐ نے اس سلسلہ میں چاروں طرف خبریں پہنچانے والوں کو پھیلا دیا تاکہ وقت سے پہلے مداخلت کی تیاری کی جاسکے۔ مسلمانوں کے لیے تحفظ کا اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔ قریش مکہ اور مختلف قبائل نے جو ان کے خلاف قیامت برپا کر رکھی تھی، وہ بھی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ہر ایک رسموں میں اندھی تقلید اور جمود کے باوجود ایک بات میں سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، شہری ہوں یا بدو، سب میں ایک ہی قسم کا جہودی نظام مروج تھا۔ لباس، عادت و اطوار، رویے اور عادتیں، بلکہ مذہب میں بھی ان میں وحدت و اتحاد تھا۔ عرب کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت دور رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے اتنے قریب تھے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔ جناب محمدؐ عرب نژاد ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کے رہنے

والوں کی نفسیات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کے کعبہ بردار ہونے کی وجہ سے جانے یہ لوگ کب مسلمانوں پر حملہ کر دیں، رسول اللہ کے خیال میں یہ بات ہر وقت رہتی۔ کفار مکہ بدر کے مقتولین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ان کے خون کے پیاسے تھے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کو شہر بدر کر دینے کی وجہ سے ان کے دشمن، بنو غطفان اور بنو ہذیل ان سے انتقام لینے کے لیے بے قرار تھے۔ باقی قبائل بھی عصبیت کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد میں کمر بستہ تھے۔ عرب کا ایک دشمن رسول اللہ سے کئی وجوہات کی بنا پر انتقام لینے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر پھر رہا تھا۔ بعض کو یہ غم کھا رہا تھا کہ کل صرف اپنے ساتھ اللہ پر ایمان لانے کے سوا خالی ہاتھ آیا تھا، اس مقدس ذات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں اتنی بڑی قوت حاصل کر لی ہے کہ اطراف و جوانب کے تمام بڑے شہر اور صحرائے عرب کا ہر ایک قبیلہ اس سے مرعوب ہو چکا ہے۔

سب سے بڑا دشمن

یہودیوں کو رسول اللہ سے سب سے زیادہ دشمنی اور حسد تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عملی بصیرت کی بنا پر انہیں اس بات کا یقین تھا کہ رسول اللہ کی دعوت توحید کے سامنے ان کی عملی قیادت کا بت زمین بوس ہونے ہی والا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ نصاریٰ سے ان کا تصادم توحید کی بنا پر ہی تھا اور صدیوں سے نصاریٰ پہ غالب آنے کی امید لئے ہوئے جی رہے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ توحید پہ قائم انسان طبعاً بلند حوصلہ اور اخلاقاً بلند مرتبہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسیحیوں کی شکست انہیں کبھی بھی اپنی طرف مائل نہیں کر سکی۔ لیکن آج توحید کے دشمن نصرائیوں کے مقابلہ میں یہودیوں سے زیادہ توانا قوت داعی توحید محمدؐ کا ظہور ہوا جو عالی نژادگی میں بے مثل اور دنیا کی تمام عظیم ترین شخصیتوں سے برتر ہیں۔ انہوں نے توحید کی دعوت اس عملی انداز سے پیش کی کہ سب کے دلوں میں بستی چلی گئی، جسے قبول کرنے والوں نے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلی محسوس کی، لیکن یہودی جو توحید کے داعی کہلاتے تھے سب سے زیادہ انہوں نے رسول اللہ کی سخت مخالفت کی، نتیجہ کے طور پر رسول اللہ کو یہود کے قبیلہ قینقاع کو مدنیہ سے باہر نکل جانے کا حکم نافذ کرنا پڑا۔ اس قبیلہ کے بعد دوسرے یہودی قبیلے بنو نضیر کی کھلم کھلا دشمنی کی وجہ سے مجبور ہو کر انہیں بھی شہر بدر کر دیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہود کے یہ دونوں ٹولے شہر بدر ہونے کے بعد جب اپنے آبائی وطن بیت المقدس کی طرف لوٹے تو کیا اپنے دلوں میں غیض و غضب لئے بغیر چلے گئے؟ کیا اس کے ردِ عمل میں انہوں نے انتقاماً عربوں کو رسول اللہ کے خلاف بھڑکانے کا فیصلہ نہ کیا ہوگا۔

بنو قریظہ کی مشرکین

سے فریاد

بنو قریظہ کے دلوں میں حسد اور غصہ کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ انہوں نے کفار و مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور بنو نضیر کے تین سرغنہ ابوالحقیق کے دو بیٹے سلام اور کنانہ؛ تیسرے، حی بن اخطب؛ چوتھا اور

پانچواں بنو وائل سے ہودہ بن قیس، اور ابو عمارہ، ان پانچوں کا وفد قریش کے پاس مکہ پہنچا تو انہوں نے حی بن اخطب سے پوچھا: تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟

حی — سب خیبر اور مدینہ کے درمیان پڑاؤ ڈالے بیٹھے ہیں۔ تمہاری راہ تک رہے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ مل کر محمدؐ اور مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔

قریش — بنو قریظہ کا کیا حال ہے؟ (یہ لوگ ابھی تک مدینہ میں تھے۔)

حی — بنو قریظہ رسول اللہؐ کو فریب دینے کے لئے ابھی تک مدینہ میں ہی موجود ہیں اور تمہارے حملہ کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن اس وقت کفار کی مجلس شوریٰ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارا اور محمدؐ کا اختلاف ایمان باللہ کی وجہ سے ہے اور ان کی دعوت کا حلقہ روز بروز موثر اور وسیع تر ہوتا جا رہا ہے کہیں وہ حق پر تو نہیں اور ہمارا حملہ مناسب بھی ہے، یا نہیں۔

قریش مکہ نے اسی خیال کے زیر اثر ایک اور سوال کیا:

برادرانِ یہود! آپ اہل کتاب کہلاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بقول تمہارے تمہیں فوقیت بھی حاصل ہے۔ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان اختلاف کی وجہ کا بھی آپ لوگوں کو علم ہے۔ آپ یہ بتائیے کہ ہمارا دین بہتر ہے، یا محمد رسول اللہؐ کا دین بہتر ہے؟

یہودیوں نے جواب میں جھوٹ کہہ دیا: صاحبو! آپ کا دین اسلام سے بہتر ہے۔ آپ لوگ حق بجانب ہیں اس پر قرآن حکیم کی یہ

آیات نازل ہوئیں:

”الْم تَر إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ
يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ
آمَنُوا سَبِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ
وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا“ (سورۃ
النساء، آیات ۵۱-۵۲)

(بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا
ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں
کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے راستے پر ہیں۔
یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ
لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔)

مستشرقین صفائی پیش کرتے ہیں

- قریش مکہ بت پرستوں کے سامنے توحید کے مقابلہ میں بت پرستی
کے مذہب کی تعریف کرنے والے یہودی علماء کے اس جھوٹ سے اپنے
آپ کو لا تعلق ثابت کرنے کے لیے مشہور مستشرق ڈاکٹر اسرائیل ولسفون
اپنی کتاب ”تاریخ اليهودی العرب“ میں لکھتے ہیں: ”بت پرست قریشیوں
کے سامنے توحید اسلامی کی مخالفت کر کے علمائے یہود نے کتنا بڑا ظلم کیا۔ انہیں
توحید کے معاملہ میں ذاتی دشمنی کو فوقیت نہیں دینا چاہیے تھی کہ حقیقت اور سچائی
سے ہی انحراف کر لیں۔ انہیں مشرکین کے روبرو ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ

بت پرستی تو حید کے مقابلہ میں بہر حال اعلیٰ ہے، چاہے اس کے نتیجہ میں انہیں اپنی حمایت کے حصول میں ناکامی ہی کیوں نہ ہوتی۔ وہ بھول گئے کہ ان کے مورث اعلیٰ بنی اسرائیل نے بت پرستی کے خلاف کس طرح قوموں سے جنگیں جاری رکھیں اور تو حید پھیلانے کے جرم میں ہی ان کے کتنے ہی بزرگوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ ان میں سے کتنے ہی لوگ اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کی وجہ سے زخمی ہوئے۔ یہود کو چاہیے تھا کہ بت پرستوں کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس لگا دیتے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جس قدر مال و دولت دیا تھا سب کا سب اسی کی راہ میں قربان کر دیتے مگر انہوں نے تو بت پرستوں کے عقیدہ کو سراہا۔ گویا اپنے ہی عقیدہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جبکہ ان کو معلوم تھا کہ تورات میں بت پرستی کے خلاف تعلیم موجود ہے، بلکہ بت پرستوں سے نفرت اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سازش میدانِ عمل میں

تمام دشمنانِ اسلام نے طے کیا کہ حملہ کیا جائے۔ تیاری کے لیے چند مہینوں کا وقت مقرر کر لیا گیا۔ جی بنِ اخطب اور اس کے دوسرے ہم سازش دوستوں نے قریش مکہ ہی کے ساتھ معاہدہ کافی نہ سمجھا، بلکہ مندرجہ ذیل قبیلوں کے پاس گئے:-

غطفان قبیلہ قیس بن عیامان، بنو مرہ، بنو فزارہ، اشجع، سلیم، بنو سعد، بنو اسد؛

اور ان کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس سے تعلق رکھنے والے دور یا

نزدیک کا رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ ہر ایک قبیلے اور ہر شخص کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ ساتھ ہی یہود نے بت پرستی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، اور اب کے بار حملہ کے نتیجہ میں ان کو فتح کا یقین دلانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

بنو نضیر یہودی اپنے ان ارادوں میں کامیاب ہو گئے۔ چاروں طرف کفار کا سیلاب مدینہ منورہ اور صاحب مدینہ منورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاراج کرنے کے لیے اٹھ آیا۔

ابوسفیان مکہ سے چار ہزار جنگجو تیغ زن لے کر نکلا جس میں تین سو کمیت گھوڑوں پر سوار تھے اور ایک ہزار ہوا کی رفتار کے ساتھ چلنے والی سائنڈیاں تھیں۔ لشکر کا علم دار الندوہ میں بیٹھ کر سیا گیا۔ بانس پر چڑھایا گیا اور عثمان بن طلحہ جس کا باپ غزوہ بدر میں علمبرداری کے منصب پر ہی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، اسے علمبردار بنایا گیا۔“ (صفحات 517 تا 521) ”بنو نضیر کے یہودیوں نے غطفان قبیلہ کے لوگوں سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ فتح کے بعد خیبر کے سرسبز و شاداب باغات کے میوؤں کی پوری فصل تمہاری خدمت میں پیش ہوگی۔ بنو غطفان کے دماغوں پر یہ بھوت سوار تھا کہ فتح مدینہ کے بعد فخر و غرور کے ساتھ پھلوں کی بھری ہوئی ٹوکریاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔

ایک طرف تو امیدوں کے انبار اور سامنے خندق حائل — جس کا عبور کرنا ان کی ہمت سے باہر۔ یہ دیکھ کر کفار کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا۔ اب بنو نضیر کو یہ کھٹکا بھی لگا ہوا تھا کہ اگر قبیلہ غطفان نے سردی کی

شدت سے گھبرا کر خیر کے پھلوں کا لالچ چھوڑ دیا، اور سردلہروں سے جان بچانے کے لیے بھاگ گئے تو کیا ہوگا۔ کفار مکہ کو غزوہ بدر میں لگے ہوئے زخم اب بھی رس رہے تھے۔ خندق اور مدینہ کے قلعوں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔ حملہ آوروں کو یثرب میں رہنے والے یہود بنو قریظہ کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ ان کی طرف سے معاہدہ کے تحت مسلمانوں کی امداد میں محاصرہ کی طویل مدت تک کمی نہیں آنے پائے گی۔ کبھی ان کے دل میں یہ خیال آتا کہ حملہ سے دستبردار ہو کر لوٹ جانے میں کیا حرج ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا کہ آج کے بعد شاید پھر کبھی اتنی فوج ہمارا ساتھ دینے کے لیے جمع نہ ہو۔

اس مرتبہ جی بن اخطب کے کہنے سے یہودی اپنے برادرانِ ملت بنو قریظہ کی بناء پر انتقام کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا، اور لشکری اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو یہ محمدؐ کی فتح مبین ہوگی، جس کے بعد ہمیشہ کے لیے یہود کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ چنانچہ بنو نضیر کے سرغنہ جی بن اخطب کے دماغ میں ایسے کئی خطرات کروٹیں لینے لگے۔ اپنا انجام سوچ کر وہ تھرتھرانے لگا۔ اس نے اپنا آخری داؤ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے سوچا جس طرح بھی ہو یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی پہ آمادہ کیا جائے۔ اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو رسول اللہ کی رسد ختم ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ فتح ہمارے قدموں میں ہوگی۔ اس خوش فہمی میں جی بن اخطب نے جب کفار مکہ کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو سب کے سب خوشی کے مارے اچھل پڑے۔

دو یہودی ملے

حی بن اخطب کے اس منصوبہ کی خبر جب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد تک پہنچی تو اس نے حی بن اخطب کے واپس آنے سے پہلے اپنے قلعہ کی فصیل کا بڑا دروازہ مقفل کر دیا۔ ہر چند اسے یقین تھا کہ عہد شکنی کے بعد اگر مسلمان مغلوب ہو گئے تو تمام یہود کو بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا مگر حملہ آوروں کی شکست بنو قریظہ کو کہیں کا نہیں رہنے دے گی۔ لیکن حی بن اخطب نے انتہائی اصرار کے بعد کعب بن اسد کو دروازہ کھولنے پر راضی کر ہی لیا۔ حی نے کعب سے کہا: کعب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے تو تمام جہان کا بہترین لشکر جمع کر لیا ہے۔ کفار (قریش) اور بنو غطفان اپنے اپنے سرداروں کی سرکردگی میں تلواریں سونٹے کھڑے ہیں۔ ان کا آپس میں عہد ہو چکا ہے کہ وہ محمدؐ اور ان کے صحابہ کرام کا اس دنیا سے نام و نشان مٹا کر ہی پیچھے ہٹیں گے۔ یہ سب سن اور دیکھ کر بھی اللہ کی شان کعب متردد تھا۔ اس نے رسول اللہ کے ایفائے عہد اور صداقت گفتار کی تعریف کی اور کہا ان کا حسن اخلاق عہد شکنی میں حائل ہے۔ جاؤ تم اپنا کام کرو — کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا حشر بھی خراب ہو۔

اس کو رے جواب کے بعد بھی حی بن اخطب نے کعب کو منوانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہوئے اپنے رنگ میں محمدؐ کے ہاتھوں سے یہودیوں کو پہنچنے والی تکلیفوں کو ڈرامائی انداز میں دہرایا اور کہا کہ اگر یہ لشکر ناکام ہوا تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو اس سے پہلے تمہارے یہودی بھائیوں کا ہوا ہے۔ ہوش سے کام لو — حی نے حملہ آور لشکر کی تعداد اور جمعیت کی

تعریفوں کے پل باندھ دیئے اور کہا: اگر خندق ہمارے درمیان حائل نہ ہوتی تو ہم نے اب تک اپنے ارادوں میں شاندار کامیابی حاصل کر لی ہوتی۔ آخر کار کعب نرم پڑ گیا۔ اس نے پوچھا فرض کرو اگر حملہ آورنا کام لوٹے تو پھر ہمارے تحفظ کی صورت کیا ہوگی۔ جی نے کہا: ہم سب تمہارے ہی قلعہ میں آجائیں گے، اور تمہارے ساتھ دکھ سکھ میں شریک ہوں گے۔

یہودی کی عہد شکن فطرت ابھری

کعب بن اسد میں عہد شکن فطرت نے انگڑائی لی۔ اس نے اپنے یہودی بھائی جی بن اخطب کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تحریری معاہدہ ختم کر دیا۔ باہم وفاداری کے عہد و پیمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“ (صفحات 523-524)

شامتِ اعمالِ صورتِ نادر گرفت

”دشمنوں کے لوٹ جانے کے بعد رسول اللہ کو اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو مستقبل کا جائزہ لیا۔ یہودی جو اس مرتبہ کفار کو اور عرب قبائل کو اکسا کر لے آئے تھے، کیا وہ آئندہ بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ یا سخت جاڑے کے موسم سے احتیاط بھی برت سکتے ہیں۔ خصوصاً بنو قریظہ کے رویہ نے آپ کا ذہن اس طرف منتقل کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار اور غطفان میں اختلاف کی صورت پیدا نہ فرماتا اور انہوں نے کفار کو رستہ دے دیا ہوتا تو مسلمانوں کا بالکل قلع قمع ہو جاتا۔ اس وقت بنو قریظہ ہمارے دباؤ میں سہی، مگر یہ دباؤ ایسا ہے جیسے سانپ کی دم زخمی ہوگئی، اور باقی صحیح سلامت ہے۔ ایسا سانپ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے، اس لیے بنو قریظہ کی سرکوبی ضروری ہے۔

اعلان کر دیا گیا

رسول اللہ نے اعلان کروادیا:

من كان سامعاً مطيعاً فلا يصلين البعصر

الابنى القريظه

(جو شخص ہمارا وفادار ہے اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ عصر کی نماز محلہ بنو قریظہ میں ادا کرے۔)

اور اس اعلان عام کے ساتھ ہی علیؑ کی تحویل میں مجاہدین کا دستہ دے کر بنو قریظہ کے محلہ میں بھجوا دیا۔ اگرچہ مجاہدین طویل محاصرہ کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے تھکے ہوئے تھے، لیکن بنو قریظہ کے معاملہ میں انہیں اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔

اگرچہ دشمن مضبوط قلعوں میں محفوظ تھے۔ لیکن مجاہدین اس سے پہلے اسی طرح کے قلعوں میں بنو قریظہ کے ہراول بنو نضیر کا حشر دیکھ چکے تھے۔ دونوں میں فرق تھا تو صرف اتنا کہ بنو نضیر کے مقابلہ میں ان کے قلعے ذرا مضبوط تھے۔ مسلمانوں کو اب بنو قریظہ کی طرف سے گوجملہ کا خطرہ نہ تھا، کفار مکہ بھاگتے ہوئے سامانِ رسد اتنا چھوڑ گئے تھے کہ مجاہدین کو قلتِ رسد کی فکر ہی نہ تھی۔

محاصرہ

مجاہدین علیؑ کے پیچھے پیچھے خوش و خرم جانا شروع ہوئے، جب مطلوبہ مقام پہ پہنچے تو حی بن اخطب اور دوسرے یہودی رسول اللہ کے

بارے میں بدزبانی کر رہے تھے۔ کبھی نبیؐ کو کچھ کہا جاتا، کبھی کچھ بکواس کی جاتی۔ کبھی حرمِ مطہرات کی شان میں زبانیں آلودہ کی جا رہی تھیں۔ کفار کے لشکر کی ناکام واپسی نے ان کو مضبوط الحواس بنا دیا تھا۔ وہ اپنا حشر جان چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بنو قریظہ سے سوال

اس اثناء میں نبی اکرمؐ تشریف لے آئے۔ علیؑ نے آگے بڑھ کر عرض کیا: آپؐ ان کے سامنے نہ جائیے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ لوگ میرے بارے میں زبان درازی کر رہے تھے؟ علیؑ نے عرض کیا: یہی بات ہے یا رسول اللہ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: فکر نہ کرو ان میں اتنی ہمت نہیں کہ میرے روبرو بکواس کریں۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر باوازا بلند کہا:

یا اخوان القردہ هل اخزاکم اللہ و انزل
بکم نقمہ

(اے بندروں کی برادری! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل نہیں کیا؟
اور تم پر اپنا غضب نہیں بھیجا تھا۔)

یہود نے جواب دیا: یا ابو القاسم! ما کنت جھولا (اے ابو القاسم! آپ ہماری تاریخ سے بے خبر نہیں ہیں؟) اب مجاہدین آتے جا رہے تھے، اور رسول اللہؐ نے ان کے محاصرہ کا حکم نافذ فرما دیا۔

مسلسل پچیس روز

بنو قریظہ کا مسلسل پچیس روز تک محاصرہ رہا۔ اس درمیان میں ایک

آدھ مرتبہ ان کی طرف سے اور مجاہدین کی طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوا، مگر بنو قریظہ کو باہر نکل کر لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب یہ لوگ گھبرا گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ ایک نہ ایک دن مجاہدین ان پر قابض ہو جائیں گے، اور ہماری قلعہ بندی ہمیں موت کے کنوئیں میں دھکیل کر ہی ہمارا پیچھا چھوڑے گی۔

درخواست: بنو قریظہ نے رسول کریمؐ کے اپنا پاس قاصد بھیجا اور درخواست کی کہ ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم صلح کے معاملہ میں ان کے ذریعہ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ ابولبابہؓ قبیلہ اوس سے تھے۔ بنو قریظہ سے ان کا ذاتی معاہدہ بھی تھا۔ یہ ان کے پاس پہنچے تو یہودیوں کے بچے اور عورتیں سب ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سب نے رور و کر کہرام مچا دیا جس سے ابولبابہؓ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ یہود نے کہا: کیا آپ کو اس بات سے اتفاق ہے کہ ہم اپنے آپ کو محمدؐ کے حوالے کر دیں؟ ابولبابہؓ نے فرمایا: میں تم سے اتفاق کرتا ہوں، اور اپنی گردن پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ اب جو چاہو کر لو تمہیں قتل ہونا ہی ہے۔ بروایت ارباب سیرت بعد میں ابولبابہؓ اپنے اس اظہارِ حق پر نادم ہوئے، اور خاموش چلے آئے۔

تین مشورے

کعب بن اسد نے اپنی قوم کو تین مشورے دیئے، مگر انہوں نے ایک پر بھی آمادگی کا اظہار نہ کیا۔
پہلا مشورہ — بہتر ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہو کر اپنی جان، مال اور اولاد کو تباہ ہونے سے بچالو۔

جواب: ہم تو رات کو چھوڑ کر دوسری شریعت قبول نہیں کر سکتے۔
 دوسرا مشورہ — اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر کے مقابلہ کے لیے
 نکل آؤ۔ پھر جو ہو، سو ہو۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو اپنی اولاد اور بیوی کی ہلاکت کا غم
 لے کر نہیں مریں گے۔ اگر زندہ بچ گئے تو اپنے اپنے گھروں کو پھر آباد کر لیں گے۔
 جواب: اپنی اولاد اور بیویوں کو قتل کرنے کے بعد ہم زندہ بھی رہ
 گئے تو ہماری زندگی کا کیا فائدہ!
 تیسرا مشورہ: تو پھر خود کو محمدؐ کے حوالے کر دیجیے، لیکن ابولہبابہؓ
 کے اس اشارے کو نہ بھولئے کہ اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنے کے بعد حشر
 کیا ہوگا۔“ (صفحات 530 تا 533)

مقتل اور یہود

”جب حی بن اخطب کو جلاذ کے سپرد کیا گیا تو رسول اللہؐ نے اس
 سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے حی بن اخطب! کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو رسوا نہیں کیا؟
 جواب — موت سے کون بچ سکتا ہے؟ جس قدر میری عمر مقرر تھی
 مجھے مل چکی۔ اس موت پر بھی مجھے آپ کی دشمنی کا مال نہیں۔ اس کے بعد حی بن
 اخطب نے دوسروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے لوگو! اللہ کے حکم سے گھبرانا
 مردانگی نہیں۔ ہم بنی اسرائیل کے نصیبوں میں یہ مصیبت بھی لکھی جا چکی تھی۔
 اسی طرح زبیر بن باطا قرظی کا معاملہ ہے، جس نے یومِ بعاث
 میں ثابت بن قیس (بن شمس خزرجی) کی جان بچائی تھی۔ آج ثابت نے
 حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ سن کر زبیر کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہا۔ ان کی

سفارش رسول اللہ سے فرمائی۔ آپؐ نے زیر کا خون معاف فرمادیا۔ مگر مجرم نے کہا: میں ذمہ دار مرد ہوں۔ اپنے اہل و عیال کے بغیر زندگی پسند نہیں کرتا۔ حضرت ثابت کی دوسری سفارش پر مجرم کے لڑکوں کا خون معاف کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی آزادی دی گئی۔ اب زیر نے ان سے ابنِ اخطب، عزال بن سموال اور دوسرے قرظی سو ماؤں کے بارہ میں دریافت کیا۔ ان کے انجام کی تفصیل بتائی گئی تو مجرم نے کہا: آج کے دن میں احسان کا بدلہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے میری قوم کے پاس فوراً پہنچا دیا جائے میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے میں اتنا بے تاب ہوں کہ جتنا عرصہ کنوئیں میں ڈول رہ سکتا ہے اس سے بھی جلدی ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ مجرم کی یہ درخواست بھی قبول کر لی گئی۔

اسی طرح ایک یہودی عورت کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ سب کو معلوم تھا کہ مسلمان جنگوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے۔ مگر آج کے دن انہیں اس یہودیہ کے خون سے ہاتھ رنگنا پڑے جس نے ایک مسلمان کے سر پر چکی کا پاٹ گرا کر اسے شہید کر دیا تھا۔“ (صفحات 534-535)

یہودی بنو قریظہ کا قتل

”دراصل بنو قریظہ کا قتل ان کے دینی پیشوا جی بن اخطب کی گردن پر ہے جو خود بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ جی وہ مجرم تھا جس نے پہلے وہ معاہدہ ختم کیا جو اس نے اپنی قوم بنو نضیر کو ساتھ لے کر مدینہ سے جلا وطن ہونے پر کیا تھا، اور جس معاہدہ کی بدولت بنو نضیر میں سے ایک تنفس

بھی رسول اللہ کے حکم سے قتل نہیں کیا گیا۔ لیکن جی بن اخطب نے عہد شکنی کی — قریش مکہ کے کفار کو ابھارا — بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اکسایا۔ تمام عرب میں ایک طرف سے لے کر دوسری طرف تک محمدؐ کے خلاف آگ لگا دی۔ جی بن اخطب کی ان ہی سازشوں سے مسلمان اور یہودیوں کے درمیان دشمنی کا پودا پلا، بڑھا، تناور درخت بنا اور چاروں طرف پھیل گیا۔ یہود کے دلوں کی حالت اسی طرح ہو گئی جیسے حضرت محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو ملیا میٹ کیے بغیر ان کا دم گھٹ رہا ہو۔ پھر تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے بعد بنو قریظہ نے عہد شکنی کا وہ ناقابل معافی جرم کیا، جس کی مثال عرب میں کیا، دنیا میں نہیں ملتی۔

اگر بنو قریظہ مذکورہ سازشوں کے محرک نہ ہوتے تو ان سے مسلمانوں کے الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگر یہ قلعہ بند ہو کر جنگ شروع نہ کر دیتے یا اس موقع پر اپنے آپ کو اللہ کے رسولؐ کے سپرد کر دیتے تو ان کی گردنیں مارے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن جی بن اخطب کی فطرت میں رسول اللہ سے جو دشمنی سمودی گئی تھی وہ دشمنی بنو قریظہ تک متعدی مرض بن گئی۔ اس کی وجہ سے ان کے حلیف (سید المرسلینؐ) سعد بن معاذ کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ اگر انہیں زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل یہ پھر تمام عرب کو اکسا بھڑکا کر مدینہ منورہ پہ یلغار کروادیں گے۔ اس لیے سعد کا یہ فیصلہ جو بظاہر ناگوار نظر آتا ہے لیکن سعد کی دانست اور یقین کے مطابق یہود کو زندہ رکھنا مسلمانوں کی پوری نسل کو ختم کروانے کے مترادف تھا۔“ (صفحات 535-536)

جن یہودیوں کا نصب العین ہی آپ کی عداوت اور دشمنی تھا، وہ یہ تھے: جی، ابویاسر، سلام ابن مشکم، کنانہ بن الربیع، کعب بن الاشرف، عبد اللہ بن صوریاء، ابن صلوٰبا، مخزق (جو بعد میں اسلام لے آیا) لبید بن اعصم۔ یہ لبید وہی ہے جس کو یہودیوں نے بھڑکا کر آپؐ پر جادو کرایا تھا۔ پھر جبریلؑ آئے اور آپؐ کو اس کے سحر کی خبر دی اور اس کے مکان کا پتہ دیا، لیکن آپؐ نے اس کو معاف کر دیا اور فرمایا: ”رہا میں تو مجھ کو اللہ نے اس کے سحر سے محفوظ رکھا اور میں اس کو برا سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو شر پر ابھاروں“، یعنی اس کے قتل کو پسند نہیں کرتا۔

آپؐ کے شدید دشمنوں میں مالک بن الصلت بھی تھا اور یہ یہودیوں کا بڑا عالم اور ان کا سردار بھی تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ ”اللہ نے کبھی بھی کوئی شے انسان پر نازل نہیں کی“۔ وہ عداوت رسولؐ میں اتنا اندھا ہوا کہ ہمارے رسولؐ کے ساتھ جناب موسیٰؑ کا بھی انکار کر بیٹھا، اور قرآن کے ساتھ توریت کی بھی تردید کر دی۔

یہودیوں نے اس سے باز پرس کی اور کہا: ”یہ تم نے کیا کہا“۔ وہ بولا: ”اس نے مجھے غصہ دلایا اور غصہ کے جوش میں میرے منہ سے یہ نکل گیا“۔ یہودیوں نے بساط ریاست اس کے نیچے سے کھینچ لی، اور اس کی جگہ کعب بن الاشرف کو بٹھا دیا۔

علمائے یہود میں سب سے زیادہ شاس بن قیس لوگوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ مسلمانوں سے بے حد جلتا تھا اور ان پر شدید طعنہ زنی کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ انصار کے پاس سے گزرا (اس وقت انصار کے دونوں قبیلے) اوس اور خزرج باہم سر جوڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ کہاں ان دونوں قبیلوں کی وہ عداوت اور کہاں اب یہ محبت والفت، جل ہی تو گیا، کہنے لگا قیلہ کے بیٹے

(دونوں قبیلے) متحد ہو گئے ہیں جب تک ان میں اتحاد ہے مجھے قرار کہاں! پھر ایک یہودی نوجوان سے کہا: ان کے پاس جا اور ان میں بیٹھ جا۔ پھر جنگِ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دے یعنی اس جنگ کا قصہ چھیڑ دے جو پہلے ان میں ہو چکی تھی اور ان کے سامنے وہ رجز یہ اشعار بھی پڑھنا جوڑتے وقت وہ پڑھتے تھے۔ اس یہودی نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ لوگ بھی اس ”جنگ“ پر بات کرنے لگے اور ہر ایک اپنے شاعر کے اشعار پڑھنے لگا۔ بات بڑھنے لگی، کھچاؤ شروع ہو گیا، ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکی دینے لگا۔ ایک قبیلے نے ”یا آلِ الاوس“، دوسرے قبیلے نے ”یا آلِ الخزرج“ کا نعرہ بلند کیا، جنگ کے لیے آگے بڑھے، ہتھیاروں کو لیا، صف بندی شروع کی اور قریب تھا کہ جدال و قتال کی صورت اختیار کرے کہ آپؐ کو خبر ملی۔ آپؐ فوراً مہاجرین کی معیت میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے: ”اے گروہِ مسلمین! اللہ اللہ (تمہارا کیا حال ہے) خدا سے ڈرو۔ تم جاہلیت کے نعرے لگانے لگے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں اور تم کو اللہ نے اسلام کی ہدایت سے مشرف کیا ہے، اور امرِ جاہلیت کو برطرف کر دیا ہے۔ اس نے اسلام کے ذریعے تم کو کفر سے نجات دی، اور تمہارے درمیان رشتہٗ اتحاد قائم کیا۔ کیا تم کفر کی حالت میں جس رنگ پر تھے اسی حال پر لوٹ جاؤ گے۔“

بعد میں لوگوں کو ہوش آیا اور وہ سمجھے کہ یہ وسوسہٗ شیطانی اور مکرِ دشمن ہے۔ وہ روئے، اور اوس و خزرج ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ پھر وہ سب سرِ اطاعت و سماعت جھکائے ہوئے آپؐ کے ساتھ ہو لیے۔ قرآن میں اسی شاس بن قیس کے بارے میں یہ آیت اُتری:

”..... يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

مَنْ آمَنَ تَبْعُونَهَا عِوَجًا“ (سورہ آل عمران، آیت ۹۹)
 (اے اہل کتاب! راہِ حق میں مومنین کے کیوں سدراہ ہوتے ہو اور کج
 روی اختیار کرتے ہو)۔

اور انصار کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ
 أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝
 وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَ
 فِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ
 صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ
 تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
 بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ
 اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
 فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ
 مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَتِهِ
 لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝“ (سورہ آل عمران، آیات ۱۰۰ تا ۱۰۳)

(اے ایمان والو! اگر تم نے اہل کتاب کے کسی فرقہ کا بھی کہا مانا تو یاد رکھو
 کہ وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر دوبارہ کافر بنا کے چھوڑ دیں گے اور بھلا
 تم کیوں کر کافر بن جاؤ گے حالانکہ تمہارے سامنے خدا کی آیتیں برابر پڑھی
 جاتی ہیں اور اس کا رسول بھی تم میں موجود ہے اور جو شخص خدا سے وابستہ

ہو وہ یقیناً صراطِ مستقیم پر ہے۔ اے ایمان لانے والو! جو حق ہے ڈرنے کا اس طرح خدا سے ڈرو اور دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین پر نہ مرنے۔ اللہ کی رسی (آئمتہ الہدیٰ) کو متحدہ حیثیت سے مضبوط پکڑے رہنا اور باہم افتراق نہ پیدا کرنا اور خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم تو سلگتی ہوئی آگ کے دہانے پر کھڑے تھے اور گرا ہی چاہتے تھے کہ خدا نے تم کو بچا لیا۔ خدا اپنے احکام یوں ہی واضح کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔

یہودی اکثر آپ سے ازراہِ مکر و عناد بہت سی چیزوں کے متعلق سوال کرتے اور وہ اس لیے پوچھتے تھے تاکہ حق کو باطل سے خلط ملط کر دیں (اور لوگوں کو دھوکا دینے کا موقع ملے)۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس دو یہودی آئے اور اللہ کے اس قول ”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ“ (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۱) (ہم نے موسیٰ کو نو آیات عطا کیں) کی تشریح چاہی۔ آپ نے فرمایا: وہ نو آیات یہ ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو؛

(۲) زنا نہ کرو؛

(۳) ناحق کسی کو قتل نہ کرو؛

(۴) چوری نہ کرو؛

(۵) سحر نہ کرو؛

(۶) سفارش کے لیے سلطان کے پاس نہ جاؤ؛

(۷) سود نہ کھاؤ؛

(۸) پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ؛ اور

(۹) یہ خاص تمہارے لیے ہے کہ ہفتہ کے دن کسی پر حملہ نہ کرو۔

یہ سن کر ان دونوں نے آپؐ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا: ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔“ آپؐ نے فرمایا: ”پھر اسلام لانے سے کیا چیز مانع ہے۔“ کہا: ”ہم ڈرتے ہیں اگر ہم اسلام لے آئے تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔“ ایک مرتبہ کچھ یہودی آئے اور آپؐ سے پوچھنے لگے ”نبی کی علامت کیا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا: ”اس کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا ہے۔“ پھر سوال کیا: ”وہ کونسا طعام تھا جو بنی اسرائیل نے توریت سے قبل اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟“ آپؐ نے فرمایا: ”تم کو اس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ پر توریت اتاری! کیا ایسا نہیں ہے کہ اسرائیل یعنی جناب یعقوبؑ ایک مرتبہ مرض شدید میں مبتلا ہوئے۔ جب آپؑ کا مرض بڑھا تو آپؑ نے نذر کی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے نجات دے گا تو میں محبوب ترین مشروب اور محبوب ترین طعام اپنے اوپر حرام کر لوں گا اور ان کے نزدیک محبوب ترین ”طعام“ اونٹ کا گوشت اور ”مشروب“ اونٹ کا دودھ تھا۔“ انہوں نے کہا: ”ہاں، ایسا ہی ہے۔“

ایک مرتبہ یہودی کہنے لگے: ”اس شخص کو عورتوں سے شادی کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ اگر یہ نبی ہوتا جیسا کہ اس کا خیال ہے تو نبوت اس کو عورتوں سے روک دیتی۔“ اس وقت یہ آیت اتری: ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً“ (سورۃ الرعد، آیت ۳۸) (تمہارے پہلے ہم

نے رسولؐ بھیجے جن کے ازواج بھی تھے اور اہل و عیال بھی۔

یہودیوں کی شرارتوں میں اوس و خزرج کے بھی کچھ لوگ شریک ہو گئے تھے جو درحقیقت اپنے آبائی دین شرک و تکذیب نبوت پر قائم تھے، لیکن اس لیے کہ اسلام سب پر غالب آچکا تھا، اور تقریباً ان کی ساری قوم مسلمان ہو چکی تھی لہذا وہ قتل سے بچنے کے لیے مسلمان بن گئے تھے، لیکن باطن میں ان کی دلی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ تھیں، اور یوں وہ مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ انہیں لوگوں کو منافق کہا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رسول کریمؐ کے دور میں منافقین کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی۔ انہیں منافقین میں عبد اللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا جو منافقین کا سردار تھا۔ اس کے نفاق کی شہرت اس قدر تھی کہ اس کا شمار ”صحابہ“ میں نہیں کیا گیا۔

عبد اللہ بن ابی مدینہ کے عظیم الشان معزز لوگوں میں سے تھا اور رسولؐ کے مدینہ میں آنے سے پہلے اہل مدینہ نے اس کے لیے پتھر کے ٹکینوں کا ایک ہار بھی اس خیال سے بنایا تھا کہ اس کو تاج کے طور پر اس کے سر پر باندھ دیا جائے اور اس کو بادشاہ بنادیا جائے۔ عبد اللہ خوبصورت بھرپور، تنومند، خوش بیان تھا اور یہی معنی ہیں قرآن کی اس آیت کے ”وَإِذْ رَأَيْنَهُمْ تَعْجَبُكَ أَجْسَامُهُمْ“ (سورۃ المنافقون، آیت ۴) (اگر تم ان کو دیکھو تو ان کے جسم خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔)

ثعلبی نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ آیہ: ”وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۴) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ یہ لوگ (منافقین) جا رہے

تھے کہ رسول کریمؐ کے چند اصحاب مل گئے۔ ابنِ اُبی کہنے لگا تم لوگ دیکھتے جاؤ کس طرح میں ”ان بیوقوفوں“ کو تم سے دور کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ابنِ اُبی آگے بڑھا اور حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: واہ، واہ! کیا بات ہے آپ کی! آپ ہیں سردارِ بنی تیم، بزرگِ اسلام، یارِ غار، رسولِ خدا پر جان و مال قربان کرنے والے۔ پھر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! آپ ہیں سردارِ بنی عدی، دینِ اسلام کے بازوِ قوی، اللہ کے رسولؐ کے لیے جان و مال قربان کرنے والے۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا: مرحبا، مرحبا! رسولِ خدا کے برادر و داماد اور سوائے رسولؐ اللہ کے تمام بنی ہاشم کے بزرگ و سردار۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: اے عبد اللہ کچھ تو اللہ سے ڈر اور نفاق سے کام نہ لو کیونکہ بدترین مخلوق اللہ کی وہ ہے جسے ”منافقین“ کہتے ہیں۔ یہ سن کر عبد اللہ کہنے لگا: چھوڑیے بھی ابوالحسنؓ آپ مجھ سے یہ کہتے ہیں واللہ! جس طرح آپؐ لوگوں کا ایمان ہے، ویسا ہی ہمارا بھی ایمان اور جو حال آپؐ کی تصدیق کا ہے، وہی حال ہماری تصدیق کا ہے۔ جب صحابہ چلے گئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا، دیکھا تم نے میرا رویہ! ان سب نے اس کی تعریف کی۔ پھر مسلمانوں نے جا کر رسول کریمؐ سے اس کی ان باتوں کی اطلاع دی۔ اس پر یہ آیت اُتری ”وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنُوا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۴) (جب یہ لوگ ایمان والوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں، اور جب وہ اپنے شیطانوں سے تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں)۔ آخر تک تمام آیتیں منافقین اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہیں۔

رسول کریمؐ کو مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے بہت تکلیفیں پہنچیں لیکن مکہ کے مقابلہ پر یہ اذیتیں گویا کچھ نہیں تھیں۔ آپؐ مدینہ میں پہلے ہی دن سے انتہائی عزت و حفاظت اور قوت کے ساتھ تھے۔ یہود آپؐ سے خواہ مخواہ بحث و نزاع، مجادلہ و مباحثہ کرتے اور مکارانہ سوالات کرتے اور یہی تکلیف تھی جو وہ زیادہ سے زیادہ آپؐ کو دے سکتے تھے۔

یہودیوں نے رسالتِ آپؐ سے درج ذیل جنگیں لڑیں:

(i) غزوہ بنی قینقاع؛

(ii) غزوہ بنی نضیر؛

(iii) غزوہ خندق؛

(iv) غزوہ بنی قریظہ؛

(v) غزوہ خیبر؛ اور

(vi) غزوہ وادی القرئی۔

جن کے نتیجے میں شکست خوردہ یہودیوں کو جزیرہ نمائے عرب چھوڑنا پڑا، اور وہ در بدر ہوتے رہے، مگر ان کی مکاری، عیاری اور اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔

پٹھان بھی یہودی النسل ہیں

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) اور افغانستان میں پناہ گزین پٹھان بھی یہودی النسل ہیں، جو عرب سے بھاگ کر آئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے: ”افغان خاص پہلے یہودی بادشاہ سال یا سارل کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں اور مستندات کا زور ان کے سامی ماخذ کے حق میں ہے۔ پشاور

سیٹلمنٹ رپورٹ کے باب نمبر ۷۱ اور ڈاکٹر بیلو کی ”ریسر آف افغانستان“ میں ان کی نسل کے سوال پر بحث کی گئی اور حوالے دیئے گئے ہیں۔ مسٹر تھاربرن ان کے یہودی ماخذ کی حمایت میں رقمطراز ہیں: ”خالص ترین خون والے قبائل میں کچھ مخصوص روایات بدستور ہیں: مثلاً جانور کو ذبح کر کے اس کا خون گھر کی دہلیز پر بہانا جیسی عید فصیح کی رسم تاکہ خدائی قہر سے محفوظ رہا جائے، اسی طرح بھینٹ کرنا، توہین رسالت کرنے والوں کو سنگسار کرنا، مخصوص عرصہ بعد زمین کی تقسیم کاری وغیرہ“۔ اور یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ یہودی نسل کی روایت سے انکار کرنے والے بیشتر عالم افغانی لوگوں کے ساتھ کوئی ذاتی قرابت نہیں رکھتے۔ بتایا جاتا ہے کہ خاص پٹھان خود کو انڈین پٹھان (جو خاص ہے) اور غلزی (جو غالباً ترک اور ایرانی نسل کا ملغوبہ ہے) سے ممیز کرنے کے لیے ”بنی افغان“ اور ”بنی اسرائیل“ کہتا ہے۔ ان تینوں کی مشترکہ زبان پشتو واضح طور پر قدیم فارسی نسل ہونے کی وجہ سے آریائی ہے۔

پٹھان قوم کے ماخذ اور تشکیل دونوں کے بارے میں آراء بہت زیادہ متضاد ہیں۔ بہت سوں کا یہ خیال ہے کہ اصلی افغان اور پٹھان کے ماخذ میں کوئی فرق نہیں، تاہم یہ کہنے والے زیادہ تر ہماری سرحد کے افسر ہیں جن کا اصلی افغانوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ تاہم میرے لیے کوئی نظریہ اپنانا ضروری تھا جس کی بنیاد پر میں قبائلی گروہ بندی کرتا۔ میں نے مسٹر بیلو کو رہنما تسلیم کیا ہے۔ پنجاب کی سرحد کے ساتھ فرق میں افغانستان کے افغانوں سے متعلق ان کا علم (اور خصوصاً قوم کی قدیم تاریخ کا) اس مسئلے پر بات کرنے والے

کسی بھی دوسرے مستند شخص کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ ڈاکٹر بیلو کی رائے کے مطابق پٹھان قوم کی تشکیل اور قدیم تاریخ پر ذیل میں بات کی گئی ہے۔ بہر حال افغانوں اور خاص پٹھانوں کا ماخذ چاہے کچھ بھی ہو، لیکن جس قوم پر آج یہ دو نام ہزار دور عایت بالترتیب فارسی اور پشتو میں لاگو ہوتے ہیں، (اور جو مغرب میں ایرانی سلطنت، مشرق میں ہندوستان، شمال میں منگول اور جنوب میں بلوچ کے درمیانی پہاڑی علاقوں پر آباد ہے) اس وقت متعدد مختلف النسل قبائل پر مشتمل ہیں۔ وہ بلا استثنیٰ مسلمان ہیں اور زیادہ تر سنی فرقہ کے کٹر پیروکار ہیں۔ انہیں شیعوں سے نفرت ہے اور انہیں اذیتیں دیتے ہیں، یا جیسا کہ وہ خود کو رافضی (Rafazi) کہتے ہیں۔“

(”پنجاب کی ذاتیں“، ڈیزل ایٹن،

صفحات 135-136)

طالبان

اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں یہی یہودی النسل پٹھان ”طالبان“ کا بظاہر اسلامی روپ دھار کر اسلامی تصورات بالخصوص تصور جہاد پر کاری ضربیں لگانے میں مصروف ہیں، اور ریاست پاکستان، جو نظریہ اسلام پر وجود میں آئی، اس کی سلامتی اور سالمیت کے درپے ہیں۔

یہودیوں کی عالمی دہشت گردی

یہودیوں کی عالمگیر دہشت گردی پر اگر طائرانہ نظر ڈالی جائے، تو ان کی اصلیت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اطہر رضوی (کینیڈا) نے یہودیوں کی دہشت

گردی کا نقشہ اپنی تصنیف ”خدا کے منتخب بندے“ میں یوں کھینچا ہے:

فلسطین میں یہودی دہشت گردی

”فلسطین میں دہشت گردی کے موجودہ غنڈے اور سفاک یہودی تھے جو اسرائیل بنتے ہی یکے بعد دیگرے اسرائیل کے وزیراعظم اور وزیر دفاع بنے۔ برطانیہ کو ”بالفور اعلان“ کے تحت ”پال سے مال چرا کر پیٹر کو دے دینے“ کا کوئی حق یا اختیار نہیں تھا۔ برطانیہ نے اپنے استعماری دور میں اپنی تمام کالونیوں میں ملک کو کانٹ چھانٹ کر اپنی مرضی سے سرحدیں مقرر کر دیں تھیں۔ تاہم یہودی بنیادی طور پر انتہائی احسان فراموش اور ناشکری قوم واقع ہوئی ہے۔ جب برطانیہ نے یہودیوں کی فلسطین میں اندھا دھند نقل مکانی پر پابندی لگانی چاہی تو ان کے دہشت گرد حواریوں نے برطانیہ کو تختہ مشق بنایا۔“ (صفحات ۲۴-۲۵)

”جب برطانیہ کے عرب لیجن (Arab Legion) کے افسر نے یہودی نمائندے سے پوچھا: ”چونکہ نئے ملک میں عربوں اور یہودیوں کی مساوی تقسیم اور عرب فلسطین اور یہودی فلسطین کی قرارداد اقوام متحدہ میں منظور ہو چکی ہے تو آپ کے نظریے کے مطابق سارا اقتدار اور وسائل اگر اسرائیل کو دے دیئے جائیں تو کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ فلسطین میں زبردست شورش اور خانہ جنگی ہوگی؟“

اس نے جواب دیا:

“Oh no. That will be fixed. A few calculated massacres will soon get

rid of them. (“A soldier with the Arabs” — Sir John Glubb)”

(نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ ایک دو باقاعدہ قتل عام کے بعد عربوں سے اسرائیل کو نجات مل جائے گی۔) (سرجان گلب)

اس سلسلے میں پہلا عربوں کا قتل عام دیر یاسین (Deir Yasin) میں ہوا۔ منانم بیگن کے دہشت گرد گروہ نے ۳۵۰ عربوں کا دن دیہاڑے قتل کیا۔ دیر یاسین عربوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ یہ سانحہ بیگن کی قیادت میں اسٹرن گینگ نے کیا تھا۔ یہودیوں کی دہشت گرد جماعتیں جنہوں نے اسرائیل کے قیام سے پہلے برطانیہ اور فلسطین کے عربوں پر مظالم ڈھائے قتل و خون اور غارت گری کی، وہ تھیں:

(i) دی ہاگانا اور پال مج گروپ

(The Hagana and Palmach) جس کا سردار

ڈیوڈ بن گورین تھا، جو اسرائیل بنے پر پہلا وزیر اعظم بنا۔

(ii) دی ارگن زیوی لیومی گروپ

(The Irgun Zvei Leeumi)

اس کا پہلا کمانڈر Vladimir Jabotinsky بنا، اور اس کی

موت پر منانم بیگن (Menachem Begin) کمانڈر بنا۔

اس سے بڑا دہشت گرد، سفاک اور کٹر یہودی اسرائیل کی تاریخ

میں نہیں ملتا ہے، اور دوسروں کی طرح یہ بھی وزیر اعظم بنا اور

اپنے دور میں امریکہ کے صدروں سے اپنے جوتے چوموائے۔

(iii) اسٹرن گینگ (Stern Gang) — یہ ارگن سے ٹوٹ کر دہشت گردی کی جماعت بنی تھی۔ اس کا بانی ابراہام اسٹرن (Abraham Stern) تھا۔ اس کی موت پر اسحاق شامیر (Yithaq Shamir) اس کا لیڈر بنا۔ بعد میں یہ بھی اسرائیل کا ایک سفاک وزیر اعظم بنا۔

اسرائیلی دہشت پسندوں کی مقبولیت ہالی وڈ میں دن بدن فروغ پا رہی تھی۔ اسی زمانے میں ہالی وڈ کے مشہور پروڈیوسر بین ہیکٹ (Ben Hecht) نے فلسطین کے دہشت گردوں کے نام ایک کھلا خط لکھا جو اخباروں میں چھپا:

”امریکہ کے یہودی تمہارے ساتھ ہیں۔ تم سب ہمارے ہیرو ہو، چودہ سو سال یورپ کے ہر ملک نے تمہیں ٹھوکر لگائی۔ اس مرتبہ تم برطانیہ پر ٹھوکر لگاؤ، ہر مرتبہ جو تم بمباری کر کے برطانوی دستے، جیل، ٹرین، بینک کو تباہ کرتے ہو امریکہ کے یہودی اپنے دلوں میں خوشی کی تعطیل مناتے ہیں۔“

اسرائیل کے قیام سے پہلے یہودی دہشت پسندوں نے فلسطین میں جو دہشت گردی کی مثالیں چھوڑیں، لوٹ مار، خون ریزی، بمباری، ڈاکے اور شہریوں کو ہراساں کر کے ان کو ملک بدر کرنا، ان کی تفصیل طویل ہے۔ مختصر یہ کہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۸ء تک بیت المقدس، حیفہ، تل ابیب اور جران میں بے تحاشہ دہشت گردی کی گئی۔ چند اہم واقعات یہ ہیں۔

فلسطین کی سرکاری عمارتوں، ریڈیو اسٹیشنوں، محکمہ ٹیکس کے دفاتر، پولیس کے دفاتر، محکمہ ہجرت کا دفتر، برطانوی ہائی کمشنر کے دفتر پر درجنوں مرتبہ بمباری کی گئی، برطانوی پولیس کے افسروں کو فلسطین کے ہر بڑے شہر میں قتل کیا گیا، کبھی کبھی ان کی لاشیں درختوں پر لٹکائی گئیں۔ بیت المقدس میں بے شمار مرتبہ دوکانیں لوٹی گئیں۔ پولیس پر سنگ باری کی گئی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۴۶ء میں حکومتِ برطانیہ کے تراسی (۸۳) سرکاری ملازموں کو کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں بم کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ بے شمار مرتبہ ٹرینوں کو روک کر مسافروں کو لوٹا گیا۔ ہر بڑے شہر میں بینکوں پر ڈاکے ڈالے گئے۔ ۶ نومبر ۱۹۴۴ء کو برطانیہ کے وزیرِ حکومت (Minister of State) لارڈ مائن (Lord Moyan) کو اسٹرن گینگ کے گروہ نے قاہرہ میں قتل کیا۔ اسی سال ریل گاڑی کو پٹری سے اتروا کر سرکاری خزانے کو لوٹا گیا۔ مختلف ہوائی اڈوں کو جلا کر پروازوں کو منقطع کیا گیا۔

۹ اپریل ۱۹۴۸ء دیر یاسین کے چھوٹے سے گاؤں میں جہاں ۴۰۰ عرب رہتے تھے اس سفاکی کے ساتھ قتل عام کیا گیا کہ ان کی نظیر صبر اور شتابا کے قتل عام تک نہیں ملتی۔ ۴۰۰ کی آبادی میں تین سو پچاس مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ لڑکیوں کے قتل سے پہلے ماں باپ کے سامنے آبروریزی کی گئی۔ یہ قتل عام ارگن اور ہاگانا گروہوں نے مل کر کیا تھا، لیکن حملے کا سردار بیگن تھا۔

(Jewish News Letter — Wm,
Zukerman, - New York) Palestine
Triangle - Jacques de Rey Wier
Head of Red Cross Delegation in
Palestine)

اس کے علاوہ دہشت گردوں نے انگلستان اور سارے یورپ
کے اخباروں کو دھمکی کے خطوط بھیجے جس کا خلاصہ تھا: ”یہودیوں کو فلسطین
بلا رکاوٹ آنے دو، یا پھر خمیا زہ بھگتو۔“

بہت سے اخباروں اور شخصیتوں کو لفافوں میں سر بستہ بم بھیجے
گئے، جن میں ارنسٹ بیون (Ernest Bevin) اور انتھونی ایڈن
(Anthony Edin) شامل ہیں۔

یہودی سربراہوں کا منصوبہ جس کا انہوں نے بہ بانگِ دہل
اعلان کیا تھا وہ یہ تھا کہ ۱۹۴۸ء سے پہلے یعنی اسرائیل کے قیام سے قبل
فلسطین میں زیادہ سے زیادہ یہودی منتقل ہو جائیں تاکہ اسرائیل کے
استقرار پر نئے ملک میں یہودیوں کی اکثریت ہو، اور اسرائیل کے مکمل طور
پر یہودی، صیہونی ملک ہونے اور کہلانے میں آسانی ہو۔ انگریزوں نے
ان کی بلا رکاوٹ یورپ کے ہر کونے سے ہجرت کو روکنے کی کوشش کی،
لیکن ان کی کوشش قطعی ناکام ثابت ہوئی۔ انگریزوں نے ہندوستان میں
ڈیڑھ سو سال سے زیادہ حکومت کی، ان کو ڈیڑھ دو سو سال میں ہندوستانیوں
نے اتنا پریشان، تنگ اور ہراساں نہیں کیا جتنا یہودیوں نے فلسطین کے

اندر فلسطین سے باہر اسرائیل کے قیام سے پہلے ۸ سے ۱۰ سال کے عرصے میں ان کا حشر کیا۔

انگریز جو دوطرفہ کھیل کھیلنے میں استاد ہے، وہ ایک غیر متوقع منحنے میں پھنس گیا۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۹ء تک فلسطین کے عربوں نے یہودیوں کی یلغار پر ہر ممکنہ احتجاج کیا، مزاحمت کی، بلوے کیے، جلوس نکالے۔ انگریزوں نے ایک طرف تو یہودیوں کی ہجرت پر پابندی لگانے کی کوشش کی، ساتھ ہی ایک لاکھ عربوں کو جیل میں ڈالا، اور پچاس ہزار عربوں کو موت کا سامنا کرنا پڑا۔

("The Realities of
Terrorism — Sami
Hadav)

ہن برام (Hain Bram) نے اپنی کتاب
"Israel and Palestine" میں لکھا ہے:

”جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد جب فلسطین کے یہودیوں کو
Holocaust (قتلِ عام) کی خبریں پہنچیں تو ان کے
لیڈروں نے یہودیوں سے کہا کہ ”یہ تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ تم
اپنے بھائیوں کے خونِ ناحق کا بدلہ دوسری قوموں کے خون سے
لو اور اب تم جس طرح بھی عربوں پر ظلم و ستم کرو وہ جائز و
مناسب ہوگا.....“

اپریل ۱۹۱۸ء میں دیر یاسین کے سانحہ کے بعد دوسرے مہینے

الدوایا کے گاؤں میں ۱۰۰ عرب مرد عورتوں اور بچوں کو یہودیوں نے لائحیوں سے مار کر شہید کیا۔

اقوام متحدہ میں ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو فلسطین کی دو حصوں، دو ملکوں، دو جغرافیائی علاقوں میں تقسیم کی قرارداد پاس ہوئی۔ اس کے تحت ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کے دن فلسطین کا ۵۶ فیصد علاقہ یہودیوں کے قبضہ میں ہوگا، ۴۳ فیصد عربوں کو ملے گا اور ایک فیصد اقوام متحدہ کے عملے اور دفاتر کے لیے مختص کیا جائے گا، جو بیت المقدس شہر میں ہوگا۔ یہودیوں کی چالاکی اور مکاری پر ان کے دوست و دشمن سب قائل ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک دن پہلے اپنی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ ”فلسطین کمیشن“ سے نئی حکومت بنانے کا حق اور اجازت دستاویزی طور پر لیتے انہوں نے ۱۴ مئی کو ملک اسرائیل کے کرۂ ارض پر نمودار ہونے کا اعلان کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ ۵۶ فیصد کے بجائے ۱۴ مئی کو انہوں نے ۷۰ فیصد فلسطین پر قبضہ کر لیا جس میں بیت المقدس شہر کا مغربی حصہ بھی شامل تھا۔ اسرائیل کے قیام سے یہودیوں کی دہشت گردی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو کاؤنٹ فوک برناڈاٹ (Count Folke Bernadotte) اور اس کے ساتھی کرنل سیرو (Col. Serot) کو جو اقوام متحدہ کے فلسطین (یا اسرائیل میں) نمائندے تھے، ایک ساتھ قتل کر دیا گیا۔ قتل کی وجہ صرف یہ تھی کہ برناڈاٹ نے فلسطین کے غیر منصفانہ تقسیم پر ایک رپورٹ بھجوا دی تھی۔

”Jewish News Letter“ کے ایڈیٹر ولیم زکرمن

(William Zukermann) نے برناڈاٹ اور سیرو کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ”یہودیوں کے اقوام متحدہ کے نامزد نمائندوں کے حق وکالت کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کو جس طرح گولی کا نشانہ بنایا ان سے ان کی اخلاقی سطح اور اقدار کے گر جانے کا شرمناک ثبوت ملتا ہے۔“

۱۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ میں قرارداد نمبر ۱۹ (۳) پاس ہوئی جس کے تحت تمام مہاجرین جن کو جبراً فلسطین سے باہر نکالا گیا اور ان کی جائیدادوں کو ضبط کیا گیا ان سب کو اپنے گھر واپس آنے کی دعوت دی گئی۔ اس قرارداد پر آج تک کوئی عمل نہ ہوا ہے۔ اسرائیلیوں کے ملک بننے سے پہلے کی دہشت گردی اور ظلم و تشدد کی داستان اور دوسرے دور یعنی ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۶ء تک کی تاریخ میں اگر کوئی فرق ہے تو یہ کہ پہلا دور دہشت گرد، غنڈے، ٹھگ، مجرموں کا تھا، جو یہودی اور صیہونی تھے۔ دوسرے دور میں ان کے جرائم ہزار گنا زیادہ سنگین تھے اور یہ جرائم سرکاری سطح پر اسرائیلیوں نے کیے تھے، اور یہ ناقابلِ تلافی، ناقابلِ فراموش سفاکیاں اسرائیلی فوج نے کی تھیں۔ ہر واقعے، حادثے اور سانحے کو قلم بند کرنا غالباً ضروری نہیں ہے۔ محض چند واقعات کی تفصیل سے ان کے جرائم کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اکتوبر ۱۹۴۸ء — اقریت (Ikret) گاؤں کے سب عیسائی ساکنان کو ”تحفظ“ کے طور پر ان کے گاؤں سے نکال دیا گیا، اس وعدے کے ساتھ کہ وہ پندرہ دن کے اندر واپس کر دیئے جائیں گے۔ پندرہ دن پندرہ سال ہو گئے، اور پھر اس چھوٹے سے گاؤں کا نام و نشان بھی باقی نہ

رہا۔ عیسائیوں نے عدالت میں انصاف کی درخواست بھیجی۔ عدالت نے اسرائیلی فوج کو حکم دیا کہ وہ عیسائیوں کی واپسی کے اجازت نامے انہیں مہیا کرے۔ فوجیوں نے عدالت کے حکم کا یوں جواب دیا کہ گاؤں کا ہر گھر آگ لگا کر جلا دیا گیا، حتیٰ کہ ان کا چھوٹا سا گرجا بھی ان کی تاراجی سے نہ بچا۔

دسمبر ۱۹۴۸ء — عرب آبادی کا شہر قلقلیا فلسطین کا زرخیز ترین علاقہ تھا۔ اسرائیلیوں نے بغیر کسی مشورے اور اجازت کے اسرائیل کی سرحد کی لکیر اس طرح بدل دی کہ قلقلیا کا شہر اسرائیل کی مملکت میں آ گیا۔ اس طرح نارنگیوں اور سنگتروں اور تمام تر کاریوں کا یہ مرکز عربوں کے ہاتھوں سے نکل کر یہودیوں کے پاس چلا گیا۔ جن عربوں کو فلسطین سے نکال دیا گیا تھا، ان میں سے بہت سے افراد نے چھپ چھپا کر اپنے گھر واپس آنے کی کوشش کی۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق اوسطاً ۵۷ سے ۷۷ عربوں کو جو سرحد پار کر کے واپس آنا چاہتے تھے، ہر ہفتے گولی سے مارا جاتا تھا۔

۱۹۵۲ء میں ۳۹۴ عرب قتل ہوئے، ۲۲۷ زخمی ہوئے اور ۲۵۹۰ کو گرفتار کیا گیا۔ اسرائیلی شاعر نیٹھن آلٹرمین (Nathan Altermann) نے لیبر پارٹی کے مجلے ”داور“ (Davar) میں لکھا: ”پیچھے کے دروازے سے چھپ کر داخل ہونے اور جعلی پاسپورٹ بنانے میں یہودی استاد ہوا کرتے تھے۔ اب ان ہی یہودیوں نے نئی اخلاقیات کے اصول ایجاد کیے ہیں۔“

۱۶ اور ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء — عیسائی قصبہ ”کفر بیرم“ کا حشر اقریت کی طرح ہوا۔ فوج نے واپس ہونے کا وعدہ کر کے انہیں قصبے سے نکالا، لیکن باقاعدہ انتظام کے ساتھ اسے مسمار و منہدم کیا گیا۔

۱۱، ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۳ء — قیصا، شیکبا اور بدریس نامی قصبوں کو (جو ویسٹ بنک میں واقع تھے) نیست و نابود کیا گیا، اور ۷۵ افراد کو قتل کیا گیا۔
 ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۵۴ء — ہنالی کا گاؤں جلایا گیا اور ۱۴ افراد کو قتل کیا گیا۔
 ستمبر ۱۹۵۴ء — غازہ پر حملہ کر کے ۳۸ عربوں کو ہلاک کیا گیا۔
 ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء — خان یونس اور بنی سبیلہ کے شہروں پر حملہ کیا گیا۔
 ۴۶ افراد ہلاک ہوئے اور ۵۰ زخمی ہوئے۔

نومبر ۱۹۵۴ء — امریکہ اور چند عرب حکومتوں کے درمیان معاشیاتی اور ثقافتی معاہدے ہونے والے تھے۔ یہودیوں نے یہ سوچ کر کہ ایسا نہ ہو کہ امریکہ اور عرب ممالک میں دوستی بڑھ جائے، ان منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے دواسرائیلی ایجنٹوں کے ذریعہ قاہرہ میں امریکی لائبریری میں بموں کے ذریعہ آگ لگا دی۔

طریقہ یہ استعمال کیا گیا کہ لائبریری کی کتابوں کے بیچ میں Delayed Action ”عمل بعد توقف“ کے انتظام کے ساتھ بم رکھے گئے۔ دونوں یہودی پکڑے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پیرس میں مقیم اپنے افسر کے حکم پر کارروائی کر رہے تھے، اور پیرس کے جاسوسی اور دہشت گردی کے اڈے کو مویشے دایان اور پیرس (Peres) نے ہدایات دی تھیں۔

۳، ۲ نومبر ۱۹۵۵ء — سینا میں صہبا کی چوکی پر اسرائیلی فوج نے حملہ کیا اور ۵۰ افراد کو ہلاک کیا، ۴۰ لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔

۱۲، ۱۱ دسمبر ۱۹۵۵ء — کوالطیبہ اور الکمرسی (شام) پر اسرائیلی فوج نے دو دن مسلسل حملے کیے اور پچاس سے زیادہ افراد کو قتل کیا۔ اقوام متحدہ میں حسب

معمول ایک قرارداد کے ذریعہ اسرائیل کے جارحانہ حملے کی مذمت کی گئی۔
 ۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء — ویسٹ بنک کے ۳ گاؤں آفرن، بنی الیاس اور
 خان صوفن پر فوج نے حملہ کیا، ۲۸ لوگ شہید ہوئے اور گھروں کو جلا دیا گیا۔
 ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء — ”کفر قاسم“ کا قتل عام۔ گاؤں والے شام میں اپنے
 کاموں سے واپس آرہے تھے کہ یکا یک اسرائیلی فوج نے مشین گن کے
 ذریعہ ان پر گولیاں چلائی شروع کیں۔ ۵۱ افراد ہلاک ہوئے جن میں ۱۲ عورتیں
 اور ۱۰ لڑکے شامل تھے۔ سب سے کمسن لڑکے کی عمر صرف ۷ سال کی تھی۔

توفیق ایوبی نے، جو عرب اسرائیلی شہری ہے اس ہولناک حادثے
 کی خود تفتیش کی۔ سامر بدر نامی فلسطینی لڑکے نے، جو گولیاں چلنے پر زمین پر
 گر کر لیٹا رہا اور یہودی یہ سمجھے کہ وہ بھی مر چکا ہے اس طرح اس کو چھوڑ دیا،
 توفیق ایوبی کو بتایا کہ جب سارے عرب زمین پر گر پڑے تو کمانڈو کے افسر
 نے کہا: ”بس کرو یہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ ان پر اب مزید گولیوں کو ضائع کرنا
 مناسب نہیں ہے۔“ شہید ہونے والی عورتوں میں فاطمہ اسار سور ۸ ماہ کی
 حاملہ تھی۔ دو لڑکیاں لطیفہ اور رشیکا ۱۳ برس کی تھیں۔ اسرائیلی اخبار ہیرٹز
 (Haaretz) نے ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء میں خبر چھاپی کہ وہ گیارہ افسر جنہوں
 نے کفر قاسم کے قتل عام میں حصہ لیا تھا ان کی تنخواہوں میں ۵۰ فیصد اضافہ کر
 دیا گیا، اور انہیں با تنخواہ مزید تعطیلات دی گئیں۔

عدالت میں جب ان پر مقدمہ چلایا گیا تو دکھاوے کے طور پر
 ۷ سال کی سزا ۱۰ فوجیوں کو دی گئی، اور فوجی دستے کے حاکم پر ۲ سینٹ
 (2 Cents) کے برابر جرمانہ کیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد جب مطلع صاف

ہو گیا، سارے مجرموں کو ہار کر دیا گیا۔

Jewish News Letter کے ایڈیٹر نے ۳ نومبر ۱۹۵۸ء کو

اپنے ادارے میں لکھا:

”اسرائیلی حکومت کی اسرائیلی عربوں کو ذلیل و خوار کرنے کی پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ وہ تیسرے درجے کے شہری ہیں اور فوج کو یہ ہدایات دی گئیں کہ عرب قوم صرف تمہاری دشمن ہو سکتی ہے، دوست نہیں۔ ان کو غدار سمجھو اور غدار کی جو سزا ہوتی ہے، وہ انہیں دو۔ جب تک بین گورین اسرائیل میں ملٹری حکومت کا خاتمہ نہیں کرے گا اسرائیل میں نازی سطح کے قتل عام ہوتے رہیں گے۔“

۲۷ اپریل کو جافہ کے اطراف کے قصابات سے ۵۰۰۰ (پانچ ہزار) عربوں کو نکال باہر کیا گیا۔ اسی دن بیت المقدس اور اس کے قرب و جوار سے ۳۰ ہزار عربوں کو شہر بدر کیا گیا۔ ۲۸ اپریل کو نصرت (Galilee) کے سارے جوان مرد عرب شہریوں کو نکال دیا گیا۔ ۳، ۴، ۵ مئی کو یہودیوں کے فوجی دستوں نے پھر گیلیلی پر حملہ کر کے اسے باقی ماندہ عربوں سے صاف کر دیا۔ ۷ مئی کو انہوں نے صفد (Safad) پر حملہ کیا، اور ۲۵ ہزار شہریوں کو مار بھگایا۔ ۱۱ مئی کو یہودی فوج نے جافہ پر قبضہ کیا۔ بعد میں اسے تل ابیب کا ایک حصہ بنا دیا گیا۔ ساتھ ہی بی سین (Beisan) پر قبضہ کیا اور جافہ سے سات ہزار اور بی سین سے ۱۵ ہزار عربوں کو نکالا گیا۔

۱۲، ۱۳ مئی کو فلسطین کے جنوب میں حملہ کیا گیا اور ۲۵ ہزار شہریوں کو اسرائیل سے باہر کر دیا۔

۱۴ مئی کو یہودی فوج نے بن عمی (Ben Ami) کی مہم شروع کی اور اقرے (Acre) سے ۳۰ ہزار شہریوں کو باہر نکالا۔

اسی دن بیت المقدس کے مختلف محلوں سے ۱۵ ہزار عرب نکالے گئے۔ ان حملوں اور ”فتوحات“ اور مقبوضات کو صیہونی اور ان کے مرید جنگ آزادی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر عربوں کو جو فلسطین کا حصہ ملنا تھا اس کے بڑے حصے پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا، اور باقی مصر اور اردن کی نگرانی میں آ گیا۔ بیت المقدس کو بین الاقوامی درجہ نہیں دیا گیا، اور یہودیوں کے ساتھ جو دو ہزار سال عیسائیوں نے بے انصافی کی تھی، اور انہیں ذلیل و حقیر کیا تھا، اس کا بدلہ انہوں نے معصوم و مظلوم عربوں سے لیا۔ ۱۹۴۹ء میں بین گورین نے کہا کہ اگر ۱۹۴۸ء میں مویشے دایان (Moshe Dayan) کمانڈر ان چیف ہوتا تو اسرائیل بننے وقت تک اسرائیل اور بھی بڑا اور عظیم ہوتا۔ تمام اعداد و شمار سامی ہداوی کی کتاب:

”The Realities of Terrorism and Retaliation“ سے حاصل کیے گئے ہیں۔ سامی ہداوی سے زیادہ معتبر مؤرخ فلسطین میں اور کوئی نہیں ہے۔

یہودی درندوں کی مذکورہ بالا جرائم سے نہ صرف فلسطینی عربوں کی ہزاروں کی تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں، گھر جلائے گئے، مکانوں کو لوٹا گیا، لاکھوں زخمی ہوئے، بلکہ اس کے پس منظر میں یہودیوں کا جو مقصد تھا وہ بھی

ساتھ ساتھ پورا ہوتا گیا اور وہ یہ تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے زیادہ سے زیادہ عربوں کو اسرائیل سے نکال پھینکا جائے۔“ (صفحات ۲۶-۳۵)

”اسرائیل کو دراصل اس بات سے طمانیت ہوتی ہے کہ فلسطینی ان کو ادھر ادھر ستائیں اس لیے کہ پھر یہودیوں کو ایک کے جواب میں ۱۰۰ کو ختم کرنے، مکان کو آگ لگانے، مکانوں پر قبضہ کرنے اور ان کو ملک سے باہر نکال پھینکنے کا موقعہ ملتا ہے۔ فلسطینیوں کی حیثیت اور حالات کے مطابق جدوجہد کے باوجود ان کے علاقوں میں ہزاروں یہودی غاصبوں کے گھر بن چکے ہیں۔ اگر وہ خاموش اور غیر متحرک رہتے تو اب تک سارا ویسٹ بینک اور غازہ Settlers کی نوآبادیوں سے بھر جاتا۔ عیسائی اور وہ عیسائی جو صیہونی ذہنیت (Zionist Mentality) کے حامل ہیں یہودیوں کی سفاکی کو فلسطینیوں کی غیر موثر لیکن ناگزیر اور جائز جدوجہد کے برابر گردانتے یا Equate کرتے ہیں، میرے نزدیک یہ بے انصافی اور ریاکاری کی بدترین مثال ہے۔“ (صفحات ۳۶-۴۷)

مصر میں یہودی دہشت گردی

”مصری جو یہودی کے ہاتھوں پٹے پٹے شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو چکے تھے اس مقابلے کو اپنی تاریخ کا سنہری لمحہ کہتے ہیں۔ شام نے دوسرے دن اسرائیل پر حملہ کیا اور گولان کے کوہِ ہرمن پر قبضہ کر لیا۔ مصری فوجیوں اور یہودیوں کے درمیان اس جنگ کو جنگِ عظیم کے بعد کی سنگین ترین جنگ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن مصریوں کی یہ ناقابلِ فراموش فتح عارضی

ثابت ہوئی، اور امریکہ نے اپنے محبوب ملک کو تازہ ترین اسلحہ بھجوائے، اور اسرائیلیوں نے مصر کی تیسری فوج (Third Army) کو نہر سوئز اور سینا کے بیچ میں پھانس (Trap) لیا۔“ (صفحہ ۴۷)

لبنان میں یہودی دہشت گردی

”لبنان میں اسرائیل کے مظالم کی داستان اتنی سنگین ہے کہ یہودی صحافی جیکبو ٹیمرمن (Jacobo Timermann) نے اپنی کتاب “The Longest War — Israel in Lebanon” میں لکھا: ”جب لوگ اسرائیل کو نازی حکومت سے ملاتے ہیں تو وہ دراصل جنرل شیرون (Gen. Sharon) کو عزت بخشتے ہیں۔“

مطلب یہ کہ شیرون اور اس کی فوج نے جو لبنان میں مظالم کیے ہیں وہ نازیوں کے مظالم سے کہیں زیادہ سخت، سنگین اور شرمناک ہیں۔ جب بیگن نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کیے تو اس کے پس منظر میں لبنان بھی تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ لبنان ایک ایسا عیسائی علاقہ بن جائے جس پر صد فی صد اسرائیل کا سکہ چلے اور یہ صیہونیوں کا اصل مقصد تھا کہ وہ آہستہ آہستہ پورے مشرق وسطیٰ کو اپنے قبضے میں لے آئیں جس کی اطلاع جنرل پیٹرک ہاروی (Gen. Patric Haruey) نے صدر روز ویلٹ کو ۱۹۸۳ء میں دی تھی۔ اب مصر کی طرف سے اسرائیل کو کوئی فکر نہیں تھی۔ شام، لبنان اور اردن میں اسرائیل سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ لبنان میں پی ایل او کے رضا کار ایک بڑی تعداد میں

تھے، جو اسرائیل کے دل میں ایک کانٹے کی طرح چبھے ہوئے تھے، اور پھر اسرائیل کمانڈر ان چیف ایٹان (Rafeal Aitan) نے لبنان پر حملہ کی ایک نئے زاویے سے وضاحت کی تھی:

“Once I have built a weapon worth billions of dollars I must use it.....”

(ایک مرتبہ جب میں نے ایک جنگ کا ہتھیار تیار کر لیا جس پر بلین ڈالر کا خرچ آیا ہے، میرے لیے ضروری ہے کہ اسے استعمال کروں)۔ (صفحات ۴۹-۵۰)

بیروت میں یہودی دہشت گردی

”بیروت، سیدان، تریپولی، بیکا میں امریکہ کے فراہم کیے ہوئے کلکسٹر بم، فاسفورس اور نیپام بم اور سمارٹ بم بچوں پر پھینکے گئے۔ سڑکوں پر چلتی ہوئی عورتوں پر Toxic گیس چھوڑی گئی اور پھر میں نہیں سمجھتا کہ نازی بھی کبھی اس سطح پر گرے ہوں۔ بچوں کے کھلونوں میں بم چھپا کر اوپر سے انہیں پھینکا گیا۔ ہزاروں بچے جلے۔ انہیں جب ہسپتال میں لایا گیا تو ہسپتال میں خون کی سپلائی بند کر دی گئی۔

بیروت کی تباہی صرف ہوا سے نہیں ہوئی، بلکہ سمندر سے شیل پھینکے گئے، اور زمین سے وحشیانہ بمباری کی گئی۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق ۱۸۷۰۰ افراد جاں بحق ہوئے، لیکن روس کی تاس ایجنسی کے اندازے کے مطابق کم از کم ۳۰ ہزار مرد، عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے، اور ۳۰ ہزار سے زیادہ زخمی، لنگڑے، لو لے ہو گئے، یا ان کے سارے جسم جل گئے۔ اس پورے بربریت کے عرصے میں ریگن امریکہ کا صدر تھا

جس نے بیگن اور شیرون کے اسرائیل کے ”تحفظ“ کے مقصد سے لبنان پر حملے کو جائز قرار دیا تھا۔“ (صفحہ ۵۴)

یہودیوں کے طریقہ ہائے واردات

یہودیوں کے طریقہ ہائے واردات پر روشنی ڈالتے ہوئے، اظہر رضوی ”خدا کے منتخب بندے“ میں لکھتے ہیں:

”یہودیوں کی ذہانت اور فراست، دانشمندی اور ذکاوت (فریب اور مکاری) کو ہر حال میں ماننا پڑتا ہے۔ انہوں نے ہر ایسے وسیلے اور ذریعہ پر جس کا انسان کو روزمرہ زندگی میں سابقہ پڑتا ہے قبضہ کر رکھا ہے۔ مثلاً آج کی دنیا میں کسی انسان کی سوچ کو (جس کے دماغ کی تختی پر کچھ نہ لکھا ہو) تربیت دینے، موڑنے، توڑنے اور مضبوط بنانے کے لیے سب سے موثر ہتھیار میڈیا ہے۔ نوشتہ اور مطبوعہ میڈیا یا نشری میڈیا یعنی اخبارات، رسالے، اشتہارات، ریڈیو، ٹی وی، دستاویزی فلمیں اور ہالی وڈ۔

یہودیوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ امریکہ کے سارے میڈیا کو یا تو خرید لیا یا زرخیز غلام بنالیا، اس طرح کہ اگر تم ہمارے مفاد اور ہمارے نقطہ نظر کو نہ پھیلاؤ گے تو تمہیں سارے اشتہارات کی آمدنی کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ امریکہ میں ہر ممکنہ کام کی بنیاد اور ہر کام کا مقصد ڈالر کا حصول ہے۔ ٹی وی کے کامیاب اور مقبول پروگراموں میں ۳۰ سیکنڈ کے اشتہار (Commercial) پانچ لاکھ ڈالر تک بکتے ہیں۔ میڈیا کے بعد بینکنگ (Banking)، تعمیرات (Building Industry)، ہوٹل، ضروریات زندگی کے اسٹور، اشاک مارکیٹ، کپڑے بنانے کے

کارخانے اور پھر سب اہم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہودی اپنی آبادی کے حوالے سے انتہائی غیر مناسب تعداد میں موجود ہیں۔ ڈاکٹروں اور وکیلوں میں نسلی اوسط (On Ethnic Basis) کے لحاظ سے یہودیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔“ (صفحات ۸۴-۸۵)

”ہالی وڈ سے بڑا اور زیادہ موثر ”تصور ساز“ (Image Maker) دنیا میں کہیں اور نہیں ہے، اور ہالی وڈ کے ہر شعبے میں ہر سطح اور ہر منزل پر یہودیوں کا جس طرح قبضہ ہے، عام لوگوں کے لیے اس کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس طرح جب ایک عام امریکی روٹی، کپڑا، مکان، تفریح، مطالعہ، سفر، سیاحت، حکومت یا مذہب کے متعلق سوچتا ہے تو اس کے ذہن کے دروازے پر ایک یہودی چوکیدار کھڑا ملتا ہے جو اسے راستہ بتاتا ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے اور موثر تین ٹی وی اسٹیشن ہیں — اے بی سی (ABC)، این بی سی (NBC) اور سی بی سی (CBC) اور پھر ان کے سینکڑوں ضمنی لوکل اسٹیشن ہیں جو ان سے پروگرام خریدتے ہیں۔ بغیر اشتہار کے کوئی اسٹیشن نہیں چل سکتا۔ تینوں بڑے اسٹیشنوں پر اسرائیل کی خبر کو انتہائی احتیاط سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اگر خبر اس نوعیت کی ہو کہ اس سے اسرائیل کی ”نیک نامی“ پر اثر پڑے تو اس کو حذف کر دیا جاتا ہے، یا پھر اسرائیل کے دفاع میں لفظ Retaliation ضرور استعمال ہوتا ہے۔“ (صفحہ ۸۵)

”امریکہ سے روزانہ ۱۷۰۰ اخبار چھپتے ہیں۔ ان کی مشترکہ اشاعت ۶۵ ملین سے زیادہ کی ہوتی ہے۔ امریکہ کی خبروں اور ایکشن (Action) کا محور نیویارک ہے۔ مشہور اخباروں — نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن

پوسٹ، کے مالک یہودی ہیں۔ ٹی وی میں انتہائی طاقتور یہودی شخصیتیں، باربرا والٹرز (Barbara Walters)، مانک والیس (Mike Wallace)، جارج ول (George Will)، لیزلی اسٹال (Leslie Stahl)، ٹیڈ کوپل (Ted Koppel)، مارون کال (Marvin Kalb)، اور پتہ نہیں کتنے اور ہیں جو اپنے عیسائی ناموں کے پیچھے بیٹھے ہیں۔ صحافیوں میں جارج ول (George Will)، (جو تین یا ہو کا دوست ہے) ولیم سفائر (William Saphire)، انتھونی لوئس (Antony Lewis)، سیمور ہرش (Seymour Hersh)، رابرٹ پیر پوائنٹ (Robert Pierpoint)، سیموئل ہنٹنگٹن (Samuel Huntington) ہیں جو اپنے روزانہ کے کاموں سے امریکی دماغوں کو ”مناسب نقطہ خیال“ سے آراستہ کرتے ہیں۔ کینیڈا اور برطانیہ کی صحافت میں یہودیوں کا بڑا اثر و رسوخ ہے۔ بی بی سی بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین اسٹورٹ ینگ (Stuart Young) ایک یہودی تھا۔ فلیٹ اسٹریٹ یہودی دانشوروں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ اکانومسٹ (Economist) اور گارڈین (Guardian) میں یہودی صحافی ایڈیٹوریل لکھتے ہیں۔“ (صفحہ ۸۶)

”ٹورانٹو میں یہودیوں کا سب سے متعصب اخبار Sun ہے جس کا مالک اور ۷۵ فیصد اسٹاف یہودی ہے۔ کینیڈا کے اخباروں میں مسلمان، عربوں، اسلام اور بنیاد پرستی Fundamentalism اور ان کی برائیوں پر خبریں

بڑی کثرت سے چھپتی ہیں۔ لیکن اسرائیل کی نکتہ چینی کی خبر یا ادارے یا محض خبر کی سرخی پر چند گھنٹوں کے اندر یہودیوں کے احتجاجی خطوط سے اخباروں کے دفاتر بھر جاتے ہیں۔ تاہم امریکہ کے مقابلے میں کینیڈا، یہودیوں کی لابی اور ان کے دباؤ سے نسبتاً محفوظ ہے۔“ (صفحات ۸۶-۸۷)

”میڈیا کے بعد امریکی زندگی میں جو انتہائی مؤثر اور طاقتور ادارہ ہے وہ ہالی وڈ ہے۔ ہالی وڈ میں یہودیوں کا ایسا قبضہ ہے جیسے کسی انگوٹھی میں نگینہ بیٹھا ہو۔ ہر پروڈیوسر، ہر اسٹوڈیو، ہر ڈائریکٹر، ہر ایکٹر اور کہانی لکھنے والے کو یہودیوں کی خوشنودی کو ترازو میں تول کر اپنے پردجیکٹ کا آغاز کرنا پڑتا ہے۔ ان کا اثر اتنا شدید اور غضبناک ہے کہ ان کے خلاف ایک لفظ بولتے ہوئے لوگ تھر تھراتے ہیں۔ مارلن براؤن نے (جس کو ہالی وڈ کا عظیم ترین ایکٹر اور آزاد منش شخصیت تصور کیا جاتا ہے) گزشتہ سال لیری کنگ Larry King کے روزانہ انٹرویو کے پروگرام میں دوران گفتگو کہہ دیا:

”ہالی وڈ پر یہودی چھائے ہوئے ہیں۔“ دوسرے دن یہودیوں نے اس کی خبر لینی شروع کی۔ اس کے سارے آزاد خیال اور انسان دوستی کے اعلیٰ خیالات رفو چکر ہو گئے۔ جیسے ہی یہودیوں نے اعلان کیا کہ اب برانڈو کو ہالی وڈ میں کوئی کام نہیں ملے گا، برانڈو صاحب روتے ہوئے (بلا مبالغہ) لاس اینجلس کے ربائی (Rabbi) کے پاس گئے اور ساری یہودی قوم سے اپنے ناقابل قبول برتاؤ کی معافی مانگی۔ باب ہوپ (Bob Hope) کو چھوڑ کر ہالی وڈ کے سارے کامیڈین یہودی ہیں۔ چارلی چپلن، پیٹر سیلرز، جارج برنس، جیک بنی، ڈینی کے، ملٹن برل، والٹر میتھاؤ، جیری لوکس،

الین کنگ، وڈی الین، ڈیو لیٹر مین، ریڈ ٹنٹس، گرا وچومار مارکس، جیری سافیلڈ، بلی کرٹل، مائیکل رچرڈز وغیرہ وغیرہ۔ (صفحہ ۸۷)

”امریکہ کے ٹی وی پر یا پرنٹ میڈیا یعنی صحافت میں یا کسی کالم، مضمون، مقالے، ادارے یا کتاب میں آپ دنیا کے ہر خیال، ہر تصور، ہر شخصیت، ہر نظام، ہر مذہب، ہر حکومت، ہر حکمران، ہر صدر، ہر بادشاہ یا ملکہ، ہر پوپ، ہر پارٹی، ہر جماعت، ہر فرقہ، ہر ذی روح جو اس دنیا میں سانس لیتا ہے، اس پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں، مذاق اڑا سکتے ہیں، اس کو ذلیل کر سکتے ہیں، اس کے اخباروں میں کارٹون بنا سکتے ہیں، اُس کے خلاف فلمیں بنا کر انہیں بدنام کر سکتے ہیں۔ یہ سب آزادی خیال اور آزادی اظہار (Freedom of Thought and Freedom of Expression) کے تحت جائز ہے اس لیے کہ یہ آزادیاں امریکی منشور کا ایک اہم حصہ ہیں۔ لیکن اگر آپ نے کسی محفل، مجلس، میننگ، مذاکرے کے دوران، آفس میں یا ریڈیو پر اخبار میں یا ٹی وی پر اسرائیل یا یہودیوں کو برا کہہ دیا تو خدا آپ کی مدد کرے۔“ (صفحات ۸۷-۸۸)

عالمی یہودی تنظیمیں

مفتی ابولبابہ شاہ منصور (دیوبندی) اپنی تالیف ”عالمی یہودی تنظیمیں“ میں اہم یہودی تنظیموں پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

”دنیا میں یہودیت کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلہ کار تنظیمیں بے شمار ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ ان تمام تنظیموں کی اعلیٰ

ترین باڈی کا ایک نام آسانی کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ آئندہ اسی کا حوالہ دیا جائے گا۔ یہ نام یہودی سازشوں پر غور کرنے والے ماہرین نے تجویز کیا ہے۔ یہودیوں کی اعلیٰ ترین تنظیم کا نام زنجری (Zinjry) ہے جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت (Zionist International Jewry) کا مخفف ہے۔ اسی اعلیٰ ترین باڈی کے تحت بلا مبالغہ سینکڑوں یہودی تنظیمیں کام کرتی ہیں جو دنیا کے ہر گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان تحریکوں اور تنظیموں کی ہیئت کے اعتبار سے کم از کم دس اہم قسمیں ہیں:

(1) فکری (IDEOLOGICAL)

(2) سیاسی (POLITICAL)

(3) انتظامی (ADMINISTRATIVE)

(4) معاشرتی (SOCIAL)

(5) علمی (INTELLECTUAL)

(6) سائنسی (SCIENTIFIC)

(7) ثقافتی (CULTURAL)

(8) مذہبی (RELIGIOUS)

(9) تدبیری (STRATEGIC)

(10) ترسیلی (LOGISTIC)

ان کی ذیلی تنظیموں کا تفصیلی تذکرہ سر دست ممکن نہیں۔ ایک امریکی مصنفہ ”لی اوبرائن“ نے صرف امریکا میں کام کرنے والی یہودی تنظیموں پر کام کیا تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔ تاہم بطور نمونہ چار

ایسی تنظیموں، تحریکوں اور اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو یا تو براہ راست یہودیوں پر مشتمل ہیں یا جن کے تعلقات یہودیوں سے ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں یا جن پر یہودیوں کا اثر ہے۔ اس وقت یہ تمام تحریکیں، تنظیمیں اور ادارے بنیادی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل بلکہ برسرِ پیکار ہیں۔

1- براہ راست یہودی تنظیمیں:

(1) انٹرنیشنل جیوش کانگریس (جس کے فورم سے صدر مشرف نے دورِ امریکا کے دوران خطاب کا ”اعزاز“ حاصل کیا تھا۔)؛ (2) انٹرنیشنل زاپونٹ لیگ؛ (3) بیری حاہ تحریک؛ (4) بینائی موٹے؛ (5) اگودت اسرائیل؛ (6) کینست اسرائیل؛ (7) لوحامی حیروت اسرائیل؛ (8) جیوش کلونیل ٹرسٹ؛ (9) جیوش لچن؛ (10) جیوش نیشنل فنڈ۔

2- بالواسطہ یہودی تنظیمیں:

یعنی وہ ادارے جو یہودیوں کے زیرِ اثر ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں۔

یہاں صرف دس مشہور اداروں کے نام دیئے جا رہے ہیں ورنہ اداروں کی کل تعداد بے حد و حساب ہے:

(1) اقوام متحدہ؛ (2) سلامتی کونسل؛ (3) انٹرنیشنل منی مارکیٹ؛ (4) انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج؛ (5) عالمی مالیاتی فنڈ؛ (6) عالمی بینک؛ (7) انٹرنیشنل ریڈ کراس؛ (8) آکس نیم؛ (9) ایمنسٹی انٹرنیشنل؛ (10) مختلف ملٹی نیشنل کارپوریشنز۔

3۔ مسلمانوں میں مصروف کار یہودی تنظیمیں:

درج ذیل تنظیمیں مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر مسلم معاشروں میں یہودی مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتی ہیں:

(1) قادیانیت؛ (2) بہائیت؛ (3) دروزیت؛ (4) اسماعیلی؛ (5) نصیری؛ (6) مسلم ملکوں میں کام کرنے والی تمام کمیونسٹ، سوشلسٹ (SOCIALIST)، سیکولر (SECULAR)، فری تھنکنگ (FREE THINKING)، اباحی (PERMISSIVE)، ترقی پسند (PROGRESSIVE)، عقلی (RATIONALIST)، انسانی (HUMANIST) تنظیمیں؛ (7) نام نہاد جدت پسند تحریکیں، ادارے، حلقے اور خفیہ لاجز و کلب؛ (8) اسلام کی صحیح تنظیموں اور تحریکوں میں داخل انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے افراد اور حلقے؛ (9) مسلم معاشرے میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ابھرنے والی تمام ”باطنی“ تحریکیں، تنظیمیں اور حلقے (اس کی تازہ ترین مثال فتنہ گوہر شاہی ہے)؛ (10) مجدد دین یعنی وہ تمام جدت پسند ڈاکٹر، پروفیسر، اسکالر اور نام نہاد علما و محققین جو دین کے نام پر بے دینی اور آزاد خیالی پھیلا رہے ہیں۔“ (صفحات 33 تا 35)

یہودی تنظیموں میں سب سے خطرناک ”فری مین“ (Free Mason)

ہے۔ آئیے، اس کا تعارف اور طریق کار مذکورہ کتاب ”عالمی یہودی تنظیمیں“ سے مطالعہ کریں:

فری میسن

”یہودی تحریکوں، تنظیموں، اداروں اور حلقوں کا بالتفصیل ذکر درکنار، سرسری ذکر بھی ایک نشست میں ممکن نہیں، لہذا تمام سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف ایک تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان تمام میں سب سے زیادہ خفیہ، سب سے زیادہ مؤثر اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تحریک ہے انٹرنیشنل فری میسنری یعنی ”بین الاقوامی فری میسن تحریک“ (INTERNATIONAL FREE MASONRY) انٹرنیشنل فری میسنری سے مراد کوئی ایک تحریک یا تنظیم نہیں، اس نہج پر دنیا میں سینکڑوں تحریکیں، تنظیمیں اور حلقے قائم ہیں۔ فری میسن تحریک سر تا پا خفیہ تحریک ہے۔ اس کا اصل دائرہ کار اعلیٰ طبقات ہیں۔ بادشاہان، شہزادے، امراء (موجودہ جمہوری نظام میں صدر مملکت، وزیر اعظم، فوجی افسران، بڑی مذہبی شخصیتیں، بڑے تاجر اور صاحب اثر لوگ) ان کے خاص ہدف ہوتے ہیں۔ ہر ملک میں اس کے مراکز ہیں جو ”لاج“ کہلاتے ہیں۔ مختلف آزمائشوں (TESTS) سے گزرنے کے بعد ہی کسی کو لاج کا مستقل رکن بنایا جاتا ہے۔ اس رکنیت کے کئی مدارج ہیں جو ”ڈگری“ کہلاتے ہیں۔ ہر ”ڈگری“ کی رکنیت کے لیے کچھ شرائط ہیں اور ہر ڈگری کا رکن صرف اپنے برابر کی ڈگری والوں سے ہی ربط ضبط رکھ سکتا ہے۔ اس درجہ بندی پر اس قدر سختی سے عمل کیا جاتا ہے کہ ایک ڈگری کا رکن دوسری ڈگری کے رکن کے مقاصد اور خفیہ منصوبوں سے کسی طرح آگاہ ہو

ہی نہیں سکتا۔ اونچے درجے کے اراکین کے مقاصد دوسرے اراکین سے خواہ ان کی پوری زندگی فری میسن تنظیم کے رکن کی حیثیت سے گزری ہو، انتہائی خفیہ اور رازداری میں رکھے جاتے ہیں۔

اس تنظیم کا طریقہ کار اتنا خفیہ ہے کہ اس کے بارے میں معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ لاجوں کی روئدادیں غیر معمولی طور پر خفیہ اور انتہائی رازداری میں رکھی جاتی ہیں اور ان کے اراکین کے علاوہ کسی اور کو اس کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی۔

بہت چھان بین کرنے کے بعد مختلف ذرائع سے جو معلومات حاصل کر کے سجا کی جاسکی ہیں ان کے مطابق لاج کے اراکین ایک دوسرے سے خفیہ کوڈ میں بات چیت کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنے خفیہ اشاروں اور خفیہ الفاظ کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی برادری کے اراکین کے دروازے کھٹکھٹانے کا بھی ان کا ایک مخصوص انداز ہے اور یہ دنیا کے کسی حصے میں بھی چلے جائیں ایک دوسرے کو بہ آسانی شناخت کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی فری میسن بیرون ملک سفر کرے تو اسے اپنے آدمی پہچاننے کے لیے کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سوشل اجتماعات، جلسوں یا تقریبات میں مختلف ملکوں میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے کو بغیر کسی دشواری اور بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے صرف اپنے ہاتھ یا جسم کے خفیہ اشاروں کی زبان سے پہچان جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا ایک عام اشارہ مثلث کا نشان ہے۔ اگر کسی اجنبی ماحول میں کوئی فری میسن یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہاں اس کی برادری کے اور کتنے افراد موجود

ہیں یا کسی اجنبی ماحول میں وہ خود اپنی شناخت کرانا چاہے تو وہ صرف اپنی انگلیاں اپنے کوٹ یا واسکٹ کے بٹنوں کے درمیان رکھ کر ایک طرف اپنی انگلیوں سے مثلث بنائے اور دوسری طرف اپنے کوٹ کے دامن پر ایسی مثلث بنائے تو ”برادری“ کے تمام اراکین جو اس جگہ موجود ہوں گے اسے فوراً شناخت کر لیں گے اور انہیں ایک دوسرے سے متعارف ہونے کے لیے کوئی لفظ منہ سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فری مین عام طور پر ملک کے اعلیٰ افسران کو اپنا رکن بناتے ہیں یا غیر ملکی بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان اور عہدیداروں کو..... رکن بننے کے لیے کسی خاص رنگ، مذہب، نسل یا قومیت کی قید نہیں ہے۔ کسی بھی ملک کے مطلب کے شہریوں کو رکن بنانے کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور اس کے بعد مخصوص نظام اور تربیت کے ذریعے انہیں اپنے مذہب پر لایا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ انہیں کس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ برادری کے اراکین کے درمیان زبردست جذبہ، محبت اور ہمدردی پیدا کر دی جاتی ہے۔ محض لاج کی رکنیت کسی سرکاری افسر کے لیے اس کا حقدار بنا دیتی ہے کہ اسے دوسرے افسران کے مقابلے میں جلدی ترقی ملے۔ یہ عین ممکن ہے کہ لاج کے اراکین میں صرف ایک آدھ یہودی ہو یا ممکن ہے کہ اس میں ایک بھی یہودی نہ ہو لیکن اس کی تنظیم اس طرز پر کی گئی ہے کہ یہ بالآخر عالمی صیہونیت کے مقاصد کی خدمت کرتی ہے۔

کسی خفیہ تنظیم کی مطلق العنانی، جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے،

پس پردہ کام کرنے کی وجہ سے زیادہ بے ضمیر ہوتی ہے۔ یہ تنظیم خود پس پردہ رہ کر اپنے گماشتوں کے ذریعہ کام چلاتی ہے جنہیں حسب ضرورت تبدیل کیا جاسکتا ہے، ان کے چہرے بدلنے سے تنظیم کو نقصان کے بجائے النافائدہ ہوتا ہے۔ مستقل تبدیلیاں کرنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کو منظر سے ہٹا کر دوسروں کو ان کے متبادل کے طور پر لے آیا جاتا ہے۔ اس سے نئے کام کے لوگ بھی ہاتھ آتے رہتے ہیں اور پرانے کارکنوں میں اپنی جگہ برقرار رکھنے کے لیے جذبہ مسابقت پروان چڑھتا ہے اور وہ دیا گیا ہدف پورا کرنے کے لیے پوری لگن اور دلجمعی سے کام کرتے ہیں۔

ایسی قوت کو جو نظر ہی نہ آتی ہو شکست دینا کافی مشکل ہے۔ اس تنظیم کی قوت بعینہ یہی ہے۔ فری میسن کے غیر یہودی افراد جنہیں علم ہی نہیں ہوتا کہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں، اپنی لاعلمی کی وجہ سے اندھوں کی طرح یہودیوں کی خدمت اور ان کے مقاصد کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ اس تنظیم کے طویل المیعاد منصوبے، اصل اہداف یہاں تک کہ تنظیم کے مرکز کا محل وقوع تک ان لوگوں کے لیے ایک نامعلوم سر بستہ معمہ ہی رہتا ہے۔“ (صفحات 63 تا 65)

فری میسنری سے متعلق

چند مشہور ادارے

”یہ اسلام آباد کا ایک درمیانے درجے کا ہوٹل ہے۔ اس میں کچھ علمائے کرام ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بندہ ان سے ملاقات کی غرض سے جاتا ہے تو استقبالیہ کے ساتھ دیوار پر موجود ایک مخصوص علامت کو دیکھ کر ٹھنک

جاتا ہے۔ ساتھیوں کا اصرار ہے کہ شاہ صاحب دیر ہو رہی ہے۔ یوں داخلی دروازے کے پاس کھڑا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ بندہ کو اس کا احساس ہے کہ ساتھی انتظار کر رہے ہیں۔ یوں بیچ راہ کے کھڑے ہونا اور کسی چیز کو تاڑنا صحیح نہیں ہے، آداب کے منافی ہے، مگر اس کا کیا کیجئے کہ جس چیز پر نظر ٹھہری ہوئی ہے وہیں جم کر رہ گئی ہے اور بندہ کے ذہن میں اسے دیکھ کر بہت سی چیزوں نے گردش شروع کر دی ہے۔ تعجب اور افسوس کے ملے جلے جذبات نے قدم روک لیے ہیں۔ دیوار پر ایک خصوصی قسم کا پہیہ بنا ہوا تھا۔ اس پر انگلش میں درج تھا: ”روٹری کلب انٹرنیشنل، منگل، شام پانچ تا آٹھ بجے۔“ قارئین میں سے بہت سوں کو اس نام میں کوئی خاص بات محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ بہت سے اس کے بارے میں اجمالاً جانتے ہوں گے۔ بہت سے تفصیل سے جاننے کے خواہش مند ہوں گے تو آج کی محفل فری میسن کی اس ذیلی تنظیم اور اس جیسی اور دوسری تنظیموں کے لیے خاص ہے۔



فری میسنری کی مشہور ذیلی تنظیموں میں زیادہ مشہور روٹری انٹرنیشنل (Rotary International)، لائنز کلب اور این جی اوز ہیں۔ ان کے ممبروں کا کہنا ہے کہ یہ خالصتاً فلاحی نوعیت کی تنظیمیں ہیں اور سماجی بہبود کے لیے کام کرتی ہیں لیکن ان اداروں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فری میسن ادارے ہیں۔ ہم جانہیں کہ اس الزام اور جواب الزام پر بحث کرنے سے پہلے ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم اسلامک اسٹڈی فورم راولپنڈی کی فری میسنری پر

شائع کردہ جناب بشیر احمد کی کتاب سے استفادہ کریں گے جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(1) روٹری انٹرنیشنل (Rotary International):

روٹری انٹرنیشنل ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں اعلیٰ صنعت کار، تاجر، ڈاکٹر، وکیل وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ اس کا بانی امریکا کا ایک وکیل پال ہیرس (Paul Harris) تھا۔ اس نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ 1905ء میں اس کی بنیاد رکھی اور شکاگو میں اس کی پہلی میٹنگ بلائی۔ روٹری کے کلب تمام دنیا میں قائم ہیں۔ اس کا پہلا ہیڈ کوارٹر ایونسن الی نائے امریکا میں ہے۔ 1997ء میں روٹری کلبوں کی کل تعداد 28736 تھی جو 157 ملکوں میں قائم تھے۔ اس کے ممبران کی کل تعداد 12 لاکھ کے لگ بھگ ہے جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ڈائریکٹروں، سرمایہ داروں اور بین الاقوامی پیشہ ورانہ تنظیموں کے اراکین پر مشتمل ہے۔ اس کا مقولہ ہے ”وسعت حاصل کرو تاکہ بہتر خدمت کر سکو۔“

”Expand to serve Better“ روٹری نے پال ہیرس کی وفات کی 50 سالہ برسی 1998ء میں منائی۔ روٹری نے دنیا کو 145 ضلعوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ڈسٹرکٹ کا ایک گورنر ہوتا ہے جس کو ڈسٹرکٹ کلب چنتے ہیں۔ یہ گورنر عالمی روٹری کے صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ پاکستان میں روٹری کلبوں کی تعداد 20 اور ممبران کی تعداد 5 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ممبر سازی بذریعہ دعوت کی جاتی ہے۔ مالی وسائل کا بڑا ذریعہ ممبر شپ فیس اور عطیات بتائے جاتے ہیں۔ آج سے چند سال پہلے

ممبر سازی کی فیس ایک سے دو ہزار روپے تھی۔ بڑے بڑے صنعت کار روٹری کلبوں کو بھاری عطیات دیتے ہیں اور ہفتہ وار اجتماعات میں پُر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ روٹری کے اعلیٰ اراکین کا ملک کے تجارتی، مالی اور صنعتی اداروں، اسٹاک ایکسچینوں اور بیرونی بینکوں سے قریبی تعلق ہوتا ہے۔ ان کے عالمی بینک، آئی ایم ایف اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) جیٹو اسے قریبی روابط ہیں۔ روٹری کو اقوام متحدہ میں این جی او کا درجہ حاصل ہے۔

روٹری کے یو این ایجنسیوں WHO، UNICEF وغیرہ اور امریکا کے بیماریوں پر قابو پانے والے مرکز C D S (US Center for Disease Control) سے بھی روابط ہیں۔ روٹری پر تفصیلی معلومات اور اس کے مقاصد کے لیے دو کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے:

- (1) Honouring Our Past — The Words and Wisdom of Paul Harris.
- (2) Paul Harris and his Successors — Profiles in Leadership.

پاکستان میں روٹری انٹرنیشنل بعض ترقیاتی اور فلاحی نوعیت کے منصوبوں پر عمل درآمد کر کے اپنی تنظیم کا جواز پیش کرتی ہے۔ 1954ء میں کراچی روٹری کے صدر آغا ہلالی تھے جو ایک عرصے تک اقوام متحدہ میں

پاکستان کے مستقل نمائندے کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1956ء میں فرید احمد، 1963ء میں جی ٹی تہور اور 1964ء میں کے ای بشیر روٹری کے صدر رہے۔ ایوب خان دور (1958ء — 1969ء) کے خاتمے کے بعد ملک میں پائے جانے والے سیاسی عدم استحکام کے باعث روٹری کی سرگرمیاں محدود ہو گئیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد قائم ہونے والی بھٹو حکومت نے کئی صنعتوں اور بینکوں کو قومی ملکیت میں لے لیا، اس سے روٹری متاثر ہوئی۔ بھٹو حکومت کے خاتمہ اور مارشل لاء کے زمانے میں روٹری نے دوبارہ پر پرزے نکالے اور اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کیا جواب تک جاری ہے۔

اپریل 1991ء میں روٹری کلب اسلام آباد کے ڈسٹرکٹ گورنر ایم اصغر قریشی نے عمران خان کو شوکت خانم میموریل ہسپتال کے لیے 25 ہزار کا عطیہ دیا۔ کلب کے صدر ہانس جورگ اینگل Hans Jorg Engel نے انہیں پال ہیرس فیلو کا اعزاز دیا۔ یہی اعزاز بنگلہ دیش روٹری نے سابق وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو کو دے رکھا تھا۔ 1992ء میں روٹری کے گورنر مشہور صنعت کار عطاء الرحمن باری تھے۔ 1993ء میں اے ایم محسن گورنر بنے جو پیشے کے اعتبار سے انکم ٹیکس ایڈوائزر تھے۔

1994ء میں فیصل آباد کے صنعت کار اے کیو علوی گورنر مقرر ہوئے۔ روٹری پاکستان کلب سے بڑا اور امیر ترین کلب کراچی میٹرو پولیٹن کلب ہے۔ اسے اے ایم محسن نے 1986ء میں قائم کیا۔ اس کلب کے ممبروں اور سرپرستوں میں کثیر الاقوام کمپنیوں (ملٹی نیشنل) اور بیرونی بینکوں کے اہم عہدیدار شامل ہیں۔ حنیف آدم جی اور رفیق حبیب جیسے پاکستانی

صنعت کاروں نے اس کی ترقی میں حصہ لیا۔ 1993ء میں اس کلب کے صدر الیاس انصاری تھے جو بروک بانڈ کے بیجنگ ڈائریکٹر رہ چکے ہیں۔ آپ کے بعد پاکستان میں امریکن بزنس کونسل کے لبنانی نژاد امریکی صدر صبحی جرودی صدر بنے۔ ان کا تعلق سائنامائڈ (Cynamide) کمپنی سے تھا۔ کلب کے دیگر اراکین میں وائٹھ لیبارٹریز کے ڈاکٹر اعجاز خان اور مشہور آرکیٹیک اعجاز شامل تھے۔ اس زمانے میں اس کلب کے سارنٹ ایٹ آرمز لفٹھانسا ایئر لائنز کے جورگن تھامسن Juergon Thomson تھے۔

روٹری کلبوں کا تمام نظم و نسق مردوں کے پاس ہوتا ہے۔ خواتین کے لیے انرویل کلب IWC (Inner Wheel Club) بنائے جاتے ہیں جن میں کلب کے سرمایہ دار اراکین کی مائیں، بہنیں اور بیویاں شامل ہوتی ہیں۔ 1993ء میں پاکستان کے IWC کی صدر محترمہ یاسمین قاسم تھیں جو کراچی اسٹاک ایکسچینج کے سراج قاسم کی اہلیہ ہیں۔

1996ء میں روٹری کے صدر لوئی ویسینٹ گیائی (Luis Vicent Giay) نے روٹری کے اکیسویں صدی میں حاصل کیے جانے والے مقاصد اور پروگراموں کا ذکر کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ روٹری ہر سال 20 فیصد کے قریب ممبر شپ کھو رہی ہے اور یہ ایک تشویشناک صورت حال ہے جس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ روٹری انٹرنیشنل کے اہم کنونشن انڈیانا امریکا (جون 1998ء) سنگاپور (جون 1999ء) بیونس آئرس ارجنٹینا (جون 2000ء)

فکس اسٹیٹ امریکا (2001ء) اور وی آنا (آسٹریا) میں 2002ء میں ہو چکے ہیں۔

(2) لائینز (Lions):

لائینز انٹرنیشنل کی بنیاد 7 جون 1917ء کو شکاگو کے ایک صنعت کار میلون جونز (Melvin Jones) نے رکھی جو انشورنس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ اس کا پہلا اجلاس جون 1917ء میں سیسل ہوٹل شکاگو میں منعقد ہوا۔ امریکا کے 22 کلبوں کے 36 نمائندے شکاگو کے اجلاس میں جمع ہوئے۔ انہوں نے لائینز تنظیم کے قیام پر اتفاق کیا۔ اس کے پہلے صدر ڈاکٹر ولیم پی وڈز (Dr. William P. Woods) منتخب ہوئے جن کا تعلق امریکا کی انڈیانا اسٹیٹ سے تھا اور سیکرٹری کے لیے میلون کو چنا گیا۔ 1917ء کے بعد امریکا کی کئی ریاستوں میں لائینز کلب قائم کر دیئے گئے۔ 1920ء میں ونڈرکینڈا میں پہلا کلب قائم ہوا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ دی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف لائینز کلبز اس کا مرکزی ادارہ ہے۔ تنظیم کا صدر دفتر ایلی نائے امریکا میں ہے۔ لائینز کے لفظی معنی شیر کے ہیں۔ شیر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کا نشان تھا۔ لائینز (Liberty, Intelligence our Nation's Safety) کا محفف ہے یعنی آزادی اور دانش مندی میں ہمارا (امریکیوں کا) تحفظ ہے۔ اس تنظیم کا مقولہ ہے کہ ہم خدمت کرتے ہیں (We serve)۔

کسی ملک کے سرمایہ دار، ممتاز تاجر، صنعت کار اور پیشہ ورا افراد لائینز

کے ممبر بنتے ہیں۔ اس کا نشان ”L“ یعنی لائین ہے جو میسنری کے رنگ میں ہوتا ہے جس کے ارد گرد جامنی رنگ پھیلا ہوتا ہے۔ اس رنگ کے ساتھ دائیں بائیں طرف کناروں پر شیروں کی تصویر بنی ہوتی ہے۔ لفظ لائینز اوپر لکھا ہوتا ہے اور انٹرنیشنل نچلے حصے میں تحریر ہوتا ہے۔ شیروں کے چہرے ایک دوسرے کی مخالف سمت ہوتے ہیں جو ماضی اور مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں۔

لائینز کے نزدیک جامنی رنگ وفاداری کی علامت اور قوت و محنت کا نشان ہے۔ سنہرا رنگ مقصد میں نیک نیتی، انصاف میں آزادی اور خدمت کی علامت ہے۔ پیلا رنگ دوستی اور خوشی کو ظاہر کرتا ہے جبکہ لائینز کے ناقدین کہتے ہیں کہ یہ سب رنگ پُر اسرار نوعیت کے ہیں اور فری میسن رسومات میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس بین الاقوامی فلاحی تنظیم میں ہر رنگ و نسل اور مذہب و ملت کے افراد شامل ہیں اور بین الاقوامی سطح پر بھائی چارے کو فروغ دینے کے دعویدار ہیں۔ اس تنظیم میں 14 لاکھ سے زائد ممبران ہیں۔ دنیا کے جغرافیائی خطوں کے حساب سے 182 ممالک میں اس کی 42 ہزار شاخیں (کلب) ہیں۔ اس کا صدر دفتر اوک بروک (Aok Brook) ریاست ایلینوائے امریکا میں ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی غیر سرکاری تنظیم این جی او ہے جس کو اقوام متحدہ نے تسلیم کر رکھا ہے۔ اپنے کاروبار اور پیشے میں نمایاں حیثیت کے حامل مرد اور عورت دونوں لائینز کلب میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کلب کا اجلاس مہینے میں ایک بار ہوتا ہے۔ اکثر اوقات کسی اہم شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے اور حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کی جاتی ہے۔ کلب بنانے کے لیے 20 افراد کا ہونا لازمی ہے۔ ایک

لائسنس ہی دوسرے لائسنس کو کلب کا ممبر بناتا ہے۔ نئے ممبر کی رکنیت کا فیصلہ کلب بورڈ کے ممبران کرتے ہیں۔ کلب کی ایک انتظامی کونسل ہوتی ہے جس میں صدر، نائب صدر، سیکرٹری، خزانچی وغیرہ ہوتے ہیں۔ جنرل کونسل مہینے میں دو اجلاس بلاتی ہے جب کہ انتظامی کونسل ضرورت پڑنے پر اجلاس طلب کرتی ہے۔ عام ممبر شپ فیس تھوڑی ہے لیکن مالدار افراد بھاری عطیات دیتے ہیں۔ اس تنظیم کے دائرہ کار میں آٹھ شعبے ہیں جن کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معاشرے کے ہر طبقے میں اس کے اثر و نفوذ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ آٹھ شعبے یہ ہیں: جوان نسل، شہری زندگی، شہری ترقی، عوامی بھلائی، تعلیم، طبی سہولیات، سماجی، بہبود اور اندھوں اور ناداروں کا تحفظ۔ لائسنس کی ذیلی تنظیم Leo کہلاتی ہے۔ لیو کلب 1957ء میں بنے۔ ان میں 12 سے 28 سال تک کے نوجوان شامل ہوتے ہیں۔ 12 سے 17 سال تک کی عمر کے ممبران الفا Alpha اور 18 سے 28 سال تک کی عمر کے ممبران او میگا Omega کہلاتے ہیں۔ اس تنظیم کے وہی اغراض و مقاصد ہیں جو لائسنس کے ہیں۔ یاد رہے کہ فری میسنری نے امریکا میں طلبہ کی انجمنوں کے نام الفا، بیٹا گاما وغیرہ یونانی حروف تہجی پر رکھے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں لائسنس ازم:

پاکستان میں لائسنس ازم کا تعارف فروری 1956ء میں ہوا۔ شفیق منصور نامی ایک ترکی باشندہ جو کہ لائسنس انٹرنیشنل کا نمائندہ تھا، بمبئی انڈیا میں لائسنس کا پہلا کلب بنا کر واپس جا رہا تھا، فلائٹ کے انتظار میں اسے ایک

رات کے لیے کراچی کے ایک ہوٹل میں ٹھہرنا پڑا۔ وہ ہوٹل میٹروپول میں ٹھہرا جس کے مالک سائرس فرام جی من والا پارسی سرمایہ دار تھے۔ انہوں نے اس شخص سے ملاقات کی اور لائن ازم سے متاثر ہو کر اس تنظیم کو پاکستان میں متعارف کرانے کا اظہار کیا۔ شفیق منصور نے ہیڈ کوارٹر سے اجازت لے کر دے دی۔ اس طرح 20 فروری 1956ء کو پاکستان میں پہلا لائینز کلب بنا۔ سائرس من والا فری میسنری سے وابستہ رہے۔ اس کلب کے قیام کے بعد 5 مارچ 1957ء کو حیدر آباد میں اور 12 مارچ 1957ء کو لاہور میں لائینز کلب قائم ہوئے۔ پاکستان کو لائینز انٹرنیشنل نے ڈسٹرکٹ 305 کا نام دیا اور سائرس من والا کو پہلا گورنر مقرر کیا۔

رانا محمد یحییٰ نے لائینز کے نمائندے کے طور پر مشرقی پاکستان میں کلیمز قائم کیے، اس طرح پاکستان 2 ڈسٹرکٹوں یعنی 305-West اور 305-East میں تقسیم ہو گیا۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان میں صرف ایک ڈسٹرکٹ رہ گیا۔

1989ء میں پاکستان میں لائینز کلبوں کی تعداد 100 سے زائد تھی۔ انتظامی ضرورت کے تحت اس وقت کے ڈسٹرکٹ گورنر عبداللہ چشتی اور فیروز نے پاکستان میں دو ڈسٹرکٹ بنانے کی تجویز پیش کی اور 305-S اور 305-N کے نام سے ڈسٹرکٹ بنائے۔ صوبہ سندھ میں 120 سے زائد کلب اور 2600 سے زائد ممبرز ہیں اور باقی تین صوبوں میں 86 کلبز تھے۔ ڈسٹرکٹ 305-N کے پہلے گورنر رانا محمد ایوب تھے۔ 1960ء کی دہائی میں لائینز کی ترقی میں اس کے انٹرنیشنل ڈائریکٹر آر بی کھمبانا اور اس کے صدر

ایڈورڈ بیرری کی کوششوں کا گہرا دخل تھا۔ 1970ء کے عشرے میں لائینز کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ 13 جون 1968ء کو امریکا میں لائینز فاؤنڈیشن (Lions Clubs LCIF International Foundation) کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ لائینز کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے رقومات فراہم کی جائیں۔ پاکستان میں لائینز نے جو نام نہاد فلاحی منصوبے شروع کر رکھے ہیں ان کے لیے ملک کے سرمایہ دار عطیات دیتے ہیں۔ بعض منصوبوں کے لیے بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں سے مالی امداد لی جاتی ہے یا مشترکہ منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ ہر کلب کا ایک مستقل منصوبہ ہوتا ہے۔

پاکستان میں لائینز کلبوں کی مقبولیت کے پیش نظر راولپنڈی اور اسلام آباد کے بعض سرکاری افسروں اور سرمایہ داروں کی بیگمات نے 1991ء میں کئی لائینز کلب بنا ڈالے۔ ان میں چھ زیادہ مشہور تھے۔ راولپنڈی کلب، ہاؤس وایو کلب، مارگلہ کلب، پروفیشنل ویمن کلب، ینگ لائینز کلب اور ٹائیگر کلب۔ باہمی تنازعات کے باعث ان کلبوں کی شیرنیاں آپس میں الجھ پڑیں اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ ان کے کاغذی شیر بھی میدان میں کود پڑیں گے اس لیے اکتوبر 1991ء میں ان کو ختم کر دیا گیا اور خواتین کو باضابطہ کلبوں کا رکن بنایا گیا۔ گزشتہ عشرے میں لائینز کی فلاحی اور تنظیمی نوعیت کی ”مفید“ سرگرمیاں پاکستان کے طول و عرض میں جاری ہیں اور اس ملک کو عجوبوں کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں۔

(3) این۔ جی۔ اوز۔ (N.G.Os.):

پاکستان میں جب سے لاہور کے چڑیا گھر کے نزدیک واقع

”جادو گھر“ کا راز کھلنے کے بعد فری میسنری پر پابندی عائد ہوئی ہے، ”برادری“ کے لوگ مختلف رفاہی تنظیموں کے ذریعے یا ان کے مشابہت میں کام کر رہے ہیں۔ این جی اوز وہ جدید ترین نقاب ہے جس کے پیچھے فری میسنری چھپی ہوئی ہے۔ یہ این جی اوز یعنی ”نان گورنمنٹ آرگنائزیشنز“ پاکستان کے غریب اور پسماندہ علاقے کے لڑکے اور لڑکیوں کو ملازم رکھتی ہیں۔ خاص طور پر غیر شادی شدہ لڑکیوں کو پرکشش ترغیبات کے ذریعے وابستہ کیا جاتا ہے۔ ان ملازمین کو فیلڈ ورک کے لیے لیا جاتا ہے اور پھر مخلوط گروپوں کی صورت میں انہیں فیلڈ میں بھیجا جاتا ہے۔ جہاں رات آجائے انہیں وہ وہیں گزارنا ہوتی ہے۔ یہ تنظیمیں نہ صرف غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو عیسائی بنا رہی ہیں بلکہ حکومت کے بارے میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کرتی ہیں کہ وہ ان کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان میں رہنے والے ہندو شکایت کر رہے ہیں کہ ان کے لوگوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔

پاکستان میں این جی اوز کے کردار پر سخت تنقید کی جاتی ہے اور ان کے خلاف سنگین نوعیت کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔ ان کی جو تھوڑی بہت فلاحی قسم کی خدمات ہیں ان کو محض اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور اپنی مذموم سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ عوامی مفاد کے نام پر کام کرنے والی این جی اوز Public Interest NGOs کے بارے میں تقریباً یہ طے ہے کہ یہ دو طرفہ لوٹ مچا رہی ہیں۔ بیرون ملک سے پیسے بٹور رہی ہیں اور اندرون ملک مذموم خفیہ سرگرمیوں

میں مصروف ہیں۔ بعض تنظیموں پر الزام ہے کہ انہیں عیسائی چلار ہے ہیں۔ ان میں اے ایس آر (ASR)، شرکت گاہ، سٹی رخ، پنجاب نوجوان، پائنز، پنجاب لوک رس، ڈیموکریٹک ویمن ایسوسی ایشن جی اے جی اوز شامل ہیں۔ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی این جی اوز میں سے اجوکا، دستک، انسانی حقوق کمیشن اور عورتوں کے حقوق کی تنظیموں جیسے خواتین محاذ عمل اور عورت فاؤنڈیشن کے کاموں پر بہت اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ 1980ء کے بعد این جی اوز کا جو ریلا پاکستان میں آیا اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان پر عمومی اعتراض یہ ہیں: (1) این جی اوز کو بیرونی ذرائع سے مالی امداد ملتی ہے خصوصاً مغرب کی اسلام دشمن صیہونی تنظیمیں ان کی پشت پناہ ہیں۔ یہ ان کے ایجنڈے پر کام کرتی ہیں۔ ان کے ہر اول دستے میں انہوں نے ان کو سامنے رکھ کر اپنا کھیل جاری کیا ہوا ہے؛ (2) این جی اوز پاکستان میں بیرونی طاقتوں کے اڈے ہیں۔ جاسوسی کے اعصابی نظام ہیں، ان کے سربراہ غیر ملکیوں کے تنخواہ دار ملازم ہیں اور ان کے مفادات کے محافظ اور نگران ہیں؛ (3) ان کو بیرونی انٹیلی جنس اداروں خصوصاً موساد، سی آئی اے، را اور مغربی یورپ کے خفیہ اداروں کی پشت پناہی، مالی امداد اور سرپرستی حاصل ہے۔ ان کو بھاری رقومات دی جاتی ہیں، بیرونی ملکوں میں دورے کرائے جاتے ہیں، تربیت دی جاتی ہے اور ان کا غسل ذہنی (brain washing) کیا جاتا ہے؛ (4) عورتوں کے حقوق کے نام پر چلنے والی این جی اوز پاکستان میں جنسی بے راہ روی، غیر اسلامی افکار، مغرب کی تہذیبی یلغار، فحاشی و عریانی

اور یورپ کی سیکس فری سوسائٹی قائم کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے مغرب کی ایسی ہی بے لگام سوسائٹیوں سے روابط ہیں، وہ ان کا پروگرام یہاں چلا رہی ہیں، ان میں شامل خواتین اچھے کردار کی مالک نہیں؛ (5) پاکستان کے نظریاتی تشخص کو پامال کرنے، اس کی مذہبی اقدار کو تباہ کرنے اور اسلامی قوانین اور اداروں کو رو بہ انحطاط کرنے کے لیے یہ این جی اوز مسلسل کوشاں ہیں، ان کا مقصد اسلامی نظام کی راہ رو کنا، اسلامی جماعتوں کو بدنام اور اسلامی اداروں کو مفلوج کرنا ہے تاکہ لوگوں پر مذہب کی گرفت کم ہو؛ (6) عیسائیوں، قادیانیوں اور بہائیوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے این جی اوز اپنے پلیٹ فارم کو استعمال کرتی ہیں۔ وہ اقلیتوں کے خفیہ ایجنڈے کی تکمیل میں مدد دیتی ہیں۔

اس قسم کی سخت تنقید اور الزامات کے جواب میں این جی اوز نہایت معصومانہ انداز اختیار کرتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ بیرونی ممالک کی مفت امداد پر انحصار کرتی ہیں، ان کا کردار غیر جانبدارانہ ہے اور وہ ان معاشی، سماجی ناہمواریوں کو چیلنج نہیں کرتیں، جو ملک میں سماجی، معاشی اور سیاسی وجوہات کی بناء پر موجود ہیں، بلکہ ان کا مقصد ترقیاتی کاموں میں مدد دینا اور ملک کی سماجی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا ہے۔ وہ ملکی ذرائع کا استعمال کرتی ہیں اور سماجی انصاف کی فراہمی میں مدد دیتی ہیں لیکن اس کا کیا جائے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو تحفظ دینے کے لیے سرکردہ سیاسی شخصیات کو اپنا اعزازی سربراہ بنا لیتی ہیں۔ موجودہ حکومت کی کابینہ میں بعض وفاقی وزراء این جی اوز کے سربراہ ہیں۔ ان کی وجہ سے پرویز مشرف حکومت کو این جی اوز کی سرپرست اور ان کی ترجمان قرار دیا جاتا ہے۔

نواز شریف کے دورِ حکومت میں بعض این جی اوز نے آئین میں پندرہویں ترمیم اور ایٹمی دھماکوں کے سوال پر حکومت کے موقف سے اختلاف کیا اور اسلام آباد میں سرِ عام ان دھماکوں کے خلاف، جن پر پوری قوم جشن منا رہی تھی، احتجاجی مظاہرے کیے جن میں گھروں میں کام کرنے والی ماسیوں کو کھینچ کھانچ کر لایا گیا تھا۔ چند ماڈرن خواتین کے ساتھ غریب کالونیوں کی رہائشی یہ عورتیں اور بچے انگلش زبان میں لکھے گئے بینرز اٹھائے ہوئے انتہائی مضحکہ خیز لگ رہے تھے۔ ان مظاہروں پر ملکی پریس میں سخت تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ انہوں نے اپنے دائرہ کار سے باہر نکل کر پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ یہ طرزِ عمل ملک کی خود مختاری اور آزادانہ پالیسیوں کے منافی ہے۔ اس سے ملکی سالمیت اور بقا کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اس لیے ان تنظیموں کو لگام دینا ضروری ہے۔ اس وقت این جی اوز کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ملک میں سوسائٹیز ایکٹ 1868ء موجود ہے جو ایک فرسودہ اور ناکافی قانون ہے۔ مئی 1999ء میں اس وقت کی نواز شریف حکومت نے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے ایک بل تیار کیا تھا جس کے تحت حکومت کو یہ اختیار حاصل ہونا تھا کہ وہ کسی بھی این جی او کو ممنوع قرار دے کر اس کے اثاثے ضبط کر لے۔ اگر رجسٹرڈ سوسائٹیز کو معلوم ہو کہ فلاں این جی او ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہی ہے اور اس کی سرگرمیاں مفادِ عامہ کے منافی ہیں تو اس پر آسانی سے پابندی عائد کی جاسکتی تھی۔ البتہ ایسی سوسائٹی صوبائی حکومت کے پاس اپیل کرنے کی مجاز تھی اور اس کا فیصلہ آخری سمجھا جانا تھا، لیکن نواز

حکومت کے خاتمے کے بعد یہ بل سامنے نہ آسکا۔

مذہبی اور محب وطن طبقہ این جی اوز کے بہت خلاف ہے۔ ان کا یہ سوال ہے کہ اگر یہ تنظیمیں بیرونی مفاد کی محافظ اور آلہ کار نہیں تو ان کو کس بنیاد پر کثیر مالی امداد دی جاتی ہے اور ایسے بے غرضانہ ایثار کا مظاہرہ کیوں کیا جاتا ہے؟ مذہبی جماعتوں اور محب وطن رہنماؤں کا کہنا ہے کہ حکومت نے این جی اوز کے ایماء پر دینی مدارس اور مذہبی جماعتوں کے خلاف ایک محاذ کھول دیا ہے۔ افغان جہاد کے بعد اسلام دشمن قوتیں اس بات کا الزام دھرتی ہیں کہ دینی مدارس پاکستان میں مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اسلامی بنیاد پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ان کے دلوں میں آزاد خیالی کی جگہ اسلامی اقدار کا بیج بوتے ہیں اور انہیں جہاد کی ترغیب دیتے ہیں جس کے بعد وہ رضا کارانہ طور پر کشمیر، چیچنیا وغیرہ میں جا کر کارروائیاں کرتے ہیں جس کو مغربی دنیا دہشت پسندی Terrorism قرار دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی طبقہ ہر اس تحریک کے خلاف آواز بلند کرتا ہے جو اسلامی قوانین کے نفاذ کو ناکام بنانے کے لیے اٹھے۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون، حدود آرڈیننس وغیرہ کے خلاف جب بھی این جی اوز حقوق انسانی کی انجمنوں اور غیر مسلم تنظیموں کی طرف سے آواز اٹھی، دینی طبقے نے اس کے خلاف تحریک اٹھائی۔ مذہبی جماعتیں این جی اوز کے اشارے پر عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کے مطالبات جیسے مخلوط انتخابات کا نفاذ وغیرہ کے خلاف آواز بلند کرتی ہیں۔ یہ مطالبہ ملک کے آئین کو سبوتاژ کرنے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے کے مترادف ہے۔

مغرب میں آزادی اور جمہوریت کے نام پر جو آزاد خیال معاشرہ تشکیل پا چکا ہے، اس کو سول سوسائٹی (Civil Society) کا نام دیا گیا ہے۔ (آج کل جب سول سوسائٹی کا نام وکلاء کی تحریک کے ضمن میں بار بار آتا ہے تو بندہ چونک چونک جاتا ہے کہ محب وطن قوتیں تو وکلاء تحریک کا ساتھ نہیں دے رہیں اور سول سوسائٹی کی اصطلاح مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ نجانے آج کے یہ تحریکی کارکن جب کل کے ہیر و بن جائیں تو کیا گل کھلائیں؟) ایسی سوسائٹی کی بنیاد سیکولرزم، دین سے لاتعلقی اور آزاد خیالی پر رکھی گئی ہے۔ جبکہ دینی مدارس مذہبی فکر کو اُجاگر کرتے ہیں اور مذہبی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل پر زور دیتے ہیں۔ حکومت نے دینی مدارس کے لیے جو طریق عمل اختیار کیا ہے اس کے مطابق دینی مدارس کی کل تعداد کا اندازہ لگانا، درسِ نظامی اور طریقہ تعلیم کی تفصیل حاصل کرنا مالی وسائل کا پتہ لگانا، اور انتظامی امور کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے۔ یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ بھی پتہ لگایا گیا ہے کہ ان مدارس میں کوئی اسلحہ خانے تو نہیں ہیں جیسا کہ عام پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ اسلام دشمن طاقتوں کے نزدیک دینی مدارس جو دہشت گردی کے اڈے، بنیاد پرستوں کے مراکز اور مذہبی انتہا پسندوں کی کمین گاہیں ہیں، ان سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کو ایک نئی ڈگر پر چلانا ضروری ہے تاکہ یہ مولوی یا ملاء سے مسٹر بن جائیں۔ جدید تقاضوں کو سمجھیں اور سیکولر ذہن بنائیں۔ اس کے لیے حکومت نے دینی مدارس کے لیے ایک کمیشن قائم کیا ہے جو ان

کے لیے اصلاحات تجویز کرے گا۔ دوسرے حکومت اپنی سرپرستی میں جدید طرز کے دینی مدارس قائم کرے گی۔ تیسرے چند مخصوص مدارس کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے گا۔

این جی اوز وہی کام کر رہی ہیں جو کسی زمانے میں فری میسنری نے لاج کے خفیہ پردوں کے پیچھے کیا۔ یہ تنظیمیں مؤثر قوت بن کر ابھر رہی ہیں۔ گزشتہ صدی میں صیہونی سامراجی مقاصد کی تکمیل فری میسن کھ پتلیوں کے ذریعے کی گئی جن کو اپنے اصل آقاؤں اور ان کے مذموم مقاصد کا کوئی علم نہ تھا۔ ایسی ہی صورت حال این جی اوز نے پاکستان میں پیدا کر رکھی ہے۔ یہ سماجی ملٹی نیشنل کارپوریشن ہیں جن کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے مؤثر قانون بنانے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی سخت ضرورت ہے جبکہ ہمارے ہاں ان کو تمام مراعات سرکاری طور پر مہیا کی جاتی ہیں اور چند ایک محب وطن دینی فلاحی ادارے جن کی خدمات کی ساری دنیا معترف ہے، ان پر بغیر کوئی وجہ بتائے پابندی لگائی جا رہی ہے۔ فری میسنری کی یہ کامیابیاں ہمیں کہاں پہنچا کر چھوڑیں گی؟“ (صفحات 143 تا 155)

فری میسن کے سات مخصوص ہتھکنڈے

”یہودیوں کی عالمی تحریک جسے ہم نے فری میسن کے نام سے موسوم کیا ہے، کے طریق کار کے بارے میں گفتگو کرنا آسان نہیں۔ ان کے یہاں بیسیوں ایسے طریقے رائج ہیں جنہیں وہ حالات، مقامات اور مواقع کی مناسبت سے اختیار کرتے ہیں۔ ان سب طریقوں کا مختصر تعارف بھی آسان نہیں۔ تاہم چند بنیادی ہتھکنڈے

یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، لیکن ہم ان کی مثالیں بوجہ نہیں لکھیں گے۔ اگر قارئین ادنیٰ شعور و تدبر کا مظاہرہ کریں تو وہ اپنے آس پاس روزمرہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات پر خود سے ان طریقوں کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ وہ طریقے یہ ہیں:

(1) بااثر حلقوں میں رسوخ حاصل کرنا:

فری میسن کی پہلی کوشش اس بات کی ہوتی ہے اور یہ ان کی بنیادی تکنیک ہے کہ بااثر حلقوں میں رسوخ حاصل کیا جائے۔ حکمران طبقہ، وزراء، اعلیٰ فوجی افسران، بیوروکریٹ، بڑے تاجر اور صحافی ان کے اولین ہدف ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں جا بجا پھیلے ہوئے روٹری کلب (Rotary Club) سیاست دانوں اور سول و آرٹڈ بیوروکریسی کو پھنسانے کے خوبصورت جال ہیں۔ اس طرح کی تنظیموں کی جڑ میں یہودی حرام کمائی (یہود کا اکثر پیسہ سود، جوا، شراب اور فحش رسالوں و فلموں کی فروخت سے آتا ہے) سرایت کر چکی ہوتی ہے۔ اگر یہ اپنے آقاؤں کا ایجنڈا پورا نہ کریں تو یہ پیسے بند ہو جاتے ہیں اور یہ تنظیمیں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں۔ اس لیے ان سے وابستہ لوگ یہودی سرمایہ داروں سے فنڈ حاصل کرنے کے لیے چابی سے چلنے والے بھالو کی طرح ہمہ وقت یہودی جانب سے سپرد کی گئی خدمت کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ ان کے جال میں ایک مرتبہ پھنسنے کے بعد نکلنے کی جتنی کوشش کی جائے، یہ جال اپنے شکار کی کھال میں اتنا ہی اندر گھستے چلے جاتے ہیں۔

(2) مذہبی طبقات میں رسوخ حاصل کرنا:

حکمران طبقے کے بعد یہودیوں کی دوسری کوشش دینی اور مذہبی

طبقے میں رسوخ حاصل کرنے کی ہوتی ہے، لہذا اس اعتبار سے بڑے علماء اور مشائخ کے خانوادوں تک رسائی ان کی ترجیحات میں شامل ہوتی ہے۔ وہ ان کے حلقے میں دھیرے دھیرے ایسا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے وہ ان کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکیں۔

(3) معاشرے کے اہم طبقات کو دوسرے سے دور کرنا:

ان کی تیسری کوشش ریاست کے تین اہم طبقات یعنی مسلم حکمران، علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر اسی وقت آفت آئی ہے جب حکمرانوں، علماء، مشائخ اور عامۃ المسلمین کے درمیان ربط کمزور پڑ گیا۔ آپس میں یکجان ہونے کے بجائے وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ ان تینوں طبقات یعنی حکمران، علماء اور عوام کے مابین ہمہ وقت مضبوط اور شفاف ربط قائم رکھا جائے۔

(4) عوام میں افراتفری پھیلانا:

یہودیوں کی چوتھی کوشش مسلم عوام میں افراتفری پھیلانے کی رہتی ہے۔ وہ اس سلسلے میں ہر طرح کی لاقانونیت اور طوائف الملوکی کو ہوا دیتے ہیں۔ اس سے ان کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عوام چند دنوں کے بعد اپنے رہنماؤں اور لیڈروں سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ملک میں واقع ہونے والی باتوں سے رفتہ رفتہ عوام لاطعلق رہنا پسند کرنے لگتے ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نازک سے نازک گھڑی میں بھی

تینوں طبقات یعنی حکمران، مشائخ و علماء اور مسلم عوام میں یہ داعیہ نہیں پیدا ہوتا کہ وہ باہم مربوط ہو کر کسی بحران کا مقابلہ کریں یا کسی موقع کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

(5) مذہبی رہنماؤں میں پھوٹ ڈلوانا:

یہودیوں کی پانچویں کوشش یہ ہوتی ہے کہ علماء کو آپس میں یا علماء اور مشائخ کو ایک دوسرے سے یا اپنی سیاسی قیادت کو جہادی و تحریکی قیادت سے الگھایا جائے۔ اس کے لیے وہ موقع کی مناسبت سے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک خطرناک سازش یہ کرتے ہیں کہ جہاں ایک طرف وہ علماء کو خفیہ طریقے سے آپس میں لڑا دیتے ہیں کہ کسی کو محسوس نہ ہو کہ وہ فی الواقع کسی کے آلہ کار کی طرح لڑ رہے ہیں، وہاں دوسری طرف اس لڑائی کو عامۃ المسلمین تک پہنچا کر پورے معاشرے میں لڑائی کی آگ بڑھکا دیتے ہیں۔ انیسویں صدی کی ہندوستان کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ بہت سے مذہبی تنازعات کے پیچھے ایک تیسری قوت کار فرما تھی۔

(6) مخالفین کو قتل کرنا (Target Killing):

ان کا ایک اور خطرناک طریقہ ہے جسے ”براہ راست اقدام کا طریقہ“ کہتے ہیں۔ اس کی یہ تین صورتیں ہوتی ہیں:

(i) ایسے حکمرانوں اور امراء کا خاتمہ یا انہیں بے دخل اور

معزول کر دینا جو ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

(ii) مخالفت کرنے اور نہ جھکنے والے مشائخ و وقت اور اپنا

حلقہ اثر رکھنے والے بزرگانِ دین کا خاتمہ۔

(iii) ایسے علماء جو قیادت کے اہل اور باشعور ہوں معاشرے میں اپنا اثر و رسوخ رکھتے ہوں اور یہودیوں کی چالوں کو سمجھتے اور ان کے مقاصد میں مزاحم ہوتے ہوں، ان کو قتل کر دیا جائے۔

(7) مخالف جماعتوں میں اپنے ایجنٹ داخل کرنا:

یہودیوں کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بالکل ابتدائی مرحلوں میں اپنے افراد کو دشمن کی جماعت یا تحریک کی صفوں میں داخل کر دیتے ہیں جو وہاں کچھ دنوں میں خاصے بارسوخ ہو جاتے ہیں۔ پھر بعد میں جب انہیں موقع ملتا ہے تو اپنی شہرت، مقبولیت اور اثر و رسوخ کی آڑ میں یہودیوں کے لیے وہ کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جن کا عام حالات میں تصور کرنا بھی محال ہے۔ بے جا نہ ہوگا اگر ہم اس کی ایک مثال ذکر کر دیں۔ مصر میں جمال عبدالناصر اور انور سادات کی یہی صورتحال تھی۔ 1954ء میں انقلاب کے برپا ہوتے ہی جمال عبدالناصر نے اسلامی تحریکوں کو سختی کے ساتھ کچلنا شروع کیا۔ 1970ء میں عبدالناصر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد انور سادات نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ مصر کا اس معاہدے پر دستخط کرنا پوری ملتِ اسلامیہ کی فلسطین کے متعلق پالیسی سے انحراف اور غدار کی مترادف تھا۔ کیمپ ڈیوڈ دراصل وہ جگہ ہے جو یہود کے ماہر ترین سفلی جادوگروں کے زیرِ اثر ہے۔ ان کی شیطانی کارستانیوں نے یہاں ساحرانہ طلسم کے جال تان رکھے ہیں۔ عام

طور پر کہا جاتا ہے کہ وہاں باہر سے جانے والا آکسیجن کے مخصوص دباؤ اور موسمی تغیرات سے ذہنی طور پر متاثر ہو کر یہود اور ان کے سرپرست امریکا کی من چاہی تجاویز مان لیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سامری جادو گروں کی فتنہ کاریاں اسے اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ وہ آزادانہ فیصلہ کر سکے۔ (صفحات 177 تا 180)

فری میسن کے سات

خطرناک ترین حربے

”اب تک جو طریقے درج کیے گئے یہ وہ ہیں جن میں وہ اپنے خاص لوگوں اور تربیت یافتہ آلہ ہائے کار کو استعمال کرتے ہیں۔ اس میں وقت اور خرچ زیادہ لگتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی یہودیوں کے کچھ طریقے ایسے ہیں جس میں انہیں کم سے کم طاقت لگانا پڑتی ہے اور زیادہ سے زیادہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بالواسطہ جنگ ہوتی ہے جس میں سراسر نقصان مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ ان طریقوں کی اہمیت اس اعتبار سے اور بڑھ جاتی ہے کہ ان کے اثرات دور رس، دیر پا اور اُمتِ مسلمہ کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں۔ وہ طریقے درج ذیل ہیں:

(1) دینی، سیاسی اور عسکری قیادت کو بے اعتبار یا ختم کر دینا:

پہلا طریقہ..... جو سب سے زیادہ خطرناک اور ضرر رساں ہے۔ مسلمانوں کی نمائندہ دینی و سیاسی قیادت اور مرکزی قوت کو عامۃ المسلمین کی نظر میں بے اعتبار کرنا یا ختم کر دینا۔ چنانچہ خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کوششیں، ترکی میں نوجوان لڑکوں کا ظہور، عرب قومیت کے نظریے کو ہوا دینا، عرب ممالک کی تقسیم در تقسیم، لارنس آف عربیہ کے

کارنامے، سلطنتِ قاچار میں بہائیوں کی کوششیں اور برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے سقوط کے لیے ریشہ دوانیاں سب اسی کا حصہ ہیں۔ ”صیہونی دانا بزرگوں کی دستاویزات“ نامی خفیہ مجموعہ میں اس طریقے کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

”دنیا بھر میں مذہب کے تبلیغی مراکز کو تباہ کرنے کے لیے جو اس زمانے میں بھی ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، ہم عرصہ دراز سے کوشش کر رہے تھے کہ عوام کے دل سے علماء کا احترام ختم کر دیا جائے۔ اب روز بروز عوام میں ان کا اثر ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہر جگہ ”ضمیر کی آزادی“ کو قبولِ عام حاصل ہو رہا ہے اور اب یہ چند سالوں کی بات ہے کہ عیسائی مذہب صفحہ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گا (اور ایسا ہی ہوا، موجودہ عیسائی دنیا یہودیوں کی روندی ہوئی دنیا ہے۔ اصل عیسائی مذہب کو مسخ اور عیسائی روایات و اقدار کو تہس نہس کرنے کے بعد اب وہ یہی حربہ عالمِ اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ ”اعاذنا اللہ منہ“ مرتب) جہاں تک دوسرے مذاہب کا تعلق ہے انہیں ختم کرنے میں ہمیں اتنی دشواری نہیں ہوگی، لیکن ان کے بارے میں کچھ کہنا ابھی ذرا قبل از وقت ہے۔ ہم پادریوں کا دائرہ عمل تنگ کر دیں گے۔“

(سترہویں دستاویز، مذہب کا استیصال: 151)

(2) احساس محرومی، شورش و انتشار اور غیروں سے امیدیں:

یہود کے سازشی ذہنوں کا گھڑا ہوا ایک طریقہ یہ ہے کہ ”مسلمان عوام“ میں احساس محرومی پیدا کر کے انہیں حکومت کے خلاف بھڑکایا جائے اور ایسی شورش اور افراتفری برپا کی جائے کہ وہ دنیاوی ترقی کر سکیں نہ غلبہ دین کی محنت کے لیے ان کے پاس فرصت ہو۔ آخر کار ان میں اتنی بددلی پیدا کی جائے کہ وہ یہود کے تجویز کردہ ”نجات دہندہ“ سے امیدیں باندھ کر اس کو اپنا حقیقی قائد اور رہبر و رہنما ماننے پر آمادہ ہو جائیں تاکہ وہ آل داؤد کی عالمی بادشاہت کے لیے راہ ہموار کر سکے۔ اس طرح یہود کے تمام عالم پر کھلی غلبہ کی راہ ہموار ہو جائے۔ اس طریقہ کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ان خفیہ دستاویزات کے تین اقتباسات غور سے پڑھیے:

”(i) جب ہماری مطلق العنان حکومت قائم ہو جائے گی تو ہر قسم کا آئین منسوخ کر دیا جائے گا لیکن وہ وقت آنے سے پہلے اس درمیانی مدت میں یہ اقدامات بہت ضروری ہیں۔ (ان) اقدامات کو تطویل سے بچنے کے لیے حذف کیا جاتا ہے۔ اسی مضمون میں آگے چل کر مناسب جگہ ان میں سے کچھ کا ذکر کر دیا جائے گا۔ راقم)

آئین کی منسوخی سے پہلے ہی ہمارے مطلق العنان حکمران کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس کے تسلیم کیے جانے کا وقت وہ ہوگا جب حکومت کی بدعنوانی اور نااہلی سے بیزار ہو کر (جس کا ہم عوام کو یقین دلا چکے ہوں گے) عوام خود چیخنے لگیں گے کہ ہمیں

ان نا اہل حکمرانوں سے بچاؤ اور ایسے حکمران کی خواہش کرنے لگیں گے جو انہیں متحد کر کے نفرت اور اختلافات کے اسباب، ملکی حدود، قومیتیں، مذاہب اور ملکی قرضوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور انہیں ایسا امن و سکون مہیا کر سکے جو موجودہ حکمران اور نمائندے فراہم نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اقوامِ عالم کی اس خواہش کے اظہار کو ممکن بنانے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ دنیا کے عوام کو ان کی حکومتوں کے خلاف صف آرا کیا جائے اور باہمی اختلافات، نفرت، جدوجہد، جسمانی اذیت، بھوک، بیماریاں اور ضرورتیں اتنی بڑھادی جائیں کہ انسانیت تھک کر چور ہو جائے اور غیر یہودیوں کے لیے ہماری دولت مند اور وسائل سے مالا مال حکومت تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔

لیکن اگر ہم نے دنیا کی اقوام کو سانس لینے کا موقع دیا تو وہ لمحہ جس کی ہم دعائیں کر رہے ہیں، شاید کبھی نہ آ سکے۔“
(دسویں دستاویز، فرماں روائے عالم کا

اعلان: 120)

”(ii) عوام جب دیکھیں گے کہ آزادی کے نام پر ہر قسم کی مراعات حاصل کی جاسکتی ہیں تو وہ بزعم خود یہ سمجھنے لگیں گے کہ انہوں نے اپنی حاکمیت خود اپنے زورِ بازو سے حاصل کی ہے، لیکن اسی اندھے پن کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا

پڑیں گی اور پھر انہیں کسی راہبر کی تلاش ہوگی۔ اب پچھلی صورتحال پر واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے ہوں گے اور اس طرح تمام اختیارات ہمارے قدموں تلے آجائیں گے۔ آپ کو فرانسیسی انقلاب یاد ہے۔ اسے ہم نے انقلابِ عظیم کا نام دیا تھا۔ اس انقلاب کی تیاری کے رازوں سے صرف ہم ہی واقف تھے اور سب کچھ ہمارا ہی کیا دھرا تھا۔

اس وقت سے لے کر آج تک ہم عوام کو مسلسل یکے بعد دیگرے محرومیوں اور ناامیدیوں سے دوچار کر رہے ہیں تاکہ آخر میں وہ ہم سے بھی بد دل ہو کر اس مطلق العنان بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیں جو صیہونی نسل سے ہوگا اور جسے ہم دنیا کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ہم ایک بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے ناقابلِ تسخیر ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی ملک ہمارے اوپر حملہ آور ہو تو دوسرے ممالک ہماری مدد کو دوڑ پڑتے ہیں۔“

(تیسری دستاویز، تسخیر کا طریقہ)

کار: 93، 94)

”(iii) جب ہم انقلاب کی ضربِ کاری لگا کر کامیاب ہو جائیں تو انقلاب کا جواز یہ پیش کریں گے کہ ہر چیز تباہ ہو گئی تھی اور عوام کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ ہم نے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں اس لیے لی تاکہ عوام کے مصائب کی بنیادی وجہ یعنی قومیتیں، سرحدیں اور کرنسی کے اختلافات وغیرہ ختم

کیے جاسکیں۔ تمہیں یہ حق ہے کہ ہمارے لیے جو سزا چاہو تجویز کرو لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ ہم تمہیں کیا پیش کر رہے ہیں؟ اس سے پہلے تمہاری تجویز کی ہوئی سزا انصاف پر مبنی نہیں ہو سکتی۔ یہ سننے کے بعد لوگ ہمارا احترام کریں گے اور یک زبان ہو کر فتح کی اُمید اور توقعات کی خوشی میں جھومتے ہوئے ہمیں اپنے کندھوں پر بٹھالیں گے۔“

(دسویں دستاویز، اقتدار کی تیاری: 115)

(3) بے مقصد تنازعات، لایعنی مباحثے اور فرضی مسائل:

مسلمانوں کے مختلف طبقات مثلاً حکمران، علماء و مشائخ، تاجر، فوجی افسران، عوام خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا ناخواندہ، خاص کرو جوانوں کو باہم الجھانے کے لیے مختلف عنوانات کے تحت کسی علمی و فکری تنازعے یا لایعنی بحث مباحثے میں الجھا دینا۔ یہ کام خود یا کسی آلہ کار کے ذریعے دیوار پر شیرہ لگانے کی مانند ہوتا ہے۔ مخلص مسلمانوں کے مختلف طبقات محض سادگی میں اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مدت میں یہودی یا تو مزید رسوخ حاصل کر کے اپنی جڑیں مضبوط کرتے ہیں یا اپنے مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ گزشتہ دو سو سالوں سے عالم اسلام میں جو بعض لایعنی مباحثے و مناظرے اور بے مقصد نظریاتی لڑائیاں ہوئی ہیں، وہ اسی کا شاخصانہ ہیں۔ اعلیٰ ترین یہودی دماغوں نے اس سازش کو ان الفاظ میں دستاویزی شکل دی تھی:

”اس کے بعد فوراً ہی عوام کی توجہ کا دھارا نئے مسائل کی طرف

موڑ دیں گے (کیا ہم نے لوگوں کو ہمیشہ نئی چیز کی جستجو کرنے کی تربیت نہیں دی؟) ان نئے مسائل کی بحث میں وہ عقل سے عاری لوگ بھی کود پڑیں گے جو ابھی تک بھی یہ نہیں سمجھے کہ جن مسائل پر وہ بحث کر رہے ہیں انہیں اس کا ہلکا سا شعور بھی نہیں ہے۔ رموزِ مملکت سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس علم کی بنیاد رکھی اور صدیوں سے اس میں رہنمائی کر رہے ہیں، دوسروں کی فہم سے بالا تر ہیں۔

ان تمام باتوں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عوام کی رائے سے ہم صرف اپنے نظام کی کامیابی کی راہ ہموار کریں گے۔ آپ اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہم مختلف مسائل پر ان کی رائے سے، اپنے عمل کی نہیں، بلکہ اپنے قول کی توثیق کرائیں گے۔ ہم بار بار اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ ہم ہر معاملے میں اپنی رہنمائی اس اُمید اور یقین سے حاصل کرتے ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہے ہیں۔“

(تیرہویں دستاویز، توجہ بھٹکانا: 131)

نظریاتی اختلافات کے علاوہ علاقائی و لسانی جھگڑوں کو ہوا دینا، آئے دن کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہنا اور عامۃ الناس کو اس میں الجھا کر مقصدی امور سے ہٹائے رکھنا۔ کوئی سمجھدار مسلمان اس کی اصلاح کے لیے آواز اٹھائے تو مختلف ہتھکنڈوں سے اس کی حوصلہ شکنی کرنا بلکہ یہ کوشش کرنا کہ مسلمانوں میں ایسی سمجھ اور شعور والے افراد پیدا ہی نہ ہوں تاکہ یہ

ننگِ انسانیت قوم اپنا کام کیے جائے۔ یہ سب کچھ اسی تیسرے طریقے کا حصہ ہیں۔ درج ذیل اقتباسات کو ذہن حاضر رکھ کر پڑھیے:

”رائے عامہ کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے اسے پراگندہ رکھنا ضروری ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم بھانت بھانت کے اختلافِ رائے کے لیے مواقع فراہم کریں اور ان اختلافات کو اتنے عرصہ تک شدہ دیتے رہیں کہ غیر یہودیوں کے دماغ مختلف نظریات کی بھول بھلیوں میں گم ہو جائیں اور ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ جائے کہ بہترین بات یہی ہے کہ رموزِ مملکت کے بارے میں (جنہیں عوام کے لیے سمجھنا ضروری نہیں ہے) کوئی رائے زنی ہی نہ کی جائے۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ ان معاملات کو سمجھنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جنہیں عوام کی قیادت کرنی ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ یہ پہلا راز ہے۔“

ہماری حکومت کی کامیابی کا دوسرا راز مندرجہ ذیل ہے:

”قومی کمزوریاں، عادات، جذبات اور معاشرتی زندگی کے نقائص بیان کرنے میں اس قدر غلو سے کام لینا چاہیے کہ عام آدمی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ اس افراتفری میں کہاں کھڑا ہے؟ اور اس طرح لوگ دوسروں کا نکتہٴ نظر سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھیں۔ یہ افراتفری ہماری ایک اور طریقہ سے بھی مدد کرے گی اور وہ اس طرح کہ مختلف جماعتوں میں پھوٹ پڑ

جائے گی اور ان تمام اجتماعی قوتوں کے، جو ہماری اطاعت قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، قدم اُکھاڑ دے گی اور ہر اس فرد کی حوصلہ شکنی کرے گی جو اپنی ذاتی اختراعی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کا سبب بن سکتا ہو۔

ہمارے لیے انفرادی اختراع سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اس اختراع کے پیچھے ذہانت اور فطانت بھی ہو۔ ایسی اختراع ان دس لاکھ آدمیوں سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے جن میں ہم نے نفرت کی پرورش کی ہے۔ ہمیں غیر یہودیوں کے تعلیمی شعبے کو اس طرح منظم کرنا چاہیے کہ جب وہ کسی ایسے مسئلے سے دو چار ہوں جس میں اختراع کی ضرورت ہو تو وہ اپنے آپ کو عاجز و بے بس سمجھ کر خود ہی ہار مان لیں۔

ان تمام باتوں سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم غیر یہودیوں کو تھکا کر اتنا مضطرب کر دیں کہ وہ آخر کار ہمیں اس قسم کی بین الاقوامی طاقت پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں جو ہمیں اس قابل کر دے کہ بغیر کوئی تشدد کیے ہم دنیا کے ملکوں کی ساری طاقت رفته رفته چوس کر ایک ”سپر گورنمنٹ“ بنا سکیں۔ موجودہ حکمرانوں کے بجائے ہم ان پر ایک ایسا عفریت مسلط کر دیں گے، جو اس سپر گورنمنٹ کی انتظامیہ کہلائے گی۔ اس کے پنجے ہر سمت گڑے ہوئے ہوں گے اور اس کی تنظیم اتنی وسیع و عریض ہوگی کہ ہمارے

لیے ساری دنیا کی قوموں کی تسخیر میں ناکامی ناممکن ہوگی۔“

(پانچویں دستاویز، مطلق العنانیت: 99)

(4) قیادت کے اہل افراد کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ:

ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان افراد کو بے اعتبار اور ناقابل اعتماد بنادینا جو قیادت کے اہل ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ ان کے خلاف غلط باتیں پھیلاتے ہیں۔ ایسی شخصیتوں کی جن سے ان کو خطرہ ہوتا ہے، جاسوسی کرتے ہیں۔ ان کی لغزشوں کے ثبوت محفوظ رکھتے ہیں اور انہیں مناسب موقع پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے خلاف باضابطہ مہم چلاتے ہیں اور بعض اوقات ان کو بلیک میل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اس طریقے کو سمجھنے کے لیے یہ اقتباس پڑھیے:

”درحقیقت ان ہی وجوہ کی بناء پر اکثر ملکوں میں بادشاہوں کو معزول کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ہی جمہوری حکومتوں کے قیام کا ایسا امکان پیدا ہو سکا کہ اسے روبہ عمل لایا جاسکے۔ اس کے بعد ہم نے حکمرانوں کے بدلے، صدر کی شکل میں انہیں کاٹھ کا آلو دے دیا، جو عوام میں سے چنا جاتا ہے اور ان کٹھ پتلیوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے جو ہمارے غلام ہیں۔

یہ اس بارودی سرنگ کی بنیاد تھی جو ہم نے غیر یہودی حکومتوں کے نیچے بچھائی، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ تمام غیر یہودیوں کے نیچے بچھائی تھی۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ہماری حکمت عملی

سے وہی نتیجہ نکلے جو ہم نکالنا چاہتے ہیں، ہمیں ایسے صدر کا انتخاب کروانا ہوگا جس کا ماضی کسی سر بستہ گناہ سے داغدار ہو۔ اس طرح وہ ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے زیادہ قابل اعتماد ثابت ہو سکے گا چونکہ ایک طرف تو اسے یہ خوف لاحق ہوگا کہ کہیں ہم اس کا راز فاش نہ کر دیں اور دوسری طرف (جیسا کہ ہر اقتدار پسند کی خواہش ہوتی ہے) وہ خود ان مراعات، فوائد اور اس شان و شوکت کو جو صدر کے عہدے کا لازمہ ہوتی ہے، باقی اور قائم رکھنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔“

(دسویں دستاویز، اقتدار کی تیاری: 118)

صدر چرچکسن کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے۔ جب اس نے یہود کے مقاصد کی تکمیل میں پس و پیش کیا تو ”واٹر گیٹ اسکینڈل“ میں بُری طرح پھنسا دیا گیا حتیٰ کہ استعفیٰ دیتے ہی بنی۔ امریکی صدر بل کلنٹن کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی اس کی واضح مثال ہے۔ دنیا حیرت زدہ تھی کہ یکا یک اس عورت (مونیکا لیونسکی) کو کیا ہوا کہ امریکی صدر کی عزت اتارنے پر نکل گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ یہودی لابی نے اپنی اس ایجنٹ کے ذریعہ عیاش صدر کو بوقتِ ضرورت لگام دینے کا بندوبست بہت پہلے کر لیا تھا۔ یہ بندوبست ان کے اس وقت کام آیا جب صدر کلنٹن نے فلسطینی علاقے میں یہودی بستیاں تعمیر کرنے پر اسرائیلی صدر نیٹن یاہو کو یاد دلایا کہ یہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جو اسرائیل فلسطینیوں سے کر چکا ہے۔ امریکی صدر جب یہودی ارادوں میں زیادہ مزاحم ہونے لگا تو یہودی لابی

اسے اپنی حد میں رکھنے کے لیے اس کے اس جرم کو منظر عام پر لے آئی جس کے ثبوت وہ اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئی تھی۔ جب صدر صاحب اپنے جاے میں واپس آ گئے اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیئے گئے تو ان کے خلاف مواخذے کی قرارداد اکثریتی ووٹوں سے نامنظور کروا کر بری الذمہ قرار دے دیا گیا۔

(5) اپنا کام نکالنے کے لیے مخلص افراد کو آپس میں لڑوانا:

ایک مؤثر طریقہ کار یہ ہے کہ یہود کے ایجنٹ، مسلمانوں کے مخلص افراد یا طبقات کو نہایت خفیہ طریقے سے اس طرح لڑا دیتے ہیں کہ دونوں افراد یا طبقات جو فی الواقع اس سازش سے بے خبر ہوتے ہیں، یہ باور کرتے ہیں کہ وہ حق کی خاطر جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایسا سمجھنے میں وہ بہت حد تک حق بجانب بھی ہوتے ہیں، لیکن دراصل وہ بالواسطہ ایسی بحث یا نزاع میں پڑ کر غیروں کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں، لیکن ہم انہیں ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس تحریر کا مقصد کسی کی اہانت یا دل آزاری نہیں، اصلاح احوال کی فکر پیدا کرنا ہے۔

یہود اور ان کے آلہ کاروں کی اس سے ملتی جلتی ایک اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی معقول اور صحیح بات کو ایک ایسے وقت میں حکمرانوں، علماء اور عامۃ المسلمین کے درمیان موضوع بحث بنا ڈالتے ہیں جو وقت مسلمانوں کے اعتبار سے خلاف مصلحت ہوتا ہے یعنی صحیح موقف کو غلط طریقے سے غلط وقت میں پیش کر کے اس کے ذریعے اہم اور زیادہ مفید مسئلے سے توجہ ہٹا کر غیر اہم اور کم تر افادیت والے مسئلے میں مشغول کر دیتے

ہیں۔ جب تک اس سے فراغت ہوتی ہے تب تک اصل مقصود کے حصول کا موقع ہاتھ سے جا چکا ہوتا ہے۔

(6) مذہبی و اخلاقی پستی پھیلا نا اور کھیل تماشوں کو فروغ دینا:

ایک طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین و آخرت کی فکر سے ہٹا کر دنیا بنانے کی فکر یا کھیل و تفریح اور لہو و لعب میں لگا دیا جائے۔ اس طرح وہ امت جو تمام روئے زمین پر غلبہ اسلام کی فکر اور تمام عالم کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تڑپ جیسے اعلیٰ مقاصد رکھتی تھی، جانوروں کی طرح اپنا پیٹ بھرنے اور خدا کی یاد سے غافل ہو کر لذاتِ نفس کے حصول میں منہمک رہنے جیسی پستی پر اتر آتی ہے۔ یادِ خدا، جہادِ بالسیف اور نصیحتِ المسلمین جیسے نظریات اسے دیوانوں کی بولگنے لگتے ہیں۔ درج ذیل پیرا گراف پڑھیے اور سوچئے کہ آج ہم جس مذہبی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہیں، اس تک پہنچانے میں کہیں اسی رسوائے زمانہ فرقتے کا ہاتھ تو نہیں؟

”اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ خود عوام کو یہ سوچنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، ہم ان کی توجہ تفریحوں، کھیل تماشوں اور اس قسم کی دوسری خرافات کی طرف موڑ دیں گے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد پولیس کے ذریعہ ہم فنکاروں، کھلاڑیوں اور اس قسم کے لوگوں کے لیے مقابلوں کا اعلان کریں گے۔ اس قسم کی دلچسپیاں، بالآخر ان کے ذہن ایسے مسائل کی طرف سے جن کی مخالفت کرنا ہمارے لیے ضروری ہو، ہٹا دیں گی۔ رفتہ رفتہ جب وہ ردِ عمل کی صلاحیت کھو بیٹھیں گے اور خود اپنی رائے قائم

کرنے کے قابل نہیں رہیں گے اور چونکہ صرف ہم ہی ان کے سامنے خیال کی نئی جہتیں پیش کر رہے ہوں گے، اس لیے اب وہ صرف ہمارے لہجے میں بات کرنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ کام یقیناً ان لوگوں کے ذریعہ کروایا جائے گا جن پر ہمارے ساتھی ہونے کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکے گا۔“

(تیرہویں دستاویز، توجہ بھٹکانا، نان

شبہ، تفریحی مراکز: 132)

(7) مذہب کے مسئلہ امور کو مشکوک بنانا:

ایک خطرناک طریقہ یہ ہے کہ مذہب کے مسئلہ امور کو لایعنی اشکالات اور بے معنی اعتراضات کر کے مشکوک بنا دیا جائے۔ مثلاً حدیث شریف کی حجیت اور تقلید کے وجوب کے انکار پر کی جانے والی بے سرو پا بحثیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا جیسے مسئلہ اسلامی عقائد و مسائل کے متعلق شکوک و شبہات اور بے معنی وسوسے پیدا کر کے لوگوں کو مذہب سے متنفر کر دیا جائے۔ جیسے وجود باری تعالیٰ یا..... یاد اڑھی اور پردہ پر از سر نو غور و فکر اور بحث و مباحثہ۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی مختلف آیات میں من گھڑت اور دل پسند تاویلات کر کے نئے ملحدانہ نظریات کو فروغ دینا، نیز صحابہ کرام کے اجتہادی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر زہریلے الفاظ میں بیان کرنا، یا ان پر تنقید کرنا، آئمہ مجتہدین پر بے معنی اعتراضات، مسلمانوں کے لیے قابلِ فخر فقہی ذخیرے سے غیر مفتی بہ جزئیات تلاش کر کے سادہ لوح عوام کو ورغلا نا۔ یہ سب اسی طریقے کے زمرے میں آتے

ہیں، اور مندرجہ بالا ساری مثالوں کو معمول یا مشن بنانے والے افراد یا جماعتیں شعوری یا لاشعوری طور پر یہود کے دیئے ہوئے رُخ پر چل رہے ہیں۔ دیکھئے! چودہویں دستاویز کے یہ عبرت آموز الفاظ:

”ہمارے مفکرین، غیر یہودی عقائد کی تمام تر کمزوریوں کو زیرِ بحث لائیں گے لیکن چونکہ ہمارے مذہب کے بارے میں سوائے ہمارے کسی اور کو اس کا علم ہی نہیں ہے اور ہم میں سے کوئی فرد بھی اس کا راز فاش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، اس لیے کوئی شخص ہمارے مذہب پر اس کے اصلی نکتہٴ نظر سے بات نہیں کر سکے گا۔

ہمارے دانا افراد، جنہیں غیر یہودی قیادت کی تربیت دی گئی ہے، تقریریں لکھیں گے، منصوبے بنائیں گے، یادداشتیں اور مضامین لکھیں گے جو غیر یہودی دماغوں کو متاثر کرنے میں استعمال کیے جائیں گے تاکہ انہیں گھیر کر علم کی اس فہم اور ترتیب کی طرف لایا جائے جو ہم نے ان کے لیے متعین کی ہوئی ہے۔“
(چودہویں دستاویز، مذہب پر حملہ :

(136، 135)

آج کل اس فتنہ پرور قوم نے اس کے لیے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ مغربی ممالک کی معیاری یونیورسٹیوں میں مذہبی تعلیم کے شعبے کھول رکھے ہیں جہاں مستشرقین کی زیرِ نگرانی اسلامی ممالک کے من پسند افراد کو ڈاکٹریٹ کروائی جاتی ہے۔ یہ نام نہاد پی ایچ ڈی افراد اپنے اپنے ممالک

میں جا کر جدید تحقیق کے نام پر زہر پھیلاتے ہیں۔ ان کا خاص ہدف پڑھے لکھے افراد ہوتے ہیں جن کی ذہنیت تبدیل کر کے اور انہیں اسلام کے حقیقی معانی و مفہیم سے برگشتہ کر کے الحاد و بے دینی کا چلتا پھرتا نمونہ اور داعی بنا دیا جاتا ہے۔ آج کل یہ افراد درس قرآن کے حلقوں کے ذریعے اپنی خطرناک تحریک کو فروغ دے رہے ہیں۔ خود روپودوں کی طرح جہاں تہاں اُگے ہوئے یہ ادارے اور حلقے جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ ذیل کا اقتباس اسلام کا درد رکھنے والوں کے لیے ان حلقوں کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہے:

”نوجوانوں کو رسمی مذاہب کی اپنے طرز پر تعلیم دینے اور اس کے بعد اپنے مذاہب کی واضح تعلیم دینے کی درمیانی مدت میں، ہم موجودہ مذاہب پر اعلانیہ انگلی نہیں اٹھائیں گے، لیکن ہم اس قسم کے اعتراضات ضرور ابھارتے رہیں گے جن کا مقصد انہیں فرقوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔“

بالعموم ہمارا پریس ملکی امور، مذاہب اور غیر یہودی نااہلی کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھے گا اور کسی اخلاقی اصول کو مد نظر رکھے بغیر ہر وہ طریقہ، جو صرف ہماری ذہین قوم ہی استعمال کر سکتی ہے، استعمال کرے گا، جس سے ان کا دقار مجروح کیا جاسکے۔“

اگر اپنے گرد و پیش سے باخبر رہا جائے تو بہت سے ایسے مواقع اور مناظر دیکھنے کو ملیں گے جو درج بالا سات طریقوں میں سے کسی ایک کا شاخسانہ ہوں گے۔ ضرورت صرف اُمت مسلمہ کی دور رس اور مومنانہ فراست کی ہے۔“

(صفحات 181 تا 191)

نصاری:

نصاری، یہودیوں کی نسبت کم عیار اور مکار ہیں، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسائیوں ہی کے ہاتھوں حضرت عیسیٰؑ کو سولی چڑھا دیا۔

عیسائیوں نے حضرت محمدؐ کے ساتھ علمی مباحثے بھی کیے، مگر ہٹ دھرمی سے اپنے خود ساختہ عقائد پر ڈٹے رہے۔ ان کا آخری مناظرہ قرآن نے یوں رقم کیا ہے:

”إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَ
مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ
فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ إِلَى
مَرْجِعِكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝
فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۖ وَاللَّهُ
لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ ذَلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ
وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ
آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝
الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝“ (سورة

(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ نے کہا: اے عیسیٰ! میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں، اور کافروں (کے میل جول کی گندگی) سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی

کی ہے ان کو قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم سب کی میری ہی طرف بازگشت ہے۔ پس جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے میں اُن میں تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا۔ سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہوا ہے، میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور اُن کا کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا، اور جو لوگ ایمان لائے، اور عمل نیک کئے، تو اللہ انہیں اُن کا پورا پورا اجر دے گا، اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (اے رسولؐ) ہم تم پر یہ آیتیں اور حکمت والا ذکر نازل کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی مثال کی طرح ہے۔ (خدا نے) اسے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر اُسے فرمایا کہ ہو جا، اور وہ ہو گیا۔ (یاد رکھو کہ) حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہی ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔)

اس مناظرے کے بعد ”مباہلے“ کا حکم نازل ہوا:

”فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ
فَنَجْعَلُ لَكُمْ وَآئِنُسْنَا وَآئِنُسَكُمْ ۖ ثُمَّ نَتَّبِعُ لَكُمْ
لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْكَذِبِينَ ۝“ (سورہ آل عمران، آیت ۶۱)

(پس بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے، کوئی شخص عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو، اور اپنے نفوس کو اور تمہارے نفوس کو۔ پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔)

نصاریٰ نجران مباہلے کے لیے آئے، مگر تختہ پاگ سے مباہلہ کی تاب نہ لاسکے، اور کچھ شرائط پر پیچھے ہٹ گئے۔ مباہلے کی شکست نے ان کے عقائد کا بطلان واضح کر دیا، اور وہ بجائے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے، اسلام کی مباہلہ میں فتح کو شکست میں تبدیل کرنے میں جُت گئے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے مسلمانوں میں سازشوں کا جال پھیلایا، اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام کے رعب و داب کے سامنے سرنگوں ہو کر اسلام میں داخل ہونے والے ”طالقان“ کو استعمال کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے، جس سے اسلام کے نام پر بھانت بھانت کے فرقے بن گئے۔ ہر فرقے کے پیچھے نہ صرف یہود و نصاریٰ کا ایکٹو (active) ہاتھ رہا ہے، بلکہ ان فرقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کا کام بھی وہ بڑے انہماک اور شد و مد سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔

برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے اپنی یادداشتوں:

(Colonisation Ideals: Humphry's Memoirs)

میں لکھتا ہے:

”سکریٹری نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے کام میں کامیاب رہے ہو لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم اس راہ میں دوسروں سے بازی لے جاؤ۔ آئندہ کے لیے تمہیں دو اہم باتوں کا خیال رکھنا ہے:

(۱) مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ہمیں ان تک پہنچنے

اور ان کے مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کریں کیونکہ دشمن پر ہماری کامیابی کا راز ان مسائل کی شناخت پر منحصر ہے۔

(۲) ان کی کمزوریاں جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں پھوٹ ڈالنا ہے۔ اس کام میں پوری قوت صرف کرنے کے بعد تمہیں یہ اطمینان ہو جانا چاہیے کہ تمہارا شمار صفِ اوّل کے انگریز جاسوسوں میں ہونے لگا ہے۔ (صفحہ 23)

”ایک دفعہ میں نے شیعہ سنی اختلافات کے موضوع کا اپنی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا: ”مسلمان اگر زندگی کے صحیح مفہوم کو سمجھتے تو ان اختلافات کو چھوڑ بیٹھتے اور وحدت و اتحاد کی بات کرتے۔“ اچانک صدرِ جلسہ نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: ”تمہارا کام مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکانا ہے نہ کہ تم انہیں اتحاد اور یک جہتی کی دعوت دو۔“

عراق جانے سے پہلے سیکرٹری نے اپنی ایک نشست میں مجھ سے کہا: ”اس سفر میں تمہارا اہم ترین فریضہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا اور انہیں ہوا دینے کے طریقوں کو سیکھنا ہے۔ اس سلسلے میں جتنی بھی معلومات مہیا ہو سکیں تمہیں اس کی اطلاع لندن کے حکام تک پہنچانا ہے۔ اگر تم اسلامی ممالک کے بعض حصوں میں سنی شیعہ فساد برپا کر دو تو گویا تم نے حکومتِ برطانیہ کی عظیم خدمت کی ہے۔“

جب تک ہم اپنے نوآبادیاتی علاقوں میں نفاق، تفرقہ، شورش اور اختلافات کی آگ کو ہوا نہیں دیں گے پُر سکون اور مرفوع الحال نہیں ہو سکتے۔ ہم اس وقت تک عثمانی سلطنت کو

”بشریت اسلام انسانوں کی اس طرح زندگی سے رہی ہے جتنی کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقت پر روشنی سے بخبردار کر دے۔“

(40) (جھ) - "جھ" وائش

سویا کر دی، کہ ان کو کھجور کی میٹھا دے، کہ، تم سے؟ کر دی میٹھا
 ،، کہتہ بہا۔ اترا کھجور سے، کہ، تم سے؟ کر دی میٹھا،
 بہا پر (کہ لکھنا اسی کے) ہر گز نہ متھا ج لکھ،

یہ سب؟۔۔۔ کیا کچھ کرے؟ یہ کرے، وہ اسے سمجھا دے؟

(28) 26 (صحیح) - "ہم امر ہو گئی ہے۔"

۱۰۱۔ اگر امید ایسے فخر پسند اور اہم شخصیتوں کے لیے ہے تو
 ان کی ہر چیز - جتنے سے جو ہے - کی اہمیت خاص
 کے ساتھ ان کے انتہائی عزیز و اقربا کی توجہ کی طرف
 منسوب ہے۔ ان کے ان کے لیے جو چیزیں ہیں وہ ان کی
 - جتنے سے جو ہے - کی اہمیت ہے، اس لیے کہ وہ ان کی
 منتہی، کرنا اور ان کے لیے، اور ان کی کرنا
 انتہائی اہمیت ہے، ان کے لیے، ان کے لیے، ان کے لیے
 کی طرف سے ان کے لیے، ان کے لیے، ان کے لیے

- ایسے کہ کتابت سے ہو کر - پڑھیں اور اصلاح عمل پائی

[illegible]

رکھا جائے اور انہیں حقائق دین تک نہ پہنچنے دیا جائے۔“ (صفحات 63-64)
 ”اس کے بعد بصورتِ فہرست ان اقدامات کی تاکید کی گئی تھی جن کے ذریعے اسلامی دنیا کو کمزور بنایا جاسکتا تھا اور وہ یہ تھیں:



(۱) بدگمانی اور سوءِ تقاہم کے ذریعے شیعہ اور سنی مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اہانت آمیز اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور نفاق و فترت کے اس سودمند پروگرام کو رو بہ عمل لانے کے لیے بھاری اخراجات کی ہرگز پروا نہ کرنا۔

(۲) مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی کے عالم میں رکھنا۔ کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ طباعت اور نشر و اشاعت پر پابندی عائد کرنا اور ضرورت پڑے تو عوامی کتب خانوں کو نذرِ آتش کرنا۔ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لیے علماء اور مراجع دینی پر ہتھیں لگانا۔

(۳) کاہلی پھیلانے اور زندگی کی جستجو سے مسلمانوں کو محروم کرنے کے لیے موت کے بعد کی دنیا میں رنگ آمیزی اور جنت کی ایسی توصیف بیان کرنا تاکہ وہ مجسم بن کر لوگوں کے ذہن اور قلب پر چھا جائے، اور وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنی معاشی تگ و دو سے دستبردار ہو جائیں، اور ملک الموت کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔

(۴) ہر طرف درویشوں کی خانقاہوں کا پھیلاؤ، اور ایسی کتابوں اور رسالوں کی طباعت جو لوگوں کو دنیا و مافیہا سے برگشتہ کر کے انہیں

مردم بیزاری اور گوشہ نشینی کی طرف مائل کریں جیسے غزالی کی احیاء العلوم، مولانا روم کی مثنوی اور محی الدین عربی کی کتابیں وغیرہ۔

(۵) خود خواہ حکمرانوں کی حقانیت کے ثبوت میں مختلف احادیث کی اشاعت مثلاً: ”بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے“۔ یا پھر یہ دعویٰ کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، بنی اُمیہ اور بنی عباس سب کے سب بالجبر تلوار کے زور سے حکومت کے منصب پر فائز ہوئے اور بزورِ شمشیر حکمرانی یا سقیفہ کی کارروائی کو ایک تماشے کی صورت میں پیش کرنا جس کی ڈوری حضرت عمر نے تھام رکھی ہو اور اس بارے میں دلائل قائم کرنا جیسے حضرت علی کے طرف داروں خاص طور پر آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ الزہرا کے گھر کو جلانا نیز یہ ثابت کرنا کہ:

- (i) حضرت عمر کی خلافت، ظاہر اُحضرت ابوبکر کی وصیت اور باطناً مخالفین کو ڈرا دھمکا کر عمل میں لائی گئی۔
- (ii) حضرت علی کی مخالفت کی بنیاد پر حضرت عثمان کے انتخاب میں ڈرامائی طور پر شوریٰ کی تشکیل، جو بالآخر مخالفت، شورش، خلیفہ سوم کے قتل اور حضرت علی کی خلافت پر منہج ہوئی۔
- (iii) مکر و حیلہ اور شمشیر کے ذریعے معاویہ کا برسرِ اقتدار آنا اور اسی صورت میں اس کے جانشینوں کا استقرار۔
- (iv) ابو مسلم کی قیادت میں سفاح کی مسلح شورش اور بزورِ

شمشیر خلافت بنی عباس کا قیام۔

(۷) حضرت ابوبکر سے لے کر عثمانیوں کی حکمرانی کے

اس دور تک تمام خلفائے اسلام آمر تھے، اور یہ کہ نظام اسلام میں ہمیشہ آمریت کا دور دورہ رہا ہے۔

(۶) راستوں میں بد امنی کے اسباب فراہم کرنا۔ بداندیش افراد کی مدد سے شہروں اور دیہاتوں میں فتنہ و فساد برپا کرنا، اور غنڈوں، فسادیوں اور ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنا، اور انہیں اسلحہ اور رقم فراہم کر کے ان کی مدد کرنا۔

(۷) حفظانِ صحت کی کوششوں میں آڑے آنا، اور جبری اور قدری انکار

کو ترجیح دینا اور یہ بتانا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ بیماری بھی اللہ کی دین ہے، اور اس کا علاج بے سود ہے۔ اس سلسلے میں یہ آیت پیش کرنا ”وہی ہے جو مجھے کھانا دیتا ہے اور پیاس کی حالت میں سیراب کرتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے تندرستی عطا کرتا ہے“۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۸۰) ”وہی مارتا ہے اور چلاتا بھی ہے“۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۸۱) شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ موت اور حیات بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بیماری سے شفا یابی اور موت سے رہائی اس کی مشیت اور اس کے ارادہ کے بغیر قطعی ناممکن ہے، اور یہ تمام رونما ہونے والے واقعات قضائے الہی ہیں۔

(۸) اسلامی ممالک کو فقر و افلاس میں باقی رکھنا، اور ان میں کسی قسم کا

تغیر و تبدل یا اصلاح عمل کو جاری نہ ہونے دینا۔

(۹) فتنہ و فساد اور ہنگامہ آرائیوں کو ہوا دینا، اور اس عقیدہ کو لوگوں میں

راسخ کرنا کہ اسلام محض عبادات اور پرہیزگاری کا نام ہے، اور دنیا اور اس کے امور سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت ختمی المرتبت اور ان کے جانشینوں نے کبھی ان مسائل میں پڑنے کی کوشش نہیں کی، اور سیاسی اور اقتصادی تنظیم سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔

(۱۰) ادھر دیئے ہوئے امور پر توجہ اقتصادی بد حالی اور غربت و بیکاری

میں اضافہ کا باعث ہوگی، مگر اس کے ساتھ ساتھ پسماندگی میں اضافہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسانوں کے غلہ کے ڈھیروں کو نذر آتش کیا جائے، تجارتی کشتیوں کو ڈبو دیا جائے، تجارتی جہاز اور صنعتی مراکز میں بڑے پیمانے پر آگ بھڑکائی جائے، دریاؤں کے بند توڑ کر بستیاں ویران کی جائیں، اور پینے کے پانی کو زہر آلود بنایا جائے تاکہ اس لحاظ سے علاقے والوں کی پسماندگی اور فقر و ہلاکت کا سامان فراہم کیا جاسکے۔

(۱۱) اسلامی حکمرانوں کے مزاج کو بدلا جائے اور ان میں شراب نوشی، جوئے

بازی اور دیگر اخلاقی برائیاں پیدا کی جائیں۔ قومی خزانہ میں خورد برد اور لوٹ کھسوٹ کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ ان کے پاس اپنے دفاع کی ہلکی معیشت اور ترقیاتی امور کے لیے کوئی رقم باقی نہ رہے۔

(۱۲) ”مرد عورتوں پہ حاکم ہیں“ (سورۃ النساء، آیت ۳۴) یا

”عورتیں بدی کا پتلا ہیں“ کی حدیث کے سہارے عورتوں کی

تو بہن و تحقیر اور کنیزی کا پرچار کیا جائے۔

(۱۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی شہری اور دیہاتی بستیوں میں غلاظت اور گندگی کا سب سے بڑا سبب ان علاقوں میں پانی کی کمی ہے، اور ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ممکن طریقے سے گنجان آباد علاقوں میں پانی کی فراوانی روک دیں تاکہ ان علاقوں میں زیادہ کثرت سے گندگی میں اضافہ ہو۔“ (صفحات 66 تا 70)



”کتاب کے ایک اور باب میں مسلمانوں کی قوت و طاقت کو توڑنے اور انہیں کمزور بنانے کے دیگر اصولوں پر بھی گفتگو کی گئی تھی، جو دلچسپی سے خالی نہیں:

(۱) ایسے افکار کی ترویج جو قومی، قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں اور لوگوں کو گزشتہ قوموں کی تاریخ، زبان اور ثقافت کی طرف شدت سے مائل کریں، اور وہ ماقبل اسلام کی تاریخی شخصیتوں پر فریفتہ ہو جائیں، اور ان کا احترام کریں۔ مصر میں فرعونیت کا احیاء، ایران میں زرتشت اور بین النہرین میں بابل کی بت پرستی، ان ہی کی مثالیں ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں ایک بڑے نقشے کا بھی اضافہ کیا گیا تھا جس میں ان مراکز کی نشاندہی کی گئی تھی جن میں سابق الذکر خطوط پر عملدرآمد ہو رہا تھا۔

(۲) شراب خوری، جوئے بازی، بد فعلی اور شہوت رانی کی ترویج، سؤر کے گوشت کے استعمال کی ترغیب، ان کارگزاریوں میں یہودی، نصرانی، زرتشتی اور صابی اقلیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ بٹانا چاہیے اور ان برائیوں کو مسلم معاشرے میں زیادہ سے زیادہ

فروغ دینا چاہیے جن کے عوض نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت انہیں انعام و اکرام سے نوازے گی۔ اس کام کے لیے متعدد افراد کی ضرورت ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شراب، جوا، فحاشی اور سؤر کے گوشت کو جہاں تک ہو سکے لوگوں میں مقبول بنائیں۔ اسلامی دنیا میں انگریزی حکومت کے کارندوں کا یہ فریضہ تھا کہ وہ مال و دولت، انعام و اکرام اور ہر مناسب طریقے سے ان برائیوں کی پشت پناہی کریں اور ان پر عمل پیرا افراد کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچنے دیں، اور مسلمانوں کو اسلامی احکامات اور اس کی اوامر و نواہی سے روگردانی کی ترغیب دیں کیونکہ احکام شرع سے بے توجہی معاشرے میں بد نظمی اور افراتفری کا سبب ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں سود کی شدت سے مذمت کی گئی ہے اور اس کا شمار گناہان کبیرہ میں ہوتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ہر حال میں سود اور حرام سودے بازی کو عام کرنے کی کوشش کی جائے اور اقتصادی بد حالی کو مکمل طور پر پروان چڑھایا جائے۔ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ سود کی حرمت سے متعلق آیات کی غلط تفسیر کی جائے اور اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے کہ قرآن کے ایک حکم کی سرتابی اسلام کے تمام احکام سے روگردانی کی جرأت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ قرآن نے جس سود کو منع کیا ہے وہ سود مرکب (یا سود در سود) ہے، وگرنہ عام سود میں

کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے: ”اپنے مال کو کئی گنا کرنے کی خاطر سود نہ کھاؤ۔“ (سورہ آل عمران، آیت ۱۳۰) اس بنا پر سود حرام نہیں ہے۔

(۳) علمائے دین اور عوام کے درمیان دوستی اور احترام کی فضا کو آلودہ کرنا اہم فریضہ ہے، جسے انگلستان کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس کام کے لیے دو باتوں کی اشد ضرورت ہے: (۱) علماء و مراجع پر الزام تراشی کرنا۔

(ب) نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت سے منسلک بعض افراد کو علمائے دین کی صورت دینا اور انہیں لازہم یونیورسٹی، نجف، کربلا اور استنبول کے علمی اور دینی مراکز میں اتارنا، علمائے دین سے لوگوں کا رشتہ توڑنے کے لیے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کے مطابق تربیت دی جائے۔ اس کام کے لیے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو ہمارے تنخواہ دار ہوں تاکہ وہ جدید علوم کی تدریس کے ضمن میں نوجوانوں کو علمائے دین اور عثمانی خلیفہ سے متنفر کریں، اور ان کی اخلاقی برائیوں اور ظلم و زیادتیوں کو بڑی آب و تاب کے ساتھ بیان کریں، اور یہ بتائیں کہ وہ کس طرح قومی سرمایہ کو اپنی عیاشیوں کی نذر کرتے ہیں، اور ان

میں کسی پہلو سے اسلامی جھلک نہیں پائی جاتی۔

(۴) وجوب جہاد کے عقیدے میں تزلزل پیدا کرنا، اور یہ ثابت کرنا کہ

جہاد صرف صدر الاسلام کے لیے تھا تا کہ مخالفوں کی سرکوبی کی جائے، مگر آج اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

(۵) کافروں کی پلیدی اور نجاست سے متعلق موضوع جو خاص طور پر

شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے، ان مسائل میں سے ہے جسے

مسلمانوں کے ذہن سے خارج ہو جانا چاہیے اور اس کے لیے

قرآن اور حدیث سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور

پر یہ آیت جس میں کہا گیا ہے کہ ”اہل کتاب جو کھانا کھاتے ہیں

وہ تم پر حلال ہے اور جو تم کھاتے ہو وہ ان پر حلال ہے اور پاک

دامن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) عورتیں

تم پر حلال ہیں۔“ کیا رسول اللہ نے صفیہ اور ماریہ نامی یہودی اور

مسیحی عورتوں سے شادی نہیں کی تھی؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ

(نعوذ باللہ) رسول اللہ کی بیویاں نجس تھیں؟

(۶) مسلمانوں کو یہ بات سمجھانی چاہیے کہ دین سے حضرت ختمی

مرتبہ کی مراد صرف اسلام نہیں، بلکہ جیسا کہ قرآن حکیم سے

بھی ثابت ہے دین میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل

ہیں، اور تمام ادیان کے پیروکاروں کو مسلمان کہا جائے گا۔ قرآن

مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ اس

دنیا سے بطور مسلمان جائیں۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی بھی

یہی تمنا ہے کہ ”پروردگار! ہم دونوں کو مسلمانوں کے زمرہ میں اور ہمارے خاندان کو امت مسلمہ قرار دے“۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں سے کہتے ہیں: ”نہ مرنا مگر حالت اسلام میں“۔
(۷) دوسرا اہم موضوع کلیساؤں اور کنیساؤں کے اسباب سے متعلق

ہے۔ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اہل کتاب کی عبادت گاہیں محترم ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے: ”اگر خداوندِ عالم لوگوں کو منع نہ فرماتا تو لوگ نصاریٰ کے کلیساؤں، یہودیوں کے کنیساؤں اور زرتشتیوں کے آتشکدوں کو تباہ و برباد کر دیتے“ (سورۃ الحج، آیت ۳۰) اس آیت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام میں عبادت گاہیں محترم ہیں، اور انہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔

(۸) دینِ یہود سے انکار پر مبنی چند حدیثیں جناب رسالت مآبؐ سے نقل کی گئی ہیں مثلاً ”یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو، یا جزیرۃ العرب میں دو متفاوت ادیان کی گنجائش نہیں“۔ ہمیں ہر حال میں ان احادیث کی تردید کرنی چاہیے، اور یہ بتانا چاہیے کہ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں تو حضرت ختمی مرتبتؐ کبھی یہودی عورت سے شادی نہ کرتے۔

(۹) لازم ہے کہ مسلمانوں کو عبادت سے روکا جائے اور اس کے وجوب کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کیے جائیں۔ خاص طور سے اس نکتہ پر زور دیا جائے کہ خداوندِ عالم

(308)

(محط اعمال کا باعث افعال شنیعہ)

بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ حج ایک بیہودہ عمل قرار دیا جائے، اور مسلمانوں کو شدت کے ساتھ مکہ جانے سے روکا جائے۔ اسی طرح مجالس اور اس سلسلہ کے تمام اجتماعات پر پابندی لگائی جائے۔ یہ اجتماعات ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں، اور انہیں شدت کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ مساجد، آئمہ دین کے مزارات، امام بارگاہوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر بھی بندش عائد کی جائے۔

(۱۰) خمس اور غنائم جنگی کی تقسیم بھی اسلام کی تقویت کا ایک سبب ہے۔ خمس کا تعلق لین دین، تجارتی اور کاروباری منافع سے نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس رقم کی ادائیگی پیغمبر اکرمؐ اور اماموں کے زمانے میں واجب تھی، لیکن اب علمائے دین کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے اس رقم کو حاصل کریں۔ خاص طور پر جبکہ یہ لوگ اس رقم سے ذاتی فائدے حاصل کرتے ہیں اور اپنے لیے بھیڑ، بکریاں، گائے، گھوڑے، باغات اور محلات خریدتے ہیں۔ اس اعتبار سے شرعاً خمس کی رقم ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۱۱) لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام فتنہ و فساد اور ابتری اور اختلافات کا دین ہے، اور اس کے ثبوت میں اسلامی ممالک میں رونما ہونے والے واقعات کو پیش کرنا چاہیے۔

(۱۲) اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے، اور لوگ آمریت کی تہذیب و تمدن کا شکار ہو جائیں۔ اس صورت میں ہم نوجوانوں کو ان کے دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علماء سے دور رکھ سکتے ہیں۔

(۱۳) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعی بلیغ کی ضرورت ہے تاکہ مسلمان عورتیں خود پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں۔ اس سلسلے میں ہمیں تاریخی دلائل و شواہد کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ پردہ کا رواج بنی عباس کے دور سے ہوا، اور یہ ہرگز اسلام کی سنت نہیں ہے۔ لوگ رسول اکرمؐ کی بیویوں کو بغیر پردہ دیکھتے رہے ہیں۔ صدر الاسلام کی عورتیں زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں۔ ان کوششوں کے بار آور ہونے کے بعد ہمارے ساتھیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کو نامشروع جنسی روابط اور عیاشیوں کی ترغیب دیں، اور اس طرح برائیوں کو اسلامی معاشرے میں رواج دیں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں تاکہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

(۱۴) جماعت کی نماز سے لوگوں کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ آئمہ جماعت پر الزام تراشیاں کی جائیں، اور ان کے فسق و فجور پر مبنی دلائل

اور اہل اسلام اس کو قیام لیا اور اس کی جگہ پر رہا۔ اس نے اپنے پیروں کو
 سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو
 جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔
 اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے
 پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو
 سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ
 تم اس کو جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو
 جہنم لے جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے
 جاؤ۔ اس نے اپنے پیروں کو سزا دی کہ تم اس کو جہنم لے جاؤ۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی بجائے عباسی خلفاء دفن ہیں۔ ہمیں بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ زمین کے برابر ہو جائے، اور تمام اسلامی ممالک کی زیارت گاہیں ویرانوں میں بدل دی جائیں۔

(۱۶) خاندان رسالتؑ سے اہل تشیع کی عقیدت و احترام ختم کرنے کے لیے جھوٹے اور بناوٹی سادات پیدا کیے جائیں، اور اس کام کے لیے ہمیں چند تنخواہ دار افراد کی ضرورت ہے جو عواموں کے ساتھ لوگوں میں ظاہر ہوں، اور اپنے آپ کو اولادِ رسولؐ سے نسبت دیں۔ اس طرح وہ لوگ جو ان کی حقیقت سے واقف ہیں آہستہ آہستہ حقیقی سادات سے برگشتہ ہو جائیں گے، اور اولادِ رسولؐ پر شک کرنے لگیں گے۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبرِ خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو، اور لوگ علماء کا احترام چھوڑ دیں۔

(۱۷) امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مراکز کو ختم کر کے ان کو ویران کر دیا جائے، اور یہ کام مسلمانوں کو گمراہی کی راہ سے روکنے اور دین کو بدبختی اور نابودی سے بچانے کے عنوان سے ہونا چاہیے۔ اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کو مجالس عزاء میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور عزاداری کو بتدریج ختم کیا جائے۔ اس کام کے لیے امام بارگاہوں کی تعمیر اور

علماء و ذاکرین کے انتخاب کی شرائط کو سخت بنایا جائے۔

(۱۸) آزاد خیالی اور چون و چرا والی کیفیت کو مسلمانوں کے اذہان میں

راسخ کرنا چاہیے تاکہ ہر آدمی آزادانہ طور پر سوچنے کے قابل ہو،

اور ہر کام اپنی مرضی سے انجام دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن

المعکر واجب نہیں۔ احکام شریعت کی ترویج کا عمل متروک ہونا

چاہیے۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المعکر کو واجب سمجھا جائے

تو بھی یہ کام بادشاہوں کا ہے، عوام الناس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۱۹) نسل کو کنٹرول کیا جائے، اور مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں اختیار

کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نئے قوانین وضع کر کے شادی

کے مسئلہ کو دشوار بنایا جائے مثلاً عرب مرد ایرانی عورت سے اور

ایرانی مرد عرب عورت سے شادی کی اجازت نہ دی جائے۔ اسی

طرح ترک، ایرانیوں سے شادی نہیں کر سکیں گے۔

(۲۰) اسلامی تعلیم کی آفاقیت کے مسئلہ کو محکم و لائل سے رد کیا جائے اور

یہ بتایا جائے کہ اسلام اصولاً دین ہدایت نہیں ہے، بلکہ اس کا

تعلق صرف ایک قبیلہ اور ایک قوم سے ہے جیسا کہ قرآن

نے اقرار کیا ہے:

”یہ دین تمہارے اور تمہارے قبیلہ کی ہدایت کے لیے

ہے۔“ (سورہ زخرف، آیت ۲۴)

(۲۱) مساجد، مدارس، تربیتی مراکز اور اچھی بنیادوں پر قائم ہونے والی

تعمیرات سے متعلق اسلام کی تمام سنتوں کو کالعدم یا کم از کم محدود

کر دیا جائے۔ اس قسم کے اُمور کا تعلق علماء سے نہیں، بلکہ سربراہان مملکت سے ہے، اور جب حکومتیں اس قسم کا کام انجام دیں گی تو از خود ان کی دینی قدر و قیمت جاتی رہے گی۔

(۲۲) ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی

بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔ خاص طور پر کفار

اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں توہین آمیز آیات، امر

بال معروف اور جہاد سے متعلق آیتوں کو قرآن سے حذف کیا

جائے، اور قرآن کو ترکی اور فارسی زبانوں میں ترجمہ کر کے

بازاروں میں لایا جائے۔ غیر عرب مسلم حکومتوں کو ترغیب دی

جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قرآن، اذان اور نماز کو عربی

زبان میں پڑھنے سے پرہیز کریں۔ دوسرا مسئلہ احادیث و

روایات میں تشکیک پیدا کرنا ہے، اور قرآن کی طرح اس میں بھی

تحریف و ترجمہ سے کام لینا ہے۔ (صفحات 70 تا 78)

لارڈ ہمفرے نے اپنی یادداشتوں میں ایک چودہ نکاتی دستور بھی دیا ہے، جس

کے ذریعے اسلام اور اہل اسلام کو ایک صدی کے اندر اندر نابود کرنا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

”(۱) تاجکستان، بخارا، ارمنستان، شمالی خراسان اور ماوراء النہر اور

روس کے جنوب میں واقع مسلم آبادیوں پر اختیار حاصل کرنے

کے لیے سلطنتِ روس سے وسیع پیمانے پر اشتراکِ عمل، اس کے

علاوہ ایران کے سرحدی شہروں ترکستان اور آذربائیجان پر تسلط

حاصل کرنے کے لیے روس کے ساتھ اشتراکِ عمل۔

(۲) اسلامی حکومتوں کو اندرونی اور بیرونی اعتبار سے پوری طرح تباہ کرنے کے لیے ایک منظم پروگرام کی تشکیل میں روس اور فرانس کے سلاطین کے ساتھ اشتراک عمل۔

(۳) عثمانی اور ایرانی حکومتوں کے درمیان تنازعات کو ہوا دینا اور ان کے درمیان قومی اور نسلی اختلافات کی آگ بھڑکانا۔ عراق اور ایران کے اطراف میں آباد قبیلوں میں قبائلی جنگیں اور شورشیں پیدا کرنا۔ ماقبل اسلام مذاہب کی تبلیغ حتیٰ کہ ایران، مصر اور بین النہرین کے متروک اور مردہ ادیان کا احیاء اور ان کے پیروکاروں کو اسلام سے پھیر دینا۔

(۴) اسلامی ممالک کے شہروں اور دیہاتوں کے بعض حصوں کو غیر مسلم اقوام کے حوالے کرنا مثلاً مدینہ یہودیوں کو، اسکندریہ عیسائیوں کو، یزد پارسیوں کو، عمارہ صابیوں کو، کرمان شاہ علی اللہیوں کو، موصل یزیدیوں کو اور بوشہر سمیت خلیج فارس کے قرب و جوار کے علاقے ہندوؤں کو سونپنا۔ ان دو آخر الذکر علاقوں میں پہلے اہل ہند کو بسانا ضروری ہے۔ اسی طرح لبنان میں واقع طرابلس دروزیوں کے، قارض علویوں کے، اور مسقط خوارج کے حوالے کرنا۔ یہی نہیں بلکہ مادی امداد، جنگی ساز و سامان اور فوجی اور سیاسی ماہرین کے ذریعے انہیں مضبوط بنانا بھی ضروری ہے تاکہ کچھ عرصہ کے بعد یہ اقلیتیں اہل اسلام کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں، اور اسلام کا پیکر آزرده ہو جائے، اور علاقے میں بدترتج

ان کا اثر و نفوذ مسلم حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جائے، اور اسلام کی ترقی پذیری میں رخنہ پڑ جائے۔

(۵) ہندوستان کی ایرانی اور عثمانی حکومتوں میں بھی چھوٹی چھوٹی

ریاستوں کا قیام عمل میں آئے، اور پھر پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو یا بہتر الفاظ: ”پھوٹ ڈالو اور منادو“ کے قانون پر عمل کرتے ہوئے انہیں ایک دوسرے سے بھڑا دیا جائے۔ اس صورت میں ایک طرف وہ آپس میں دست و گریباں ہوں گی، اور دوسری طرف مرکزی حکومت سے بھی ان کے تنازعہ کا سامان فراہم رہے گا۔

(۶) ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلامی دنیا میں لوگوں کے

افکار سے ہم آہنگی رکھنے والے من گھڑت عقائد و مذاہب کی تبلیغ مثلاً اہل بیتؑ سے بے انتہا عقیدت و احترام رکھنے والے شیعہوں کے حسین اللہی مذہب، امام جعفر صادق علیہ السلام کی ذات سے متعلق شخصیت پرستی، امام علی رضا علیہ السلام اور امام غائب (حضرت مہدی موعود) کے بارے میں مبالغہ آرائی اور ہشت امامی فرقہ کی ترویج۔ ہر مذہب کے لیے اس کے مناسب ترین مقام یہ صورت ہوگی: حسین اللہی فرقہ (کربلا)؛ امام جعفر صادق کی پرستش (اصفہان)؛ امام مہدی علیہ السلام کی پرستش (سامرہ)؛ اور ہشت امامی مذہب (مشہد)۔ ان جعلی مذاہب کی تبلیغ و ترویج کا دائرہ صرف شیعہ مذہب تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اہل تسنن کے تمام فرقوں میں بھی اس قسم کے

مذہب کو ترویج دیا جانا چاہیے، اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا وہ بیج بونا چاہیے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو سچا مسلمان اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل سمجھے۔

(۷) زنا، لواطت، شراب نوشی اور جوا وہ اہم امور ہیں جنہیں مسلمانوں کے درمیان رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ ان بری عادتوں کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے علاقے کے ان لوگوں سے زیادہ مدد لینی چاہیے جو ماقبل اسلام دیگر مذاہب سے وابستہ تھے، اور خوش قسمتی سے ان کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔

(۸) اہم اور حساس عہدوں پر غلط کار اور ناپاک افراد کا تقرر اور اس بات پر توجہ کہ ریاستوں کی سربراہی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت سے وابستہ رہنی چاہیے تاکہ وہ انگلستان کی حکومت کے لیے کام کریں، اور ان سے احکامات وصول کریں۔ پھر ان کا اثر افراد کے ذریعے ہمارے مقاصد پوشیدہ طور پر قوت کے سہارے رو بہ عمل آئیں۔ البتہ ان کے چناؤ میں مسلم بادشاہوں کا ہاتھ ہوگا۔

(۹) غیر عرب مسلم ممالک میں عربی ثقافت اور زبان کے پھیلاؤ کو روکنا، اور اس کی بجائے سنسکرت، فارسی، گُردی، پشتو، اردو اور قومی زبانوں کو ان سرزمینوں پر رائج کرنا تاکہ علاقائی زبانیں رواج پا کر عربی زبان بولنے والے قبائل میں اتر آئیں، اور فصیح عربی زبان کی جگہ اختیار کریں۔ اس طرح اہل عرب کا قرآن اور

[illegible]

(۱۰) - جوئے کا دھبہ پڑنے سے بچنا

حکومتِ برطانیہ کے عمال اور جاسوسوں کا تقرر۔ البتہ ان کا دائرہ عمل اسلامی ممالک میں زیرِ کلیسا ہی ہوں گے۔ ان عالم نما عیسائیوں میں بعض کا کام یہ ہوگا کہ وہ مستشرق اور اسلام شناس بن کر تاریخی حقائق میں تحریف کریں، اور انہیں برعکس دکھانے کی کوشش کریں، اور پھر دلائل کی فراہمی اور اسلامی ممالک سے ضروری اطلاعات حاصل کرنے کے بعد ایسے مقالے تیار کریں جو اسلام کے نقصان اور عیسائیت کے فائدے میں ہوں۔

(۱۲) مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں خود سری اور مذہب سے بیزاری کی ترویج اور انہیں اسلام کے اصول و مہمانی کی سچائی کے بارے میں بدظن کرنا، اور یہ کام مشنری اسکولوں، اخلاق باختہ اور اسلام دشمنی پر مبنی کتابوں، پیش و نوش اور خوش باشی کا سامان فراہم کرنے والے کلبوں اور غلط بنیادوں پر استوار مسلم اور غیر مسلم نوجوانوں کو پھانسنے کے لیے یہودی اور مسیحی نوجوانوں کی شرکت سے خفیہ انجمنوں کی تائیں۔

(۱۳) اسلام کو کمزور کرنے، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور انہیں زندگی کے مسائل کے بارے میں سوچنے اور ترقی کی راہ میں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اسلامی ممالک میں اندرونی اور بیرونی طور پر شورشیں پیدا کرنا، اور مسلمانوں کو ایک دوسرے یا پھر دیگر ادیان کے پیروکاروں سے بھڑائے رکھنا۔ قومی دولت، مالی ذخائر اور فکر و فہم کی قوتوں کو تباہی سے دوچار کرنا، مسلمانوں میں روحِ عمل، اور ولولہ

انگیزی کو ختم کرنا، اور ان میں انتشار پیدا کرنا۔

(۱۴) اسلامی ممالک کے اقتصادی نظام کو درہم برہم کرنا جس میں زراعت اور آمدنی کے تمام ذرائع شامل ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بندوں میں شگاف پیدا کرنا، دریاؤں میں ریت کی سطح اونچی کرنا، لوگوں میں سُستی، سہل انگاری اور تن آسانی کو فروغ دینا، پیداوار اور تولیدی امور کی طرف سے لوگوں کی بے توجہی کو تقویت دینا اور عوام کو منشیات کا عادی بنانا ضروری ہے۔“ (صفحات 80 تا 84)

لارڈ ہمفرے دراصل وہابی مذہب کا بانی ہے۔ اسی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو تیار کیا، اور اسے چھ نکاتی ایجنڈا دے کر محمد ابن سعود کی ملٹری حمایت سے سعودی عرب میں اتارا۔ ملاحظہ فرمائیے وہ چھ نکاتی ایجنڈا:

”(۱) اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا، اس ضمن میں گرفتار کیے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں غلام و کنیر کی حیثیت میں بیچنا۔

(۲) بت پرستی کے بہانے بصورتِ امکان خانہ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضہ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارت گری پر قبائل عرب کو اکسانا۔

(۳) عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا اور ناخوش لوگوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام

کے لیے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل۔ اشرافِ حجاز کے احترام اور اثر و نفوذ کو توڑنے کے لیے انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

(۴) پیغمبرِ اسلام، ان کے جانشینوں اور کھلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔

(۵) جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ و فساد، شورش اور بد امنی کا پھیلاؤ۔

(۶) قرآن میں کی بیشی پر شاہد احادیث و روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر و اشاعت۔“ (صفحات 85 تا 86)

اس چھ نکاتی ایجنڈا کی شق نمبر ۱ پر عمل زور شور سے جاری ہے۔ حج و عمرہ کے دوران آپ اس کا عملی مظاہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ وہابی باقی دنیا میں بھی سوائے اپنے دیگر مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ شق نمبر ۳ پر عمل درآمد ہو کر سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہو چکے ہیں۔ شق نمبر ۴ پر عمل درآمد جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی شکل میں ہو چکا ہے۔ پاکستان میں بھی طالبان صوبہ سرحد میں مزارات پر حملے کر چکے ہیں۔ لاہور میں شیخ علی ہجویری کے مزار پر بم دھماکے؛ کراچی میں سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر دھماکہ؛ اور ڈیرہ غازی خاں میں نخی سرور کے عرس پر دھماکے اسی شق پر عمل درآمد کی کڑیاں ہیں۔ شق نمبر ۵ پر بھی عمل درآمد جاری ہے۔ بحرین، لیبیا، عراق، افغانستان، شام اور پاکستان

میں فتنہ و فساد، شورش اور بد امنی انہی استعماری سازشوں کا نتیجہ ہیں۔ رہا شق نمبر ۱۲ اور ۶ پر عملدرآمد تو وہ بھی بعید نہیں۔ خانہ کعبہ کے انہدام کی جرأت تو شاید کوئی نہ کر سکے، لیکن قرآن کی معنوی تحریف تو تفسیر قرآن کے نام پر ہو چکی ہے۔ ”راسخون فی العلم“، یعنی آئمۃ الہدیٰ سے انحراف کر کے قیاسی تفسیریں ”تحریف فی القرآن“ ہی تو ہیں۔ انہوں نے آیات قرآنی کو وہ وہ معانی پہنا دیئے ہیں، جو الفاظ کے ظاہری لغوی معانی سے بھی متعارض ہیں، اور انہیں نہ تو کسی حدیث رسولؐ کی تصدیق و توثیق حاصل ہے، اور نہ ہی آئمۃ طاہرینؑ کی کوئی تفسیر ان کے ثبوت میں ہے۔

ہمارا ملک جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، اس میں بجلی و گیس کی لوڈ شیڈنگ، ہر کام کروانے کے لیے رشوت، امن عامہ کی مخدوش صورتِ احوال، اور دہشت گردی یہود و نصاریٰ کی استعماری سازشوں ہی کے نتیجے میں ہیں، تاکہ عوام انہی مسائل میں الجھیں رہیں، اور اسلام کے بارے میں سوچیں ہی نہیں۔ اگر کبھی سوچیں بھی، تو یہ سمجھ کر ذہن سے جھٹک دیں کہ انگریز کا دور اچھا تھا، ہمارے بڑوں نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کر کے کیا تیر مار لیا۔

یہود و نصاریٰ کی شیعہ دشمنی:

کر بلا میں حسینؑ کا قتل اور اس کے بعد والے مظالم اکیلے نام نہاد مسلمانوں کے ”کارنامے“ نہیں تھے، بلکہ انہوں نے تو ہوئی وہوس سے مغلوب ہو کر اپنی آنکھیں موندھی ہوئی تھیں۔ وہ توپٹ (Puppet) کے طور پر ان عیسائیوں کے ہاتھ میں کھیل رہے تھے، جن کے اجداد نے میدانِ مابالہ میں پنجتن سے ابدی شکست کھائی تھی۔ کر بلا دراصل ایک حادثہ نہیں، بلکہ اسلام سے شکست خوردہ عیسائیت کا انتقام تھا۔ کارزارِ کر بلا میں ظاہر اہا تھ تو نام نہاد مسلمانوں کا تھا، مگر اس میں خنجر عیسائیت

کا تھا۔ میدانِ مباحلہ میں نصاریٰ نجران چونکہ اس کا اعتراف کر چکے تھے کہ وہ نجتن کے اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے ان کی آئیوای نسلوں نے خود کو پیچھے رکھا، اور مسلمانوں کو آگے لائے تاکہ وہ نجتن کے پانچویں نمائندہ کو ذبح کر کے آثارِ نجتن مٹائیں، اور تباہی و بربادی کے مستوجب ٹھہریں۔ اس سے نہ صرف عیسائیت نے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا بھر میں بدنام کیا، بلکہ میدانِ مباحلہ میں شکست کا بدلہ بھی لے لیا۔ یہی دونوں ہاتھ — ایک خفیہ، عیسائیت کا؛ اور دوسرا ظاہر، نام نہاد مسلمانوں کا — آج بھی حسینیت کے علمبرداروں کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

”امریکہ میں چھپنے والی کتاب:

”A plan to divide and destroy the theology“ میں سی۔ آئی۔ اے۔ کے سابق چیف باب وڈورڈز (BABWOODWARDS) کے دست راست اور سی۔ آئی۔ اے۔ کے شیعہ سیکشن کے اہم رکن ڈاکٹر مائیکل برانٹ کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع کیا گیا ہے، جس میں اس نے چشم کشا انکشافات کئے ہیں، اور شیعیت کے خلاف مختص ہونے والے نو سولین ڈالر میں سی۔ آئی۔ اے۔ کے اہل کاروں پر خرد برد کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ سی۔ آئی۔ اے۔ نے کولمبیا اور افغان ڈرگ ٹریڈز سے بھی اس مد میں بھاری رقم اینٹھی ہے۔ یاد رہے کہ مائیکل برانٹ کو، جو کہ طویل عرصہ سے مذکورہ سیکشن میں کام کر رہا تھا، گزشتہ دنوں مالی بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی بناء پر معزول کرتے ہوئے اس سے مراعات واپس لے لی گئیں تھیں جس پر ڈاکٹر مائیکل برانٹ نے انتقاماً بہت سارے خفیہ معاملات سے پردہ اٹھایا۔ ہم اس طویل انٹرویو کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تاکہ ہمارے عوام اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ ایران کا انقلاب محض شاہ ایران کی پالیسیوں کا جذباتی ردِ عمل نہیں، بلکہ اس کے پیچھے اور بھی حقائق اور عوامل کارفرما ہیں، جس میں سب سے مضبوط عامل شیعہ اسلام میں مذہبی سپریم اتھارٹی کے لئے سیاسی قیادت کا حصول اور 1400 سال قبل پیغمبر اسلام کے نواسے حسین کی شہادت ہے، جس کی عزاداری شیعہ صدیوں سے بڑے گہرے رنج و غم کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہی دو فیکٹر ایسے ہیں جن کی وجہ سے شیعہ دیگر مسلمانوں کی نسبت زیادہ متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔ شیعہ اسلام کو سمجھنے اور اس پر وجیکٹ کی منصوبہ بندی اور عمل درآمد کے لئے اسے ایک علیحدہ مستقل شعبہ بنانے اور اس کا ابتدائی بجٹ چار کروڑ امریکی ڈالر مختص کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ کے مطابق منصوبہ بندی کے تحت اس پراجیکٹ کو مکمل کرنے کے لئے تین مراحل رکھے گئے:-

- ۱۔ پہلا مرحلہ: معلومات کا حصول، مکمل سروے اور اعداد و شمار؛
- ۲۔ دوسرا مرحلہ: فوری مقاصد: شیعوں کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنا اور بڑے پیمانے پر شیعہ سنی فساد کرا کے انہیں سنی اکثریت سے الگ کر دینا تاکہ امریکہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔
- ۳۔ تیسرا مرحلہ: طویل المقاصد اور طویل المدت منصوبوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے شیعیت کا مکمل خاتمہ۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ شیعیت سے براہِ راست ٹکرانے میں نقصان زیادہ ہے، اور کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ لہذا در پردہ کام کیا جائے۔ چنانچہ پرانے برطانوی قول ”تقسیم کرو اور حکومت کرو“ کی بجائے ہم نے دوسرا اصول اپنایا کہ ”تقسیم کرو اور مٹا دو“، یعنی وجود ہی ختم کر دو (یہاں اس نے طویل منصوبہ بندی کا ذکر کیا

ہے۔ ہم چیدہ چیدہ نکات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

شیعیت کے خلاف ان افراد کو مربوط اور منظم کیا جائے، جو شیعوں سے شدید نظریاتی اختلافات رکھتے ہیں۔ ایسے افراد کو مربوط اور منظم کر کے شیعوں کے غیر مسلم ہونے کا شوشہ اٹھایا جائے اور انہیں منفی پروپیگنڈے کے زور پر معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ ان کے خلاف نفرت انگیز مواد تحریر کرایا جائے۔ کم پڑھے لکھے یا بالکل ناخواندہ افراد کو مجتمع کر کے ان کی قوت کو پروان چڑھایا جائے۔ جب ان کی تعداد قابل قدر ہو جائے تو شیعوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کرایا جائے۔

دوسری طرف شیعہ مراجعین کے خلاف ایک بھرپور محاذ کھولا جائے جو خود شیعوں کے درمیان Fifth Column کے طرز پر ہو، اور شیعیت کا چہرہ مسخ کیا جائے تاکہ یہ عوام میں غیر مقبول ہوں، اور خود عام عوام کی نفرت کا شکار ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر مائیکل برانٹ لکھتا ہے کہ شیعیت میں جو عزاداری کی رسوم ہوتی ہیں جن میں وہ کربلا کے واقعہ کی یاد میں جمع ہوتے ہیں اور ایک آدمی تقریر کرتا ہے اور کربلا کے واقعہ کو بیان کرتا ہے مجمع اسے سنتا ہے اور بعد میں نوجوان طبقہ سینہ کو بی و ماتم کرتا ہے۔ یہ مجلس پڑھنے والا آدمی اور یہ مجمع ہمارے لئے اہم ہیں کیونکہ اسی مجلس اور عزاداری سے شیعوں میں جوش و خروش اور حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کی عظیم تمنا پیدا ہوتی ہے۔ پہلے مرحلہ میں ایسے شیعہ افراد کا کھوج لگایا جائے جو مفاد پرست ہوں، جن کے عقائد کمزور ہوں اور جو اثر و رسوخ اور شہرت رکھنے والے ہوں، پھر ان کے ذریعہ عزاداری میں اثر و رسوخ حاصل کیا جائے، اور ان افراد سے مندرجہ ذیل کام لئے جائیں:-

۱۔ ایسے ذاکروں کو وجود میں لانا، اور جو موجود ہیں، ان کی سرپرستی کرنا، جو

شیعہ عقائد کی معرفت نہیں رکھتے۔

۲۔ ایسے شیعہ افراد تلاش کرنا، اور ان کی مالی مدد کرنا جو تحریر کے ذریعہ شیعہ عقائد اور مراکز پر ضرب لگائیں، اور شیعہ بنیادوں کو منہدم کرتے ہوئے اسے شیعہ مراجعین کی اخترا قرار دیں۔

۳۔ عزاداری میں ایسی رسومات کا اضافہ کرنا، اور موجود رسموں کو تحفظ دینا جو خود شیعہ عقائد کے خلاف ہوں۔

۴۔ عام معاشرے میں عزاداری کا ایسا چہرہ پیش کرنا جس میں شیعیت کے علمی پس منظر اور خدمات کی بجائے ایسا محسوس ہو کہ شیعیت جاہل اور توہم پرستوں کا ایک ٹولہ ہے جو محرم میں انسانوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیتا ہے، اور ایسے پروگراموں کی تشہیر پر کثیر رقم خرچ کی جائیں، اور ذاکرین کی خوب حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس طرح شیعیت جو ایک منطقی قوت رکھنے والا مذہب ہے محض منتوں مرادوں والا مذہب بن جائے، اور اندر سے کھوکھلا ہو جائے، اور اس طرح عام عوام میں نفرت اور خود شیعوں میں انتشار، افتراق اور فساد پھیلے، اور بلاخران پر جہادی قوتوں سے ایک فیصلہ کن وار کرنا نہیں ختم کر دیا جائے۔

۵۔ خوب تحقیق کر کے مرجعیت کے خلاف مواد اکٹھا کیا جائے، اور پھر مفاد پرست گم نام مصنفین کو یہ مواد فراہم کیا جائے۔ اس کی طباعت اور اشاعت پر بھرپور رقم خرچ کی جائے، اور ذاکرین اور عام شیعوں تک زیر زمین یہ مواد پھیلا دیا جائے۔ اس طرح منصوبے کے آخری مرحلہ میں مرجعیت کے خلاف خود شیعوں کی آواز بلند کروا کر 2010ء تک مرجعیت یا دوسرے لفظوں میں

شیعیت کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا جائے، اور باقی ماندہ شیعوں کو تتر بتر کر دیا جائے۔ یوں مرجعیت جو آج تک حکمرانوں کے آگے سینہ سپر رہی ہے اس کو خود شیعوں ہی کے ہاتھوں ختم کر دیا جائے۔

آخر میں مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ ان میں سے کچھ منصوبوں پر عمل ہو چکا ہے اور کچھ پر ہو رہا ہے اور باقی آئندہ عمل درآمد ہوگا۔

عزاداری کے خلاف فتاویٰ اور عزاداری کو روکنے کے لیے تمام تر ہتھکنڈوں میں آج بھی عیسائیت کا ہاتھ ہے۔ عیسائیت جانتی ہے کہ دنیا بھر میں آزادی کی تحریکوں اور ظلم کے خلاف احتجاج میں صرف اور صرف شیعیان علیٰ ہی نظر آتے ہیں، اور یہی حقیقی اسلام کے نمائندہ ہونے کے ناتے عیسائیت کے لیے اصل خطرہ ہیں۔

برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے اپنی یادداشتوں :

“COLONIZATION IDEALS: HUMPHRY'S MEMOIRS” میں لکھتا ہے:

”بعض وجوہات کی بناء پر ہم اپنے حق میں کچھ زیادہ مطمئن نہیں تھے اور وہ اہم ترین وجوہات یہ تھیں:

(۱) لوگوں میں اسلام کی حقیقی روح کا اثر و نفوذ جس نے انہیں بہادر،

بے باک اور پُر عزم بنادیا تھا، اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک عام مسلمان، مذہبی بنیادوں پر ایک پادری کا ہم پلہ تھا۔ یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے مذہب سے دستبردار نہیں ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں شیعہ مذہب کے پیروکار جن کا تعلق ایران کی

سرزمین سے ہے، عقیدے اور ایمان کے اعتبار سے زیادہ مستحکم اور زیادہ خطرناک واقع ہوئے ہیں۔

شیعہ حضرات عیسائیوں کو نجس اور کافر مطلق سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک عیسائی ایسی متعفن غلاظت کی حیثیت رکھتا ہے جسے اپنے درمیان سے ہٹانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔“

(”ہمفرے کے اعترافات“، صفحہ 9)

”(۱۶) ہماری دشواریوں میں سے ایک بڑی دشواری بزرگانِ دین کے مزاروں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلافِ شرع ہے اور ختمی مرتبتؑ کے زمانہ میں مردہ پرستی اور اس قسم کی باتیں رائج نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے ان کی زیارت سے لوگوں کو مشتبہ کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ حضرت ختمی مرتبتؑ مسجد النبی میں مدفون نہیں ہیں بلکہ اپنی والدہ گرامی کی قبر میں سو رہے ہیں، اور اسی طرح تمام بزرگانِ دین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ان مقامات پر نہیں جن مقامات کو ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر و عمر دونوں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت عثمان کی قبر کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کی آرامگاہ بصرہ میں

اور وہ قبر جو نجف اشرف میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے دراصل اس میں مغیرہ بن شعبہ دفن ہیں۔ امام حسین کا سر اقدس مسجد ”حنانہ“ میں دفن ہے، اور آپ کے جسد اقدس کی تدفین کے بارے میں صحیح اطلاع نہیں ہے۔ کاظمین کی مشہور زیارت گاہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام تقی علیہ السلام کی بجائے دو عباسی خلیفہ دفن ہیں۔ مشہد میں امام رضا علیہ السلام نہیں، بلکہ ہارون الرشید دفن ہے۔ سامرہ میں بھی امام تقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی بجائے عباسی خلفاء دفن ہیں۔ ہمیں بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ زمین کے برابر ہو جائے اور تمام اسلامی ممالک کی زیارت گاہیں ویرانوں میں بدل دی جائیں۔

(۱۷) خاندان رسالت سے اہل تشیع کی عقیدت و احترام ختم کرنے کے لیے جھوٹے اور بناوٹی سادات پیدا کیے جائیں، اور اس کام کے لیے ہمیں چند تنخواہ دار افراد کی ضرورت ہے جو عماموں کے ساتھ لوگوں میں ظاہر ہوں، اور اپنے آپ کو اولادِ رسولؐ سے نسبت دیں۔ اس طرح وہ لوگ جو ان کی حقیقت سے واقف ہیں آہستہ آہستہ حقیقی سادات سے برگشتہ ہو جائیں گے، اور اولادِ رسولؐ پر شک کرنے لگیں گے۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبرِ خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور

لوگ علماء کا احترام چھوڑ دیں۔

(۱۸) امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مراکز کو ختم کر کے ان کو ویران کر دیا جائے اور یہ کام مسلمانوں کو گمراہی کی راہ سے روکنے اور دین کو بدبختی اور نابودی سے بچانے کے عنوان سے ہونا چاہیے۔ اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کو مجالس عزاء میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور عزاداری کو بتدریج ختم کیا جائے۔ اس کام کے لیے امام بارگاہوں کی تعمیر اور علماء و ذاکرین کے انتخاب کی شرائط کو سخت بنایا جائے۔“
 (”ہمفرے کے اعترافات“، صفحات

(76-75)

” (۶) ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلامی دنیا میں لوگوں کے افکار سے ہم آہنگی رکھنے والے من گھڑت عقائد و مذاہب کی تبلیغ مثلاً اہل بیتؑ سے بے انتہا عقیدت و احترام رکھنے والے شیعوں کے حسین اللہی مذہب امام جعفر صادق علیہ السلام کی ذات سے متعلق شخصیت پرستی، امام علی رضا علیہ السلام اور امام غائب (حضرت مہدی موعود) کے بارے میں مبالغہ آرائی اور ہشت امامی فرقہ کی ترویج۔ ہر مذہب کے لیے اس کے مناسب ترین مقام کی یہ صورت ہوگی: حسین اللہی فرقہ (کربلا)؛ امام جعفر صادق کی پرستش (اصفہان)؛ امام مہدی علیہ السلام کی پرستش

(سامرہ): اور ہشت امامی مذہب (مشہد)۔ ان جعلی مذاہب کی تبلیغ و ترویج کا دائرہ صرف شیعہ مذہب تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اہل تسنن کے تمام فرقوں میں بھی اس قسم کے مذاہب کو ترویج دیا جانا چاہیے، اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا وہ بیج بونا چاہیے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو سچا مسلمان، اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل سمجھے۔

(”ہمفرے کے اعترافات“، صفحات

(82-81

دیکھا آپ نے کہ شیعوں کے خلاف دہشت گردی، قتل و غارت اور عداوت پر پابندیوں اور حملوں کے ڈانڈے یہودی و نصاریٰ کے استعماری عزائم سے کس طرح ملتے ہیں۔ اس لیے ہم اللہ و رسولؐ کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں سے ملتی ہیں کہ خدا را آنکھیں کھولیں۔ آپ دیکھیں گے کہ شیعہ کوئی خون آشام مخلوق نہیں ہے، بلکہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حامی ان افراد کا حسین گلدستہ ہے، جن کے جسموں پر یزیدیت اور طاغوتی طاقتوں کے دیئے ہوئے زخموں کے سُرخ گلاب کھلے ہیں، اور ان سے اُنھنے والی خوشبو کی مہک کر بلا کی مٹی کی خوشبو ہے، جو تمہیں حسین اور حسینیت کی طرف کھینچتی ہے۔ اس باس کو سونگھو، ان گلابوں کی سُرخ کی کو دیکھو۔ تم ان کے رنگ و خوشبو کو پھیلنے سے روک نہیں سکتے۔

یہ مت بھولو کہ تمام مذاہب انسانوں کے لئے آئے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے بنایا ہے، خود ساختہ مذاہب کی بھیئت چڑھانے کے لئے نہیں۔

اگر تم مذہبِ حق پر ہو، تو دلائل و براہین سے ثابت کرو۔ یاد رکھو! گالی اور گولی کی نوبت تب آتی ہے، جب آپ کے عقائد کا ڈھانچہ دلائل و براہین سے خالی ہو جاتا ہے۔ اگر تم سوچتے ہو کہ اب گالی اور گولی کے سوا کچھ نہیں بچا، تو خدا را ایک بار حُر کی طرح اپنا محاسبہ کر کے لشکرِ یزید سے نکل آؤ۔ اس کے لئے مناظروں اور مباحثوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے سا لہا سال کے غور و خوض کی بھی ضرورت نہیں۔ حُر شبِ عاشور سویا کفر کے بستر پر تھا، اور جب صبحِ عاشور طلوع ہوئی، تو اس کا ضمیر خوابیدہ نفس کو بیدار کر کے نورِ ایمان کی دہلیز پر لے آیا۔

اپنی چودہ صدیوں کی تاریخِ مد نظر رکھتے ہوئے سوچو کہ اگر تم چودہ صدیوں سے حسینیت کی ترویج کو نہیں روک سکتے، تو اس سعیِ لا حاصل کو جاری رکھنے کا کیا فائدہ ہے۔ اگر تم بھی حسینؑ کو مانتے ہو، تو آؤ پرچمِ حسینیؑ کی شبیہ کے سائے میں۔ اس کا سایہ تمہیں نہ صرف دنیا میں یزیدیت کی دھوپ سے بچائے گا، بلکہ محشر کے روز کی تپش سے بھی محفوظ رکھے گا۔ اسی پہ بس نہیں۔ یہ غلم تمہیں حُر کی سی حریت و جرات سے مالا مال کر دے گا۔ تم اسے اٹھاؤ گے، تو مردِ میداں کہلاؤ گے۔ یہ غلم تمہیں اللہ و رسولؐ سے محبت کا سلیقہ سکھائے گا، ورتہا رہے ہاتھ میں اس غلم کا آنا اس بات کی سند ہے کہ اللہ و رسولؐ تم سے محبت کرتے ہیں۔ غلم کو جلا کر بزدل مت بنو، غلم کو اٹھا کر کزار و غیر فرار بنو۔

یہ تمہارے عقائدِ باطلہ ہیں جو تمہیں چھپ چھپ کر حقیقت کا خون کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ہماری طرح مذہبِ حق کے پرچارک بن کر سینے پر ہاتھ مار کر کہو کہ

جیو تو علیؑ کی طرح
مرد تو حسینؑ کی طرح

یہی تو ماتم ہے — چھاتی ٹھونک کر حق کا اعلان۔ آپ اس اعلان سے نہ جانے کیوں پریشان ہیں۔ عجیب بات ہے۔

تو شہید کا بھی قاتل، غمِ شہ کا بھی مخالف
میں ابھی سمجھ نہ پایا، تو ادھر ہے یا ادھر ہے

ایسا کیوں ہے۔

تو حسینؑ تشنہ لب کو نہ سمجھ سکا تو سُن لے
وہ شہیدِ راہِ حق ہے جو حیاتِ سر بسر ہے
اگر یہ سمجھ لیا، تو۔

مرے ساتھ بے کسی شہِ دیں پہ تو بھی روئے
نہیں موت پر یہ گریہ ترے دل میں جس کا ڈر ہے
لگے چوٹ جس کے دل پر بھلا وہ بشر نہ روئے
غمِ شہ کے مخالف ترا فلسفہ کدھر ہے
ترا دعویٰ محبت رہا آج تک زبانی
نہیں آنکھ میں جو آنسو تو فریبِ سر بسر ہے
جو سُنے گا شہِ دیں پر سر کر بلا جفائیں
وہ ضرور روئے گا کہ یہی نصلتِ بشر ہے

(استادِ قمر جلالوی)

خدا را قلب و نظر کے درتے کھولیے، دیکھئے اور سوچئے کہ عاشورہِ محرم
پر حسینؑ کا پیغام عام کرنے کے لئے نکلنے والے قاتل ہیں، یا حسینیت کے ان

علمبرداروں کے دشمنوں کے آباؤ اجداد، اور وہ ہاتھ جو دہشتگردوں کے ہاتھ میں بندوق پکڑاتا ہے۔ وہ وہی ہاتھ ہے جو آج تک مباہلہ کی شکست کا بدلہ لے رہا ہے۔ یہ خفیہ ہاتھ بزدل ہے۔ اس میں سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ تو تمہاری قوت کو خرید کر دین اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہے۔ اگر شیعہ اور سنی آپس میں ایک دوسرے کو ہی مارتے رہے، تو جیت کس کی ہوگی، اسلام کی یا جوشیعہ سنی کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی آپس میں دوستی:

اطہر رضوی ”خدا کے منتخب بندے“ میں لکھتے ہیں:

”امریکہ کے ساری صیہونی عیسائی (Zionist Christians) اس بات کو اپنی فکر، تعلیم اور تبلیغ کی اساس بنا کر تقریر کرتے ہیں کہ امریکہ کی نجات اور تحفظ اسی میں ہے کہ وہ اسرائیل کا ایک سو دس فیصد ساتھ دے۔ مائک ایونس (Mike Evans) اسے امریکہ کی بقا کی چابی کہتا ہے۔ (America's key to Survival) جیری فالویل نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ”وہ دن بہت قریب آ رہا ہے جب امریکہ میں اس شخص کا انتخاب نہیں ہو سکے گا جو الیکشن سے پہلے اپنے آپ کو اسرائیل کا دوست ہونے اور اس سے وفاداری کا اقرار نہیں کرے گا۔“ (صفحہ ۹۲)

”امریکہ میں یہودیوں کے اثر و رسوخ کی تاریخی وجہ عیسائی قوم کے ضمیروں میں قصور اور خطا کا شدید احساس ہے جو یہودیوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان کے دلوں اور شعور میں سمو دیا ہے۔ وہ عیسائیوں

کے ہاتھ میں دو ہزار سال ملکوں ملک بھٹکتے رہے۔ پھر دوسری جنگ میں ان کے نام نہاد چھ ملیں کے قتل عام نے جو ایک سفید فرنگی، عیسائی، تہذیب یافتہ قوم نے کیے تھے ان کی ناقابل فراموش ”مظلومیت“ کے تصور (Image) کو اور موثر بنانے میں بڑی اعانت کی تھی۔“ (صفحہ ۱۰۲)

”یہودیوں کی ذہانت، ذکاوت اور ملک گیری کے اصولوں پر، مہارت کے جوہر تھے جو ان سے زیادہ دنیا کی کسی استعماری قوت نے پیدا نہیں کیے تھے۔ وہ جس طرح امریکہ کی زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے کے دروازے سے گھس کر penetrate ہوئے اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آخر میں بائبل میں ان کے تعلق سے جہاں جہاں ذکر آیا، ان کو ان کے عیسائی دوستوں اور پرستاروں نے ہر سطح پر exploit کیا۔ نتیجتاً ایک عام سادہ فہم عیسائی، جس نے کبھی بائبل بھی نہ پڑھی ہو، یہودی کو اپنے سے بہتر شخصیت سمجھتا ہے۔“ (صفحہ ۱۰۴)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝“ (سورۃ المائدہ، آیت ۵۱)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو، تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کی قوم

کی راہنمائی نہیں کرتا۔)

یہود و نصاریٰ سے دوستی:

جو یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھتا ہے، اللہ اُسے انہی ظالمین میں شمار کرتا ہے۔ جو یہود و نصاریٰ کے خوف سے اُن سے دوستی کرتے ہیں، اُن کے دل میں دراصل مال دنیا پانے کی ہوئی وہوس ہوتی ہے، اور اُس کے چھن جانے کے خوف سے وہ یہود و نصاریٰ کی دہشت گردی سے بچنے کے لیے ان سے دوستی کرتے ہیں۔ یہ خوف ان کے دلوں میں ایک مرض کی مانند ہے۔ یہ مرض جن کو لاحق ہو، وہ اللہ کی بجائے یہود و نصاریٰ سے ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ انہیں ہی اپنا ملجی و ماویٰ جانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۖ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَى مَا أَسْرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَدِمِينَ ۝“ (سورۃ المائدہ، آیت ۵۲)

(پس (اے رسول!) جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ اُن کے بچ سُرعت سے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ پڑے۔ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (نمایاں) فتح یا اپنی طرف سے کوئی اور امر لے آئے۔ پھر یہ (منافق) جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، اُس پر نادم ہوں۔)

ایسے لوگوں کا انجام کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اے اہل ایمان! تم کو اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں ان کو اختیار کرنا اور ان سے انحراف نہ کرنا۔
۲۔ اے اہل ایمان! تم کو اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں ان کو اختیار کرنا اور ان سے انحراف نہ کرنا۔

- حقہ میں بی بی کا کمرہ

[illegible]

பெரும்புள்ளி-
பெரும்புள்ளி

[illegible][illegible][illegible]

اے میرے دوست! تم کو بتاؤ، وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ ان میں سے کئی نعمتیں تو ایسی ہیں جو دنیاوی طور پر دیکھ کر ان کے لیے حیرت انگیز لگتی ہیں۔

پہلی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔

دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دینی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دینی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دینی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دینی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔

تیسری نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔ ان کے لیے دنیاوی دولتیں بھی بھیجتا ہے۔

باب ہیجدهم

لقاء الآخرہ کا انکار

چونکہ یہ دنیا ”دار العمل“ ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس دنیا میں کئے جانے والے اعمال کی جزا و سزا کے لیے کوئی دن بھی ہو، جس سے پہلے سب کے اعمال کے دفتر بند ہو جائیں، اور حساب کے کھاتے کھل جائیں۔ اُس دن کو ”یومِ حشر“ یا ”محشر“ کہا جاتا ہے۔ اسے ”روزِ جزا“ یا ”قیامت“ بھی کہتے ہیں۔

جو بندگان ہوئی و ہوس اس دنیا میں مست ہیں، اُن کا ایجنڈا ہے: ”ایہہ جہان مٹھا، اگلا کن دُکھا“۔ وہ ایسا اس لیے سوچتے ہیں کیونکہ وہ صراطِ مستقیم سے آنکھیں موندھے ہوئے اندھا دھند خواہشاتِ نفسانی کی پیروی میں مگن ہیں۔ یہ راستہ شیطان کا راستہ ہے، جبکہ صراطِ مستقیم علیٰ ابنِ ابی طالب کا راستہ ہے۔

چونکہ علیؑ نے دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں، اس لیے علیؑ کے راستے پر چلنے والے بھی اس دنیا میں آنکھیں کھلی رکھ کر چلتے ہیں کہ کہیں دنیا کی کوئی رنگینی یا سراب انہیں لہانہ لے، اور وہ صراطِ مستقیم سے کہیں بھٹک نہ جائیں۔

علیؑ کے راستے پر چلنے والے ہی مومنینِ خالص ہیں، جن پر شیطان کا بس نہیں چلتا، کیونکہ وہ ”آیت اللہ الکبریٰ“ سے متمسک ہیں، جس سے تمسک کا حکم رسالتِ مآبؐ نے خطبہٴ غدیر میں دیا تھا:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! لَا تَضَلُّوا عَنْهُ وَلَا تَتَفَرُّوا مِنْهُ وَلَا تَسْتَكْفِرُوا مِنْ وَلَايَتِهِ، فَهُوَ الَّذِي يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ

وَيَعْمَلُ بِهِ وَيُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَيَنْهَى عَنْهُ وَلَا تَأْخُذْهُ
فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّا تُمْ “(”خطبہ غدیر“، صفحہ 9)

(لوگو! اس سے منہ موڑ کر اور طرف نہ جانا۔ اس سے الگ نہ ہونا اور اس کو حاکم بنانے سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہی حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور یہی حق پر عمل کرے گا، اور یہی باطل کو مٹائے گا، اور یہی باطل سے باز رکھے گا، اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے نہ روک سکے گی۔)

علیٰ چونکہ ”آیت اللہ الکبریٰ“ ہونے کے ناطے ”نعمتِ عظمیٰ“ — ولایتِ تامہ، کے حامل بھی ہیں، اس لیے ان سے حسد کیا جانا لازم ہے۔ رسولِ خدا کا فرمان ہے:

”كُلُّ ذِي نِعْمَةٍ مَّخْسُودٌ“

(تمام صاحبانِ نعمت سے حسد کیا جاتا ہے)

اس لیے رسالتِ مآب نے تنبیہ فرمائی:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! إِنَّ إِبْلِيسَ أَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ
بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوهُ فَتَخْبِطَ أَعْمَالُكُمْ وَتَزِلَّ
أَقْدَامُكُمْ فَإِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهْبَطَ إِلَى الْأَرْضِ
بِخَطِيئَةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ صَفْوَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَيْفَ
بَكُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ وَمِنْكُمْ أَعْدَاءُ اللَّهِ۔“

(”خطبہ غدیر“، صفحہ 16)

(لوگو! ابلیس نے آدم کو حسد کے سبب جنت سے نکلوا دیا، تو تم علیٰ سے حسد نہ

کرنا اور نہ تمہارے کل اعمال حیط (اکارت) ہو جائیں گے، اور تمہارے قدم ڈمگ جائیں گے۔ آدم صرف ایک ترکِ اولیٰ کی وجہ سے زمین پر اتارے گئے تھے، حالانکہ وہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے، تو پھر تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جس حال میں تم ہو، جو کچھ ہو، اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں۔ جب پہلے خلیفۃ اللہ سے حسد کی بناء پر عزرا زیل راندہ بارگاہِ الہی ہوا، اور اللہ نے اسے کسی عبادت کا کوئی کریڈٹ نہیں دیا، تو امام العالمین علی ابن ابی طالبؑ، جو ”آیت اللہ الکبریٰ“ ہیں، اُن سے حسد کرنے والوں کا انجام ابلیس سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے؟ اُن کے اعمالِ صالحہ تو یقیناً حیط ہوں گے!

مکرمین آیات اللہ (یعنی آئمۃ الہدیٰ) چونکہ جانتے ہیں کہ اُن کے ساتھ اس دنیا سے کوئی عملِ صالحہ (بوجہ حیط) نہیں جائے گا، اس لیے وہ آخرت ہی کا انکار کرتے ہیں۔

”آیات اللہ“ اور ”لقاء الآخرہ“ کے انکار کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اکٹھے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

”وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ“ (سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۷)

(اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، اُن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا اُن کے سوائے اس کے جو وہ عمل کرتے تھے، کچھ اور بدلہ دیا جائے گا؟)

”أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزْنًا“ (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۵)

(یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، اس لیے ان کے اعمال جط ہو گئے۔ پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے کوئی میزان قائم نہیں کریں گے)

جس کا مطلب ہے کہ ”آیات اللہ“ کا انکار کرنے والے ہی ”لقاء الآخرة“ کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ انہیں اچھی طرح علم ہے کہ آخرت میں اُن کا کچھ حصہ نہیں۔ انہوں نے جو کیا، اُس کا اجر دنیا میں لے چکے، یا ”آیات اللہ“ کا انکار کرنے کی بناء پر اُن کے اعمالِ صالحہ جط ہو چکے۔

سوائے شیعین علی کے، جو ”آیات اللہ“ سے متمسک ہونے کی بناء پر حقیقی اسلام کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں، اسلام کے نام پر بننے والے خود ساختہ فرقوں میں سے کوئی بھی ”آیات اللہ“ کا اقرار نہیں کرتے ہیں، سبھی منکر ہیں۔ اس بناء پر وہ ”لقاء الآخرة“ کے بھی منکر ہیں۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے آغاز ہی میں کی ہے۔ کتاب اللہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔ متقین کی دیگر نشانیوں کے علاوہ ایک نشانی: ”..... بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ“ (سورۃ البقرہ، آیت ۴)

(آخرت پر یقین رکھتے ہیں)

بھی ہے۔

چونکہ متقین آخرت پر یقین رکھتے ہیں، اس لیے وہ ”لقاء الآخرة“ پر بھی یقین رکھتے ہیں یعنی انہیں یقینِ کامل ہے کہ روزِ محشر اُن کی ملاقات اُن کے امام — امامِ امتین علی ابن ابی طالبؑ سے ضرور ہوگی، جن کے توسط سے انہیں حضرت محمدؐ کی حضوری حاصل ہوگی۔

رہی اللہ سے ملاقات، تو یہ تو کبھی نہیں ہوگی، کیونکہ کوئی آنکھ ایسی نہیں جو

اس سے تعلق نہیں اور جواہر (عناصر وغیرہ) اس کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوئے، وہ خود کوئی جوہر نہیں اور اشیاء کے درمیان تضاد نے بتایا کہ وہ کسی چیز کے قرین نہیں، جیسے نور کی ضد ظلمت، خشک کی تر، اور سخت کی نرم، سرد کی گرم۔ وہ ضد قوتوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا ہے اور ملی ہوئی کو جدا کرنے والا ہے، اور ان کا الگ ہونا اس کی دلیل ہے کہ کوئی ان کا جدا کرنے والا ہے، اور ان کا ملنا اس کی دلیل ہے کہ کوئی ان کا ملانے والا ہے۔ فرماتا ہے: اور ”ہر شے سے ہم نے جوڑا پیدا کیا تا کہ تم یاد کرو، اس سے قبل اور بعد میں تفریق کی تا کہ لوگ جان لیں کہ نہ اس کے لیے قبل ہے نہ بعد، اور متضاد چیزوں کو ملا کر ایک مزاج شخص بنانا اس کی دلیل ہے کہ کوئی بنانے والا ہے اور اوقاتِ معینہ کا ہونا دلیل ہے اس کی کہ وقت اور زمانہ کا پیدا کرنے والا کوئی ہے، اور بعض چیز کا حجاب بننا بعض کے لیے اس کی دلیل ہے کہ خدا اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں، اور وہ رب تھا اس وقت بھی جب کوئی مربوط نہ تھا، اور معبود تھا اس وقت بھی جب کوئی عبادت کرنے والا نہ تھا، اور عالم تھا اس وقت بھی جب کوئی معلوم نہ تھا، اور سننے والا تھا اس وقت بھی جب کوئی مسموع نہ تھا۔“

(أصول کافی، جلد اول، کتاب التوحید،

باب بست و دوم، صفحات ۲۱۷-۲۱۸)

”بیچ الاسرار من کلام حیدر کرار“ میں روایت کی گئی ہے کہ:

”ایک شخص نے سوال کیا کہ یا امیر المومنین! آیا آپ نے عبادت کے

دوران خدا کو بھی دیکھا ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ ”لَمْ اَكْ بِالَّذِي اَعْبُدُ

مِنْ لَمْ اَرَهُ“ (میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھا نہ ہو۔)

پھر سوال کیا کہ یا امیر المومنین! آپ نے کس طرح دیکھا؟

فرمایا: یا ویلک لم ترہ العیون بمشاهدة العیان، و لكن رائة العقول بحقائق الایمان، معروف بالدلالات، منعوت بالعلامات، لا یقاس بالناس، ولا یدرک بالحواس (وائے ہو تجھ پر، آنکھیں اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں لیکن حقائق ایمان کے ساتھ، اس کو عقول دیکھتی ہیں۔ وہ دلیلوں کے ساتھ معروف ہے۔ علامات سے اس کا وصف کیا جاتا ہے۔ لوگوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے)۔“

(”منہج الاسرار من کلام حیدر کزائر“، جلد اول، صفحہ ۲۷۹)

جن لوگوں نے ”آیات اللہ“ سے ہٹ کر اللہ کو سمجھنا چاہا، انہوں نے اللہ کی تجسیم کر ڈالی، اور اُسے عرش پر جلوہ افروز قرار دے دیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

”ایک شخص نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ آیا آپ ہی اس امت میں خلیفہ رسولؐ ہیں؟

حضرت ابوبکر: ہاں۔

سائل: ہم نے تورات میں پڑھا ہے کہ خلفائے رسولؐ تمام امت میں سب سے زیادہ عالم ہوتے ہیں۔ پس مجھے بتلائیے کہ خدا کہاں ہے — آسمان پر یا زمین پر؟

حضرت ابوبکر: وہ آسمان میں عرش کے اوپر ہے؟

یہودی: پس کیا زمین اس سے خالی ہے؟

حضرت ابوبکر: یہ کلام زنادقہ کا ہے۔ دور ہو جا یہاں سے، ورنہ تجھے

قتل کردوں گا۔

یہودی اس خلیفہ اسلام سے متعجب ہوا اور فوراً وہاں سے باہر نکل گیا اور سیدھے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! تو نے ان سے جو سوال کیا اور اس کا جو جواب تجھے دیا گیا میں جانتا ہوں، اور میں کہتا ہوں کہ تحقیق خدائے عزوجل کے لیے 'کہاں' کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ بڑا صاحب جلال ہے کہ کسی مکان میں سمائے۔ وہ ہر مقام پر ہے بغیر ممانست و مجاورت کے۔ وہ اپنے علم سے سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ کوئی چیز تدبیر سے خلق نہیں کرتا۔ اب میں تجھے اس بات سے مطلع کروں گا جو تمہاری کتاب میں مذکور ہے اور تم پر واجب کی گئی ہے آیا تو اس بات کی تصدیق کرے گا، جو میں بیان کروں گا اور اگر تو اس کو سمجھ جائے تو کیا اس پر ایمان لائے گا؟

یہودی: جی ہاں!

امیر المؤمنینؑ: کیا تم لوگ اپنی بعض کتابوں میں نہیں پڑھتے ہو کہ ایک روز موسیٰؑ ابنِ عمران بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرق کی طرف سے ان کے پاس ایک فرشتہ آیا۔ موسیٰؑ نے پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ تو جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے۔ پھر ایک فرشتہ مغرب کی طرف سے آیا۔ موسیٰؑ نے اس سے بھی پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے۔ اس کے بعد ایک اور فرشتہ آیا۔ موسیٰؑ نے اس سے بھی پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ اس نے جواب دیا کہ ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آیا۔ اس کے بعد ایک اور فرشتہ آیا اور

کہنے لگا کہ میں ساتویں زمین سے خدا کے پاس سے آیا ہوں۔ پس موسیٰؑ نے کہا کہ پاک ہے وہ ہستی کہ جس سے نہ کوئی مقام خالی ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی مکان ہے۔ کسی مکان کی بہ نسبت وہ بہت زیادہ قریب ہے۔

یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق مبین ہے اور تحقیق کہ آپ اپنے نبی کی جگہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت اس کے جس نے اس کو حاصل کر لیا۔

(”نسخ الاسرار من کلام حیدر کزائر“، جلد

اول، صفحات ۲۷۹-۲۸۰)

جب اللہ سے ملاقات ہو ہی نہیں سکتی، پھر ”لقاء الآخرہ“ یا ”لقاء رَبِّہ“ سے کیا مراد ہے؟

سورۃ الکہف میں ارشادِ رب العزت ہے:

”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا“ (سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰)

(کہہ دو ما سوا اس کے نہیں کہ میں (ظاہری طور پر) تمہاری مثل بشر ہوں (مگر) میری طرف وحی کی جاتی ہے بجز اس کے نہیں کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے، پس جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی امید رکھے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کئے جائے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔)

اللہ سے ملاقات کا طریقہ بتلایا گیا ہے — اعمالِ صالحہ، جن میں شرک کا شائبہ بھی

نہ ہو۔ اعمالِ صالحہ میں سے سب سے ”احسن عمل“ ہے — ولایتِ علیؑ، لہذا جو ولایتِ علیؑ کے اعلان، اقرار اور اشہاد میں کہیں بھی شرک کا مرتکب نہ ہو، وہ اللہ سے ملاتی ہے یعنی وہ اپنی عبادتِ خالص کے بل بوتے اللہ کا عرفان رکھتا ہے۔ مولائے متقیان فرماتے ہیں:

”خدا کی اوّل عبادت اس کی معرفت ہے، اور اس کی معرفت کی اصل اس کی توحید ہے، اور اس کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی کرنا ہے۔ وہ اس سے بہت عظیم ہے کہ اس کی صفات کی عقلیں گواہی دیں (یعنی سمجھ سکیں)۔ وہ تمام چیزیں جن کی صفات کی عقلیں شہادت دیں، وہ سب مصنوع ہیں۔ بہ تحقیق کہ خداوند جل جلالہ صانع ہے، مصنوع نہیں ہے۔ اللہ کی صفتوں سے اس پر دلیل لائی جاتی ہے اور عقول سے اس کی معرفت کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اور فکر سے اس کی حجت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اس پر خدا نے مخلوق کو اپنی دلیل قرار دیا، جس سے اس کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ ازل سے وہ تھا اور واحد ہے۔ ہیئت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور ربوبیت میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ ضد ہے، ان اشیاء کی جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں، اور آپس میں ایک دوسرے سے مشابہ امور میں اس کی مقاربت یعنی برابری نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔

اس کی نشانیاں اس کی دلیل ہیں، اور اس کا وجود اس کا اثبات ہے۔ اس کی معرفت اس کی توحید ہے، اور اس کی توحید یہ ہے کہ اس کو اس کی مخلوق سے علیحدہ رکھیں۔ اس کو علیحدہ رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اس کی صفت کو

اس سے متوصل رکھیں، نہ کہ اس کی واحدیت کو۔ بہ تحقیق کہ وہ پالنے والا اور خالق ہے، اور مخلوق کا مربوب نہیں ہے۔ جو کچھ بھی اس کے متعلق تصور کریں، اس کو اس کے خلاف ہی پائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا:

وہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے نفس کو کوئی پہچان سکے.....
وہ دلیل کے ساتھ اپنے پر دلالت کرنے والا ہے، اور اپنی معرفت کا عطا کرنے والا ہے۔“

(”بیچ الاسرار من کلام حیدر کزائر“، جلد
اول، صفحات ۱۵۶-۱۵۷)

ایک اور خطبے میں مولائے متقیان فرماتے ہیں:

”أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصَدِيقُ بِهِ،
وَكَمَالُ التَّصَدِيقِ بِهِ تَوْحِيدُهُ، وَكَمَالُ تَوْحِيدِهِ
الْإِخْلَاصُ لَهُ، وَكَمَالُ الْإِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ
عَنْهُ، لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمُوصُوفِ وَشَهَادَةِ
كُلِّ مُوصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ، فَمَنْ وَصَفَ اللَّهَ
سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ، وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَاهُ، وَمَنْ ثَنَاهُ
فَقَدْ جَزَّاهُ، وَمَنْ جَزَّاهُ فَقَدْ جَهَلَهُ، وَمَنْ جَهَلَهُ فَقَدْ
أَشَارَ إِلَيْهِ، وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّاهُ، وَمَنْ حَدَّاهُ
فَقَدْ عَدَّاهُ، وَمَنْ قَالَ فِيهِ فَقَدْ ضَمَّنَهُ، وَمَنْ قَالَ
عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ، كَاثِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ، مَوْجُودٌ

لَا عَنْ عَدَمٍ، مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ، بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ، مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ أَنْشَاءَ الْخَلْقِ إِنْشَاءً، وَابْتِدَاءَهُ ابْتِدَاءً، بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا، وَلَا تَجَرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا وَلَا حَرَكَةٍ أَحَدَتْهَا، وَلَا هَمَامَةَ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيهَا - أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لَأَوْقَاتِهَا وَلَامَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا، وَغَرَزَ غَرَائِزَهَا وَالزَّمَمَهَا أَشْبَاحَهَا عَالِمًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا مَحِيطًا بِخُدُودِهَا وَانْتِهَائِهَا، عَارِفًا بِقَرَائِنِهَا وَأَحْنَائِهَا، ثُمَّ أَنْشَاءَ سُبْحَانَهُ فَتَقَّى الْأَجْوَاءَ وَشَقَّ الْأَرْجَاءَ وَسَكَاتِكَ الْهَوَاءِ، فَأَجْرَى فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِمًا نَيَّارَهُ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارَهُ، حَمَلَهُ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ، وَالرَّغْزِعِ الْقَاصِفَةِ، فَأَمَرَهَا بِرَدِّهِ، وَسَلَطَهَا عَلَى شِدِّهِ، وَقَرَّنَهَا إِلَى حَدِّهِ الْهَوَاءَ مِنْ تَحْتِهَا فَتَيَّقُ، وَالْمَاءَ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيئُ، ثُمَّ أَنْشَاءَ سُبْحَانَهُ رِيحًا اعْتَقَمَ مَهَبُهَا وَادَامَ مُرَبَّيْهَا وَأَعَصَفَ مَجْرَاهَا، وَأَبْعَدَ مَنْشَاهَا، فَأَمَرَهَا بِتَضْفِيقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَإِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ، فَمَخَضَتْهُ مَخَضَ السَّقَاءِ، وَعَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْقَضَاءِ، تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَى آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ إِلَى مَائِرِهِ،

حَتَّىٰ عَبَّ عِبَابُهُ، وَرَمَى بِالزَّبَدِ رُكَامَهُ فَرَفَعَهُ فِي
 هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَجَوْ مُنْفَهِقٍ، فَسَوَىٰ مِنْهُ سَبْعَ
 سَمُوتٍ جَعَلَ سُفْلًا هُنَّ مُوْجًا مَّكَفُوفًا وَعُلْيَا هُنَّ
 سَفَقًا مَّحْفُوظًا، وَسَمَكًا مَرْفُوعًا، بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعُمُهَا،
 وَلَا دَسَارٍ يَنْظِمُهَا، ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَ
 ضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ وَأَجْرَىٰ فِيهَا سَرَاجًا مُسْتَطِيرًا، وَ
 قَمَرًا مُنِيرًا، فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَسَفَفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ
 مَائِرٍ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ الْعُلَا، فَمَلَأَ هُنَّ
 أَطْوَارًا مِنْ مَّلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ، وَ
 رُكُوعٌ لَا يَنْتَضِبُونَ وَصَافُونَ لَا يَتَزَايِلُونَ وَ
 مُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ، لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعَيْنِ،
 وَلَا سَهُوُ الْعُقُولِ، وَلَا فِتْرَةُ الْإِبْدَانِ، وَلَا غَفْلَةُ
 النَّسْيَانِ، وَمِنْهُمْ أَمْنَاءٌ عَلَىٰ وَحْيِهِ، وَالسَّيِّئَةُ إِلَىٰ
 رُسُلِهِ، وَمُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ، وَمِنْهُمْ الْحَفَظَةُ
 لِعِبَادِهِ، وَالسَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ جَنَانِهِ، وَمِنْهُمْ النَّاتِيَةُ
 فِي الْأَرْضِينَ السُّفْلَىٰ أَقْدَامُهُمْ وَالْمَارِقَةُ مِنَ
 السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ
 أَرْكَانُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ،
 نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ،
 مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَ

أَسْتَارُ الْقُدْرَةَ ، لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ ، وَلَا يَحْدُونَهُ بِأَلَا مَا كُنْ ، وَلَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ ۔

(”سبح البلاغہ“، صفحات ۷۰ تا ۷۴)

(دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق تو حید ہے۔ کمال تو حید تنزیہ و اخلاص ہے، اور کمال تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے، اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ لہذا جس نے ذات الہی کے علاوہ صفات مانے، اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا، اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اُس نے دُوی پیدا کی۔ جس نے دُوی پیدا کی، اُس نے اس کے لیے جز بنا ڈالا، اور جو اُس کے لیے اجزا کا قائل ہوا، وہ اس سے بے خبر رہا، اور جو اس سے بے خبر رہا، اُس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا، اور جس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا، اُس نے اُس کی حد بندی کر دی، اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا۔ جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا، اور جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز پر ہے، اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے، ہوا نہیں۔ موجود ہے، مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے۔ نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دُوری

کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں۔ وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ یگانہ ہے، اس لیے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا، بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو، اور بغیر کسی حرکت کے جسے اُس نے پیدا کیا ہو، اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بیتاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اُس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا، اور ان طبیعتوں کے لیے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا۔ ان کی حد و نہایت پر احاطہ کیے ہوئے تھا، اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں، اور ان میں ایسا پانی بہایا، جس کے دریائے موج کی لہریں طوفانی اور زرخیز کی موجیں تہ بہ تہ تھیں۔ اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی پشت پر لادا۔ پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا، اور اُسے اس کے پابندر رکھنے پر قابو دیا، اور اُسے پانی کی سرحد سے ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی، اور اوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر اللہ سبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی، جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار دیا۔ اس کے جھونکے تیز کر دیئے، اور اس کے چلنے کی

جگہ دور دراز تک پھیلا دی، پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو تھپڑے دے اور بحر بے کراں کی موجوں کو اُچھالے۔ اس ہوانے پانی کو یوں متھ دیا، جس طرح وہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے، اور اسے دھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی، جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے، اور پانی کے ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی، یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہو گئی، اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا۔ اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی، اور اُس سے ساتوں آسمان پیدا کیے۔ نیچے والے آسمان کو زُکی ہوئی موج کی طرح بنایا، اور اُوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی، نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت۔ پھر اُن کو ستاروں کی جج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضو پاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا، جو گھومنے والے فلک، چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔ پھر خداوندِ عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کیے، اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ اُن میں سر بسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے۔ کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے، اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اُکتاتے نہیں، نہ اُن کی آنکھوں میں نیند آتی ہے، نہ اُن کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ اُن کے بدنوں میں سُستی و کاہلی آتی

ہے، نہ اُن پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے۔ ان میں کچھ تو وحی الہی کے امین، اُن کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لیے زبانِ حق اور اُس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں۔ کچھ وہ ہیں، جن کے قدم زمین کی تہ میں جمے ہوئے ہیں، اور ان کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں، اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کو تصور نہیں کرتے، نہ اُس پر مخلوق کی صفیتیں طاری کرتے ہیں، نہ اُسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں، نہ اشیاء و نظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

”منہج البلاغہ“ ہی میں تو حید اور علم و معرفت پر ایک اور خطبہ میں امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں:

”مَا وَحَدَهُ مِنْ كَيْفَةٍ وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مِنْ مَثَلِهِ۔ وَلَا
إِيَّاهُ عَنْى مِنْ شَيْءٍ، وَلَا صَمَدَهُ مِنْ أَشَارٍ إِلَيْهِ وَ
تَوَهَّمَهُ۔ كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَضْنُوعٌ۔ وَكُلُّ قَائِمٍ فِي
سِوَاهُ مَعْلُولٌ۔ فَاعِلٌ لَا يَاضْطَرُّ ابِ إِلَهٍ مُقَدَّرٌ لَا بِجَوْلٍ
فِكْرَةٍ عَنْى لَا بِاسْتِفَادَةٍ لَا نَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ وَلَا تَرْفُدُهُ

الْأَدَوَاتُ سَبَقَ الْأَوْقَاتُ كَوْنُهُ، وَالْعَدَمَ وَجُودُهُ
 الْإِبْتِدَاءَ أَرْزَلَهُ - بِتَشْعِيرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لَا مَشْعَرَ لَهُ
 وَبِمَضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ وَبِمُقَارَنَتِهِ
 بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ - ضَادَّ النُّورِ بِالظُّلْمَةِ
 وَالْوُضُوحِ بِالْهَيْمَةِ وَالْجُمُودِ بِالْبَلَلِ، وَالْخُرُورَ بِالصَّرَدِ
 مُؤَلَّفَ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُقَارَنَ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا مُقَرَّبَ بَيْنَ
 مُتَبَاعِدَاتِهَا - مُفَرَّقَ بَيْنَ مُتَدَانِيَّاتِهَا - لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ
 لَا يُحَسَبُ بِعَدٍّ، وَإِنَّمَا تَحُدُّ الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا، وَتُشِيرُ
 إِلَى نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مِنْدُ الْقَدَمِيَّةِ، وَحَمَنَهَا قَدِ
 الْإِرْلِيَّةِ وَجَنَّبَتْهَا لَوْلَا التَّكْمِلَةُ بِهَا تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ
 وَبِهَا امْتَنَعَ عَنِ نَظَرِ الْعُيُونِ - لَا يَجْرِي عَلَيْهِ السُّكُونُ
 وَالْحَرَكَةُ - وَكَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ، وَيَعُودُ
 فِيهِ مَا هُوَ أَبْدَاهُ، وَيَحْدُثُ فِيهِ مَا هُوَ أَحْدَثَهُ - إِذَا
 لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَلَتَجَزَّ كُنْهُهُ وَلَا مَمْتَنَعٌ مِنَ الْأَزَلِ
 مَغْنَاهُ - وَلَكَانَ لَهُ وَرَاءَهُ إِذَا وَجَدَ لَهُ أَمَامَهُ وَلَا التَّمَسُّ
 التَّمَامَ إِذَا لَزِمَهُ النُّقْصَانُ وَإِذَا لَقَامَتْ آيَةُ
 الْمَصْنُوعِ فِيهِ، وَلِتَحَوَّلَ دَلِيلًا بَعْدَ أَنْ كَانَ مَدْلُورًا
 عَلَيْهِ - وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْإِمْتِنَاعِ مِنْ أَنْ يُؤَثَّرَ فِيهِ مَا
 يُؤَثَّرُ فِي غَيْرِهِ الَّذِي لَا يَحُولُ، وَلَا يَزُولُ وَلَا يَجُوزُ

عَلَيْهِ الْأَفْوَلُ، وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مَوْلُودًا وَلَمْ يُؤَلَدْ
فَيَصِيرَ مَخْدُودًا۔ حَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْأَبْنَاءِ وَطَهَّرَ عَنِ
مُلَامَسَةِ النِّسَاءِ۔ لَا تَنَالُهُ الْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرُهُ وَلَا تَتَوَهَّمُهُ
الْفِطْنُ فَتُصَوِّرُهُ وَلَا تُذَرِّكُهُ الْحَوَاسُ فَتُحَسَّهُ وَلَا
تَلْمِسُهُ الْأَيْدِي فَتَمَسَّهُ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَلَا يَتَبَدَّلُ
بِالْأَحْوَالِ۔ وَلَا تُبْلِيهِ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامُ، وَلَا يُغَيِّرُهُ
الضِّيَاءُ وَالظَّلَامُ۔ وَلَا يُوصَفُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْأَجْزَاءِ، وَلَا
بِالْجَوَارِحِ وَالْأَعْضَاءِ وَلَا بِعَرَضٍ مِّنَ الْأَعْرَاضِ وَلَا
بِالْغَيْرِيَّةِ وَالْأَبْعَاضِ وَلَا يُقَالُ لَهُ حَدٌّ وَلَا نِهَآيَةٌ، وَلَا
انْقِطَاعٌ وَلَا غَايَةٌ۔ وَلَا أَنَّ الْأَشْيَاءَ تَحْوِيهِ، فَتُقَلِّهُ
أَوْ تُهْوِيهِ أَوْ أَنَّ شَيْئًا يَحْمِلُهُ فَيُمِيلُهُ أَوْ يَعِدُّ لَهُ۔ وَلَيْسَ
فِي الْأَشْيَاءِ بِوَالِجٍ، وَلَا عَنْهَا بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ
لِهَوَاتٍ، وَيَسْمَعُ لَا بِخُرُوقٍ وَأَدْوَاتٍ۔ يَقُولُ وَلَا يَلْفِظُ
وَيَحْفَظُ وَيَتَحَفَّظُ، وَيُرِيدُ وَلَا يُضْمِرُ۔ يُجِبُّ وَيَرْضَى
مِّنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَيُبْغِضُ وَيَغْضَبُ مِّنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ۔ يَقُولُ
لِمَنْ أَرَادَ كَوْنَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ لَا بِصَوْتٍ يَفْرَعُ وَلَا بِنِدَاءٍ
يُسْمَعُ۔ وَإِنَّمَا كَلَامُهُ سُبْحَانَهُ فَعَلُ مِنْهُ أَنْشَاءُ۔ وَمِثْلُهُ
لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ كَائِنًا، وَلَوْ كَانَ قَدِيمًا لَكَانَ
إِلَهًا ثَانِيًا لَا يُقَالُ كَانَ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ فَتَجَرَّى عَلَيْهِ

الصَّفَاتُ الْمُحَدَّثَاتُ وَلَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ فَضْلٌ، وَلَا
لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِي الصَّانِعُ وَالْمَصْنُوعُ، وَيَتَكَافَأُ
الْمُبْتَدِعُ وَالْبَدِيعُ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا
مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلَى خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ. وَ
أَنْشَأَ الْأَرْضَ فَأَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ. وَارْسَاها عَلَى
غَيْرِ قَرَارٍ. وَأَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَائِمٍ. وَرَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمٍ. وَ
حَصَّنَهَا مِنَ الْأَوْدِ وَالْأَغْوِجَاجِ وَمَنْعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَ
الْإِنْفِرَاجِ. أَرْسَى أَوْتَادَهَا وَضَرَبَ أَسْدَادَهَا وَاسْتَفَادَ
عُيُونَهَا وَخَدَّ أَوْدِيَّتَهَا. فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَ لَا ضَعُفَ مَا
قَوَّاهُ. هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهِ وَ عَظَمَتِهِ، وَهُوَ
الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ وَ الْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
مِنْهَا بِجَلَالِهِ وَ عِزَّتِهِ. وَ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مِنْهَا طَلَبُهُ، وَ لَا
يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيْغْلِبُهُ. وَ لَا يَقْوَتُهُ السَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقُهُ، وَ لَا
يَخْتَاكِ إِلَى ذِي مَالٍ فَيَرْزُقُهُ خَضَعَتِ الْأَشْيَاءُ لَهُ وَ
ذَلَّتْ مُسْتَكِينَةً لِعَظَمَتِهِ، لَا تَسْتَطِيعُ الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهِ
إِلَى غَيْرِهِ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهِ وَ ضَرِّهِ، وَ لَا كُفُوَ لَهُ فَيَكْفِيهِ
وَ لَا نَظِيرَ لَهُ فَيُسَاوِيهِ هُوَ الْمُفْنِي لَهَا بَعْدَ وُجُودِهَا
حَتَّى يَصِيرَ مَوْجُودُهَا كَمَفْقُودِهَا وَ لَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا
بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا وَ كَيْفَ وَ

لَوِ الْجَتَمَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِمِهَا، وَ
مَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِمِهَا، وَأَصْنَافِ أَسَاخِهَا وَ
أَجْنَاسِهَا وَتَبَلَّدَةِ أُمَمِهَا وَآكِيَّاسِهَا عَلَى إِحْدَاثِ
بُعُوضَةٍ مَا قَدَرْتَ عَلَى إِحْدَاثِهَا، وَلَا عَرَفْتَ كَيْفَ
السَّيْلِ إِلَى إِيجَادِهَا۔ وَلَتَحَيَّرْتَ عُقُولُهَا فِي عِلْمِ
ذَلِكَ وَتَاهَتْ۔ وَعَجَزَتْ قُوَاهَا وَتَنَاهَتْ، وَرَجَعَتْ
خَاسِئَةً حَسِيرَةً عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقَرَّةٌ بِالْعِزِّ عَنْ
إِنْشَائِهَا مُدْعِنَةٌ بِالضَّعْفِ عَنْ إِفْنَائِهَا وَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ
يَعُودُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحَدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ
إِبْتِدَائِهَا كَذَلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا۔ بِلَا وَقْتٍ وَلَا مَكَانٍ،
وَلَا حِينٍ وَلَا زَمَانٍ۔ عُدِمَتْ عِنْدَ ذَلِكَ الْأَجَالُ وَالْأَوْقَاتُ، وَزَالَتِ السُّنُونُ وَالسَّاعَاتُ۔ فَلَا شَيْءَ إِلَّا
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ الْأُمُورِ۔
بِلَا قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ إِبْتِدَاءُ خَلْقِهَا وَبِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا
كَانَ فَنَائُهَا۔ وَلَوْ قَدَرْتَ عَلَى الْإِمْتِنَاعِ دَامَ بَقَاؤُهَا۔ لَمْ
يَتَكَثَّرْ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا إِذْ صَنَعَهُ، وَلَمْ يُوَدِّدْ مِنْهَا
خَلْقَ مَا خَلَقَهُ وَبَرَّاهُ، وَلَمْ يَكُنْ لَهَا لَتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ۔
وَلَا لِحُوفٍ مِنْ زَوَالٍ وَنُقْصَانٍ، وَلَا لِلِاسْتِعَانَةِ بِهَا
عَلَى نِدِّ مُكَاثِرٍ، وَلَا لِلِاخْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدِّ مُثَاوِرٍ۔ وَلَا

لِلْاَزْدِيَادِ بِهَا فِي مُلْكِهِ، وَلَا لِمُكَاتَرَةِ شَرِيكَ فِي شَرِكِهِ۔
وَلَا لَوْحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا۔ ثُمَّ هُوَ
يُفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا لَا لِسَامٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِي تَضَرُّفِهَا وَ
تَذْيِيرِهَا وَلَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ۔ وَلَا لِثِقَلِ شَيْءٍ مِنْهَا
عَلَيْهِ، لَمْ يُمَلِّ طُولُ بَقَائِهَا فَيَدْعُوهُ إِلَى سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا
لِكِنَّهِ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ وَ أَمْسَكَهَا بِأَمْرِهِ، وَ اتَّقْنَهَا
بِقُدْرَتِهِ ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَيْهَا
وَلَا اسْتِعَانَةٍ بِشَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهَا، وَلَا لِانْصِرَافٍ مِنْ حَالِ
وَحْشَةٍ إِلَى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَلَا مِنْ حَالِ جَهْلِ
وَعَمَى إِلَى حَالِ عِلْمٍ وَ التَّمَاسِ۔ وَلَا مِنْ فَقْرٍ
وَ حَاجَةٍ إِلَى غِنَى وَ كَثْرَةٍ۔ وَلَا مِنْ ذُلٍّ وَ ضَعْفٍ إِلَى
عِزٍّ وَ قُدْرَةٍ۔“

(”نہج البلاغہ“، صفحات ۴۹۴ تا ۵۰۰)

(جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اُس نے اسے یکتا نہیں
سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اُس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس
نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اُس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے
قابلِ اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا، اُس نے اس کا رُخ نہیں کیا، جو
اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم
ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ

ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، بغیر فکر کی جولانی کے۔ وہ تو نگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کیے۔ نہ زمانہ اس کا ہم نشین، اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر، اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہیئگی نقطہ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اُس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا، اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اُس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اُس نے نور کو ظلمت کی، روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی، اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے دُور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا، اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں، اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں، اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ انہیں لفظ 'منذ' نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے، اور لفظ 'قد' نے ہیئگی سے منع کر دیا ہے اور لفظ 'لولا' نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے، اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات پر طاری کی

ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے، اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے، وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے، اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو، وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اُس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی، اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی، اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے لیے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی، اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا، اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آ جاتیں، اور جب کہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں۔ اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس امر مسلمہ کی رُو سے کہ اس میں مخلوق کی صفات کا ہونا ممنوع ہے، اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اُدتا بدلتا نہیں، نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لیے روا ہے۔ اُس کی کوئی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا۔ وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصورات اُسے پانہیں سکتے کہ اُس کا اندازہ ٹھہرا لیں، اور عقلیں اُس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اُس کی کوئی صورت مقرر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اُسے محسوس کر لیں، اور ہاتھ اُس سے مس نہیں ہوتے کہ اُسے چھو لیں۔ وہ کسی حال میں بدلتا نہیں، اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نہ شب و روز اسے کہنے کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے

اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جاسکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اُسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اُسے اُٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اُسے ادھر ادھر موڑیں اور چاہے اُسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے، اور نہ اُن سے باہر۔ وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے، وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقتِ طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے۔ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے، اُسے ”ہو جا“ کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جاسکے۔ بلکہ اللہ سبحانہ کا کلام بس اُس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے، اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجے میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں، اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اُس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے

پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو، اور اس کے بنانے میں اُس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں اُلجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اُس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کچی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے بچائے رہا۔ اس نے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس نے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی، اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اُس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اُس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اُس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کے دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آ سکتی ہے، اور نہ کوئی تیز رو اُس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اُس سے بڑھ جائے، اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اُسے روزی دے۔ تمام چیزیں اُس کے سامنے عاجز اور اُس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، جو اس کے برابر اتر سکے۔ نہ اس کا کوئی مثل و نظیر

ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں، اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (ودشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے، جبکہ تمام حیوان، وہ پرندے ہوں یا چوپائے، رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگا ہوں میں چرنے والے، جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں، وہ اور تمام آدمی کو دن و غمی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اُس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے، اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی، اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں، خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہو گا۔ کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی، جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہو گا۔ اُس وقت مدتیں اور اوقات، سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اُس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ

رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور اُن کا فنا ہونا بھی اُن کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار پر قدرت ہوتی تو اُن کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی۔ جب اُس نے کسی چیز کو بنایا تو اُس کے بنانے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی، اور نہ جس چیز کو اُس نے خلق و ایجاد کیا اُس کی آفرینش نے اُسے خستہ و در ماند کیا۔ اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کے لیے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا، اور نہ اس لیے کہ اُس نے (تہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لیے نہیں کہ ان میں رد و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو، اور نہ اُس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (اُنہیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو، اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزرده و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لیے کہ ان میں سے کسی چیز کی

اُسے احتیاج ہے، اور اُن کی مدد کا خواہاں ہے، اور نہ تنہائی کی اُلجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لیے اور نہ جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لیے اور نہ فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لیے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔)

دیکھا آپ نے کہ اللہ کی آیتِ کبریٰ علیٰ ابنِ ابی طالبؑ نے اللہ سے ملاقات کیسے کرائی ہے!

یہ ہے فائدہ ”آیات اللہ“ سے تمسک کا!

ورنہ

منکرینِ آیات اللہ کا ’رب‘

تو

’عرش پر تخت پر جلوہ افروز ہے‘

قیامت کے روز انسانوں کے سامنے آئے گا۔ ملاحظہ فرمائیے
وضعی احادیث:

(۱)

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت سیدِ عالمؐ نے فرمایا کہ: بے شک (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کریں گے اور (محشر والوں سے اسے پوشیدہ کر کے) فرمائیں گے: کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ جواب میں عرض کرے گا کہ: ہاں اے رب! یاد ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے گناہوں کا اقرار کرالیں گے، اور وہ اپنے دل میں یقین کر لے گا کہ میں برباد ہو چکا، اللہ تعالیٰ فرمائیں

گے کہ: میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور ان گناہوں کو ظاہر نہ ہونے دیا، اور اب میں بخشش کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ اسے عنایت کر دیا جائے گا۔ لیکن کافر اور منافق لوگوں کی تشہیر کی جائے گی، ساری مخلوق کے سامنے ان کے متعلق زور سے پکار دیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، خبردار! اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

بغیر کسی واسطے اور بلا حجاب کے اللہ کو جواب دینا ہوگا

حضرت عدی بن حاتمؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سید عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس کا رب خود (حساب لینے کے سلسلے میں) بات نہ کرے، بندے کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی واسطہ اور کوئی حجاب نہ ہوگا، اس وقت بندہ اپنی داہنی طرف نظر کرے گا تو اپنے اعمال کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا، اور اپنی بائیں طرف نظر کرے گا تو جو پہلے سے کر کے بھیجا تھا وہ نظر آئے گا، اور اپنے سامنے نظر کرے گا تو سامنے دوزخ ہی پر نظر پڑے گی۔ (اس کے بعد ارشاد فرمایا) لہذا تم دوزخ سے بچو! اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے کو تمہارے پاس ہو۔“

”مرنے کے بعد کیا ہوگا؟“، صفحات

(۱۶۰ تا ۱۶۱)

(۲) **(نَعُوذُ بِاللّٰهِ)** اللہ جہنم میں اپنا قدم بھی رکھے گا۔ ملاحظہ فرمائیے:

”حدیث شریف میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ:

جہنم میں دوزخی ڈالے جاتے رہیں گے اور دوزخ ”ہَلْ مِنْ مَّزِيدٍ“
(کیا اور بھی ہے؟) کہتی جائے گی، اور سب دوزخی داخل ہو جائیں
گے جب بھی نہ بھرے گی، حتیٰ کہ اللہ رب العزت اس پر اپنا قدم رکھ دیں
گے جس کی وجہ سے دوزخ سمٹ جائے گی اور یوں عرض کرے گی: ”قَطُّ
قَطُّ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ“ (بس! بس! آپ کی عزت اور کرم
کا واسطہ دیتی ہوں۔)“

(”مرنے کے بعد کیا ہو گا“، صفحات
۲۳۶-۲۳۷)

jabir.abbas@yahoo.com

باب نوز دہم

حبطِ اعمال کے نتائج و عواقب

انسانوں کی واضح اکثریت اس بناء پر معصیتِ الہی پر تلی ہوئی ہے کہ اللہ تو ”غفور الرحیم“ ہے، وہ تو بس بخشش کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتا رہتا ہے، اور بخش دے گا،

دنگر

اس قبیل کے انسان یہ حقیقت بھلائے بیٹھے ہیں کہ وہی ”غفور الرحیم“ جبار و قہار بھی ہے، اور اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔

اُس لیے

جب اُس نے کسی گناہ پہ کہہ دیا کہ ایسے گناہ کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہے گا — تو رہے گا — کیونکہ — اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔
جن افعالِ شنیعہ پہ اُس نے کہہ دیا کہ انسان کے اعمالِ صالحہ حبط ہو گئے، ایسے افعال میں کوئی رو رعایت نہیں — کوئی استثنیٰ نہیں — جیسے ہی عمل کیا، افعال حبط ہو گئے۔

صرف اعمال حبط ہونے پہ بس نہیں ہے، بلکہ جن کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، اُن کے لیے مزید وعیدیں بھی ہیں۔

آئیے دیکھیں — کیا، کیا؟

﴿فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾

﴿وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورۃ

البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں حِط (اکارت) ہو گئے،

اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں)

”.....أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ

خَالِدُونَ“ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

((اس کفر کے باعث) ان کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں، اور وہ (جہنم

کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں)

”.....أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ“ (سورۃ آل عمران، آیت ۲۲)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حِط (اکارت) ہو گئے،

اور اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

”.....فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ“ (سورۃ

المائدہ، آیت ۵)

(تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں

میں سے ہوگا۔)

”.....حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَسِرِينَ“ (سورۃ

المائدہ، آیت ۵۳)

(اُن کے اعمال ضائع ہو گئے، پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔)

”.....أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ“ (سورۃ التوبہ، آیت ۲۹)

(انہی لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو گئے، اور یہی لوگ

نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

”..... فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

وِزْنَاهُ“ (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۵)

(پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم قیامت کے دن ان کے لیے

کوئی میزان قائم نہ کریں گے)

”..... أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۚ

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ بَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝“ (سورۃ

ہود، آیت ۱۶)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی) آگ کے

اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب ضائع

ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

مندرجہ بالا آیات قرآنی کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کے اعمالِ صالحہ حبط

ہو گئے —

(۱) وہ ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں گے؛

(۲) اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوگا؛

(۳) وہ خسارے میں ہیں؛

(۴) اُن کے لیے قیامت کے روز کوئی میزان قائم نہ ہوگی؛ اور

(۵) اُن کے تمام اعمال باطل ہو جائیں گے۔

لہذا حبطِ اعمال کا باعث بننے والے افعالِ شنیعہ سے بچنا از حد ضروری ہے۔

باب بیستم

حُبِ اعمال سے بچاؤ کیسے ہو؟

آپ حُبِ اعمال سے یقیناً بچ سکتے ہیں، بشرطیکہ —

- (1) آپ اللہ جلّ شانہ کو وحدہ لا شریک مانتے ہوئے، اُس کے فرستادہ رسولِ آخر حضرت محمدؐ کو اُس کا بندہ اور شارعِ شریعت مانیں، اور حضرت علیؑ تا حضرت محمد مہدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف کو حضرت محمدؐ کے وصی، جانشین اور محافظانِ دین تسلیم کر کے اُن سے متمسک رہیں، اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ برأت کریں۔
- (2) اللہ کو وحدہ لا شریک ماننے؛ حضرت محمدؐ کو اللہ کا فرستادہ رسولؐ ماننے؛ اور حضرت علیؑ تا حضرت محمد مہدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف کو ماننے کا تقاضا ہے کہ صرف اور صرف اُن کی مانیں، اور اُن کے ہر غیر کی طرف سے اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں۔
- (3) انبیاء علیہم السلام کے قاتلوں سے اعلانیہ اظہارِ برأت کریں، اور انہیں بے نقاب کریں۔
- (4) حقیقی ”آیات اللہ“ یعنی آئمۃ الہدیٰ امام علیؑ تا امام مہدیؑ سے متمسک اختیار کریں، اور اُن کے ہر غیر سے اعلانیہ اظہارِ برأت کریں۔
- (5) کسی خود ساختہ ”آیت اللہ“ کو مذہبی پیشوائی کا حقدار نہ مانیں۔
- (6) اللہ و رسولؐ کو ماننے کے ساتھ ساتھ ”آیات اللہ“ یعنی آئمۃ الہدیٰ کو تسلیم کریں، ورنہ ارتداد کا شکار ہوں گے۔
- (7) نہ صرف خود امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی راہ پر سختی سے گامزن رہیں، بلکہ دوسروں کو بھی صمیم قلب سے دعوت دیں کہ یہی اللہ کا راستہ ہے۔

- (7) معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے لیے آئتمہ الہدیٰ کی پیروی کریں۔
- (8) جہاد بالنفس؛ جہاد بالسیف؛ جہاد بالقلم؛ جہاد باللسان؛ اور عزاداری سے جی نہ چرائیں۔
- (9) یوں تو کسی بھی مہینے میں لڑنا روا نہیں ہے، مگر ماہِ حرام میں بالخصوص لڑائی سے اجتناب برتیں۔

بارہ مہینے دراصل آئتمہ اثنا عشر ہیں اور چار ماہِ حرام — امام علیؑ ابن ابی طالبؑ؛ امام علیؑ ابن الحسینؑ؛ امام علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ؛ اور امام علیؑ ابن محمدؑ ہیں، ان کی حقیقت کو سمجھیں۔

- (10) اللہ کی مساجد کو اللہ ہی کی ملک مانتے ہوئے اپنی اپنی اجارہ داری ختم کر دیں، اور ہر مسجد کو ہر مسلمان کے لیے کھول دیں۔
- (11) فتنہ انگیزی سے مکمل پرہیز کریں، کیونکہ یہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔
- (12) نبی آخرؑ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کریں یعنی اُن کے کسی بھی حکم پر خود حکم بن کر مت بیٹھیں۔
- (13) دنیا کی رنگینیوں میں نہ کھوئیں۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اتباع میں دنیا کو تین طلاقیں دے کر اسے اپنے اوپر بائ کر لیں۔
- (14) مالی دنیا میں مست انسانوں کی پیروی نہ کریں۔
- (15) یہود و نصاریٰ سے ہرگز ہرگز دوستی نہ کریں۔ اُن سے دنیاوی کاروبار ضرور کریں، مگر یہ جانتے ہوئے کہ وہ آپسمیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ ہیں۔

- (16) ”لقاء الآخرة“ (آخرت میں ملاقات) کا انکار نہ کریں، مگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ ملاقات صرف اور صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ہوگی، اللہ جلّ شلنہ سے نہیں!

کتبایات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ناشر	ایڈیشن
1	القرآن	مترجم: علامہ سید امداد حسین کاظمی	حمایت اہل بیت (وقف)، ریلوے روڈ، لاہور۔	۱۳۸۱ھ
2	خطبہ غدیر	خطیب: حضرت محمد مصطفیٰ ترجمہ: سید علی عمران رضوی	حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو انارکلی، لاہور۔	2010ء
3	نہج البلاغہ	مترجم: مفتی جعفر حسین	امامیہ کتب خانہ، اندرون موچی دروازہ، لاہور۔	سن اشاعت ندارد
4	نہج الاسرار من کلام حیدر کرار	مولوی سید غلام حسین رضا	رحمت اللہ بک اینجینی، بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی۔	سن اشاعت ندارد
5	خطبہ لُمہ	نظمیہ: سیدہ فاطمہ الزہراء ترجمہ: سید علی عمران رضوی	حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو انارکلی، لاہور۔	2011ء
6	الثانی ترجمہ اصول کافی	مؤلف: شیخ محمد یعقوب کلینی مترجم: علامہ ظفر حسن امروہوی	ظفر شمیم پبلیکیشنز (ٹرسٹ)، ناظم آباد نمبر 2، کراچی۔	2000ء

7	عیون اخبار الرضاؑ	مؤلف: شیخ صدوقؒ مترجم: سید تقی رضا کاظمی	مکتبۃ الرضا، 8- پیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی شریٹ، اُردو بازار، لاہور۔	سن اشاعت ندارد
8	ثواب الاعمال وعقاب الاعمال	مؤلف: شیخ صدوقؒ مترجم: دلاور حسین جتتی	الکساء پبلیشرز، آر۔ ۱۵۹، سیکٹر بی۔ ۲، نارتھ کراچی۔	2004ء
9	امتزاز نور و طین (تخلیق محمد و آل محمدؐ)	سید ظہار حسین زیدی سرسوی	دی سوسائٹی آف میٹم تھارٹرسٹ، لاہور۔	1994ء
10	ماہنامہ خیر العمل، لاہور، جلد 34، شمارہ 4، 3 (عزاداری اسپیشل۔ 1)	سید علی عمران رضوی	حلقہٴ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو انارکلی، لاہور۔	دسمبر 2011ء
11	خیر العمل جنتری 2012ء، جلد 34، شمارہ 2، 1	سید علی عمران رضوی	حلقہٴ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو انارکلی، لاہور۔	اکتوبر 2011ء
12	خدا کے منتخب بندے	اطہر رضوی (کینیڈا)	فلش ہاؤس، 18- مرگ روڈ، لاہور۔	1998ء
13	ہمفرے کے اعترافات (اُردو ترجمہ: Colonisation Ideals: Humphry's Memoirs)	Lord Humphry		2005ء

— 8th Edition 2001ء	Waqf Ikhlas Publications, Istanbul, Turkey	Lord Humphry	Confessions of a British Spy and British Enmity against Islam	14
2008ء	ادارہ المعارف، کراچی۔ 14	مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	15
2006ء	فلشن ہاؤس، 18۔ مزنگ روڈ، لاہور۔	سر ڈینزل ایٹسن (ترجمہ: یاسر جواد)	پنجاب کی ذاتیں	16
سن اشاعت ندارد	فرید بکڈ پو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، 422۔ میا محل، اُردو مارکیٹ، جامعہ مسجد، دہلی (بھارت)	مولانا مفتی محمد شفیع	المجد (عربی اُردو)	17
1978ء	ایس۔ اے۔ رضوی، ۱۵۔ ایف بلاک۔ ۲، پی ای سی ایچ ایس، کراچی	حضرت سید شفاء اللہ ادیم نقویؒ	مجالس الصادقین	18
اپریل 2001ء	ادارہ الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی	علامہ علی بن برہان الدین حلبی	غزوات النبیؐ	19
2009ء	السعدی، کراچی	مفتی ابولبابہ شاہ منصور	عالمی یہودی تنظیمیں	20
سن اشاعت ندارد	افیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔	محمد حسنین بیگل مترجم: محمد مسعود عبیدہ	حیات محمدؐ	21

22	احیاء العلوم	ابو حامد محمد الغزالی مترجم: (مولانا) ندیم الواجدی	ادارۃ اسلامیات، 190- انارکلی، لاہور۔	جون 2006ء
23	الصواعق المحرقة (اردو ترجمہ: برقی سوزاں)	علامہ ابن حجر مکی مترجم: علامہ اختر فتح پوری	شعبہ برادرز، اردو بازار، لاہور۔	سن اشاعت ندارد
24	فتاویٰ مولانا عبدالحی	قاضی عبدالحی فرنگی مکی	ادارۃ اسلامیات، 190- انارکلی، لاہور۔	سن اشاعت ندارد
25	دیوان غالب	میرزا اسد اللہ خان غالب	فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، مال روڈ، لاہور۔	۱۹۸۹ء
26	تالمود (Talmud)			
27	غم جاوداں	اُستاد قمر جلالوی	شیخ شوکت علی اینڈ سنز، اردو بازار ایکسٹینشن، ایم اے، جناح روڈ، لاہور۔	1986ء
28	امالی شیخ صدوق	شیخ صدوق مترجم: سید منیر حسن رضوی	ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیک، لاہور۔	سن اشاعت ندارد
29	مناقب اہل بیت	سید احمد مستنبد	ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔	سن اشاعت ندارد

30	سیرت حضرت امیر معاویہ	(مولانا) محمد نافع	دارالکتاب، 6-A یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔	جنوری 2011ء
31	ماہنامہ تنظیم الاسلام، لاہور بابت ماہ فروری 2009ء	نواب سید مظاہر حسین نقوی	مجلس تنظیم الاسلام، 17- بی جوائے شاہ روڈ، ساندھ، لاہور۔	2009ء
32	جوش کے مرثیے	مرتبہ: علامہ سید ضمیر اختر نقوی	محفوظ بک اینجنسی، امام بارگاہ شاہ نجف، مارٹن روڈ، کراچی۔	رمضان 1432ھ
33	تلخیاں	ساحر لدھیانوی	نیام پبلشرز، چوک اردو بازار، لاہور۔	جنوری 1995ء
34	ماہنامہ خیر العمل، لاہور (احسن عمرانی نمبر)	سید علی عمران رضوی	حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو اتارکلی، لاہور۔	نومبر 2005ء
35	ماہنامہ خیر العمل، لاہور (بیت الحزن) (اختر چنیوٹی نمبر)	سید علی عمران رضوی	حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان، 186- نیو اتارکلی، لاہور۔	اپریل مئی 2010ء

انقطاع فرمائیے

مقصد شہادت — سیف الشہداء کی زیار میر

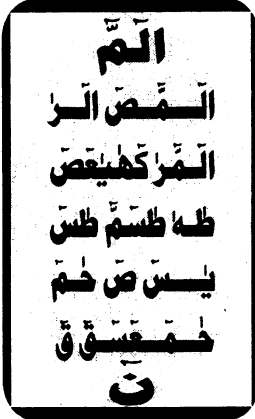
نہج الشہادة

مرتبہ: سید علی عمران رضوی

ناشر: حلقہ ارباب فکر و نظر پاکستان

لوح حروف مقطعات

قرآن مجید میں کل 26 حروف مقطعات ہیں، جن میں سے کمرات نکال کر سامنے دیے گئے 14 حروف مقطعات ہیں۔



یہ 14 حروف مقطعات اسرار الہی کا خزانہ ہیں۔ ان کے مفہیم سوائے باری تعالیٰ اور راخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا۔ معصومین نے ان حروف کے بارے میں جتنا علم دیا ہے، اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے عامل کے لئے بعید نہیں ہے کہ سطح آب پر ایسے ہی چلنے کے قابل ہو جائے، جیسا کہ عام آدمی زمین پر چلتا ہے۔ جو شخص ان حروف کو حرز جاں بنا کر رکھے، اللہ تعالیٰ ہمدردی چارودہ معصومین اس کی ہر جائز دنیوی و دینی حاجت بر لاتا ہے، اور اسے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کے لئے بذریعہ مستعان مدد دیتا ہے۔

جس طرح تفرقہ بازی نے دین اسلام میں دیگر تحریفات کی ہیں، اسی طرح حروف مقطعات بھی تحریفات کا شکار ہوئے ہیں۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مارکیٹ میں حب ذیل حروف کی لوح ”لوح قرآنی“ کے نام سے پھیلائی گئی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 اَلَمْ حَمِصَق ن
 اَلَمْصَ حَمَ يَسَ
 كَهَيْتَقَص ق اَمِيْن

کسی نے 14 حروف مقطعات میں ”آمین“ شامل کر کے 15 کر دیے ہیں۔ ہم نے متلاشیان حق کی سہولت کے لئے ”اصلی لوح حروف مقطعات“ تیار کروائی ہوئی ہیں۔ یہ لوح ہر سال ۱۳ ربیع کو تیار کی جاتی ہے۔ لوح حاصل کرنے کے لئے ماہنامہ ”خیر العمل“ کی ممبر شپ ضروری ہے۔ لوح کا ہدیہ صرف اسکی کاسٹ بغیر نفع و نقصان مبلغ 2000/- روپے ہے۔

شعبہ روحانیات

ماہنامہ ”خیر العمل“، حلقہ ارباب فہر و نظریہ پاکستان، 186- نیوانارکلی، لاہور (فون: 37320114)